سیدنا بلال رضی اللہ عنہ

پروفیسر محمد طفیل چوھدری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ۔ پاکستان

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ

تصنیف

پروفیسر محمد طفیل چوہدری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مصنف	پروفیسر محمد طفیل چوہدری
تعداد	ایک ہزار
تاریخ اشاعت	فروری 2001ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
قیمت	-/120روپے
پرنٹرز	LGP لائف گارڈ پرنٹرز، 4- ٹیپ روڈ، لاہور

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085

فیکس:۔ 042-7238010

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی۔ فون:۔ 021-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

انتساب



ان دیکھے خدائے واحد ولاشریک سے عشق و محبت کے ان سچے جذبوں کے نام جن کی بدولت غلام ابن غلام سیدنا بلالؓ امیہ بن خلف کے تازیانوں کی پہنچ سے بہت دور ہو گئے تھے اور انسانیت کی انتہائی رفعتوں کو چھو لیا۔

فہرست

صفحہ نمبر

تقریظ

پروفیسر حافظ محمد مشتاق

بندۂ ناچیز نے سیدنا بلالؓ نامی کتاب کا تنقیدی نظر سے مطالعہ کیا۔ کتاب کو اپنے موضوع میں بہت جامع اور مستند پایا۔ اس موضوع پر مارکیٹ میں تقریباً نصف درجن کتابیں موجود ہیں لیکن یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے۔ دیگر کتب میں اگرچہ سیدنا بلال کی شخصیت کو موضوع بحث بنایا گیا ہے لیکن ان میں سے ہر ایک کتاب کسی خاص پہلو کو ہی اجاگر کرتی ہے۔ اکثر کتابیں محض حضرت بلال کے فضائل پر ہی بحث کرتی ہیں۔ زیر نظر کتاب اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں حضرت بلالؓ کی سیرت کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور کسی بھی لحاظ سے اس میں تشنگی باقی نہیں رہتی۔ سیرت بلالؓ کے جس پہلو کو آپ دیکھنا چاہیں اس کتاب میں تسلی بخش انداز میں اس پر کافی مواد مل جائے گا۔

مصنف کتاب شعبہ تاریخ میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں اور تحقیقی ذہن رکھتے ہیں۔ انہوں نے سیرتِ بلال پر نہایت معتبر کتب تاریخ، تفسیر و حدیث سے مستند حوالہ جات اکٹھے کئے ہیں۔ جو کسی اور کتاب میں نہیں ملتے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب نہایت مستند بن گئی ہے۔ کتاب کے حسن کو نمایاں کرنے اور عام فہم اور دلپذیر بنانے کے لئے مصنف نے سیرتِ بلال کے ہر پہلو کو جلی سرخیوں سے نمایاں کر دیا ہے۔ حضرت بلالؓ سچے عاشق رسول تھے اور حضرات صحابہ میں اپنا ایک مخصوص مقام رکھتے تھے حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ "بلالؓ سیدنا و مولیٰ سیدنا "بلالؓ ہمارے آقا ہیں اور ہمارے آقا (ابو بکرؓ) کے مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام ہیں۔ اگرچہ وہ حبشی النژاد تھے رنگ سیاہ ہونٹ بھدے اور چہرہ دلکش نہیں تھا لیکن عشق

رسول نے ان کو اتنا محبوب بنادیا تھا کہ صحابہ ان سے بے حد محبت رکھتے تھے اور موذن رسول ہونے کی وجہ سے وہ ہر عام وخاص کی توجہ کو مرکز بن گئے تھے۔ آخرت میں ان کو جنت میں ایسا اعلےٰ وارفع مقام مل گیا تھاکہ معراج کی رات جنت کی سیر کرتے ہوئے آقائے دوجہاں نے بلالؓ کے جوتوں کی آہٹ کو جنت میں اپنے کانوں سے سن لیا۔اور واپسی اکر حضرت بلالؓ کو خوشخبری دی کہ " انی سمعت و خفق نعليك فی الجنة "بلال میں نے تیرے جوتوں کی آواز کو جنت میں سنا"

مصنف کو اس عاشق رسول سے بے حد عشق ھے جو ان کی تحریر میں نمایاں ہیں۔ صحابہ کے ساتھ محبت ایمان کی علامت ھے۔ مصنف کو صحابہ سے عقیدت اور بے پناہ محبت ہے سیرت بلال کا آغاز ہی انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل سے کیا ہے۔ صحابہ کی یہ محبت اور حضرت بلال سے عشق انشاء اللہ مصنف کے لئے وسیلۂ نجات بنے گا صحابہ کی محبت در اصل آنحضور ﷺ کی محبت کی فرع ہے۔ جیسا کہ ارشاد گرامی ہے۔ من احبهم فبحبی احبهم جس نے صحابہ سے محبت کی اس نے میری محبت کی بنا پر ہی ان سے محبت کی پس بلال سے محبت صحابہ کی اور صحابہ سے محبت محبوب خدا سے محبت کی دلیل ہے اللہ تعالی اس سچی محبت سے ہمارے قلوب کو منور فرمائے۔

آمین

پروفیسر حافظ مشتاق محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اندھیرے میں ہر چیز سیاہ نظر آتی ہے۔ مگر روشنی کی یہ خوبی ہے کہ یہ ہر چیز کو روشن کر دیتی ہے بلکہ اس میں روشنی کی بدولت ایک خاص اوز انوکھی سی چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ جو اسے خوبصورت اور پُر کشش بنا دیتی ہے۔ خواہ وہ چیز سیاہ ہو یا سفید۔ یہ تو عام روشنی کی بات ہے۔ لیکن اگر معاملہ نورِ ھدایت اور نورِ ایمان کا ہو تو اسکی تاثیر ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ اس سے تو نہ صرف ظاہر بلکہ باطن بھی چمک اٹھتا ہے اور مقدر کا ستارا جگمگا اٹھتا ہے ہاں! انسان اگر پختہ طور پر رو سیاہ ہو تو پھر اس پر نورِ ایمان اور نورِ ھدایت و رشد کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا ابو لہبی اور ابو جہل کی جہالت کا اپنا ہی رنگ ہوتا ہے۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ابو لہب اور ابو جہل نورِ ایمان کی لذت سے کیوں محروم اور بے بہرہ رہتے۔ یہ نورِ ایمان کا ہی اثر تھا کہ حبشہ کے حبشی النسل سیاہ رنگت والے غلام ابن غلام بلال بن رباح پر ایمان کی روشنی کی کرنیں پڑیں تو اس کے مقدر کا ستارا جگمگا اٹھا کہ دونوں جہاں روشن ہو گئے اور وہ مقام و مرتبہ ملا۔ کہ عرش والوں کو بھی یہ عظمت نہ مل

سکی۔ حقیقت یہ ہے کہ سیاہ رنگت کے باوجود انکی خوبصورتی اور کشش کا یہ عالم کہ جنت کی حوروں کو بھی حضرت بلالؓ کے حسن و جمال پر رشک آنے لگا لیکن کفر و شرک کی تاریکی میں غوطہ زن روسیاہ ان کے مقام و مرتبے اور عظمت کو نہ دیکھ پائے بلکہ ابو لہبی ہمیشہ ان پر خندہ زن رہی ہے اور آج بھی اسکی یہی حالت ہے۔ ابو لہب اور ابو جہل خواہ دورِ نبوت کا ہو یا آج کے دور کا وہ ابو لہب اور ابو جہل ہی ہے۔ تحریک اسلامی کا مذاق اڑانا بلکہ اس کا راستہ روکنا اور بانیء تحریکِ اسلامی اور آپؐ کے صحابہ کرام اجمعین خواہ وہ حضرت عمر فاروق ہوں یا حضرت بلالؓ کی شان میں گستاخیاں کرنا اور ان کے مراتب کو گھٹا کر پیش کرنا ہر ابو لہب اور ابو جہل کی فطرت کا خاصہ ہے۔

ہر دور میں ابو لہبی زندہ رہی۔ مکہ کے ابو لہب اور ابو جہل مارے گئے تو مدینہ میں یہود کے ابو لہب سدِ راہ بنے۔ ان کا صفایا ہوا تو عیسائیت کے نئے ابو جہل نے اہل ایمان کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ اس کا شہود اس وقت ہوا جب رسالتمآب ﷺ نے حدودِ شام کے عیسائی حکمران حارث بن الشمر غسانی کو دعوتِ حق کا پیغام بھیجا۔ تو اس نے مشتعل ہو کر قاصد رسولؐ کو مدنیہ پر حملہ کی دھمکی دی۔ لیکن غصہ ٹھنڈا ہونے پر اسنے قاصدِ رسولؐ کو احترام سے رخصت کیا تاہم شر جیل بن عمرو حاکم بصریٰ نے آگ بگولہ ہو کر قاصدِ رسولؐ حضرت حارث بن عمرؓ کو شہید کر ڈالا اسطرح مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین موتہ کے مقام پر پہلا معرکہ ہوا۔

شاید آپ سوچتے ہوں کہ ابو لہب یا ابو جہل کے مرنے کے بعد ابو لہبی کا خاتمہ ہو گیا یا پھر ابو جہل کے مرنے سے جہالت ختم ہو گئی۔ نہیں ہر گز نہیں۔

ایک ابو لہب کے مرنے پر دس یا دس سے بھی کئی گنا زیادہ نئے ابو لہب نئے ابو جہل نئے انداز اور نئے روپ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور نئے ناموں اور نئے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اسلام کے مقابلہ میں آتے ہیں۔ لہذا آئندہ ہم بھی ان کو نئے ناموں سے یاد کریں گے۔

موتہ کے مقام پر عیسائیت کے ناخداؤں اور اہل ایمان کے درمیان جس معرکہ آرائی کا آغاز ہوا۔ وہ آج تک جاری ہے۔ یہ ختم نہ ہونے والا سلسلہ کب تک جاری رہے گا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

ابھی جزیرۃ العرب کے کفار اور مشرکین سے فراغت ملی ہی تھی کہ آنحضور ﷺ کا رحال ہو گیا لیکن رحال سے قبل آپ ﷺ کو اللہ تعالے نے تکمیلِ دین کی بشارت کا مژدہ بھی سنا دیا۔ رحلتِ نبوی کے ساتھ ہی ایک کٹھن دور کا آغاز ہوا۔ مشرق میں فرزندانِ ابلیس نے ایک نیا محاذ کھول دیا۔ ایران کے آتش پرست اسلام کی شمع گل کرنے پر تل گئے۔ انہوں نے عرب کے اندر باہر اہل رُدّت کو خوب ابھارا اور ان کی ہر طرح سے مدد کی۔ شام میں صلیب پرست بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیاریوں میں مصروف تھے۔ اسطرح اسلام کے خلاف کئی محاذ کھل گئے۔

لیکن صرف ڈیڑھ صدی کے اندر اندر خلفاء راشدین اور ان کے جانشینوں نے اسلام دشمنوں کو ہر محاذ پر شکست دیکر مشرق میں ایران اور ہندوستان افغانستان ترکستان اور شمال اور مغرب میں شام مصر اور قسطنطنیہ یورپ میں اندلس تک کے علاقے فتح کر لئے عثمانی ترکوں نے تو قسطنطنیہ سے آگے بڑھ کر بلقان تک اپنا تسلط جما لیا اسطرح ایشیاء افریقہ اور یورپ کے بیشتر خطوں پر اسلام

کا پرچم لہرانے لگا۔ جس کا اس سے قبل تصور کرنا ناممکن تھا اندلس میں صلیب پرستوں کی سازشیں کامیاب ہوئیں۔ ان کے لاتعداد مظالم کے نتیجہ میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد افریقہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی۔ لاتعداد مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا اور جو بچ گئے اور ہجرت کرنے سے معذور تھے وہ مجبوراً عیسائیت اختیار کر گئے۔

تاہم عثمانی ترکوں نے اندلس کے اس حساب کو بہت جلد پورا کر دیا۔ اس کے باوجود بعض ممالک نے وہاں رہنے والے مسلمانوں پر بے حد و حساب مظالم توڑے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے قابل حیرت حد تک اسلام آگے بڑھا اور مظالم پر غالب آیا۔

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اہل ایمان کی ہمدردیاں عیسائیوں سے ان کے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے تھیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آتش پرست اہل فارس کے لشکر نے 614ء میں اپنے مخالف رومی حکمران ہرقل کی افواج کو بُری طرح شکست دیکر شام کی وادیوں کی طرف دھکیل دیا۔ تو مسلمانوں نے رومی عیسائیوں کی اس شکست پر انتہائی مایوسی کا اظہار کیا۔ لیکن 625ء میں روم کے بادشاہ ہرقل نے ایرانیوں پر فتح پائی تو مسلمانوں نے فتح کا جشن منایا۔
اسلام کے ابتدائی دور میں رسول ﷺ کے فدائیوں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کے مابین بھائی چارہ تھا تاہم کبھی کبھی علمی جدل اور بحث کی معرکہ آرائیاں ہو جاتی تھیں۔ اس کے برعکس کافروں اور خصوصاً یہود کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف روزِ اول سے ہی منافقانہ اور دشمنی کے جذبات موجزن تھے۔ جسکی سزا انہیں بھگتنا پڑی قرآن میں یہود کے دشمنانہ رویے اور

عیسائی دوستی کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

لَتَجِدَنَّ اشدالناس عداوة للذين امنوا اليهود والذين اشركوا ولتجدن اقربهم مودة للذين امنوا الذين قالوا انا نصارىٰ ذالك بان منهم قسيسين ورهباناً وانهم لا يستكبرون (82:5)

ترجمہ: (اے محمدؐ) تم دیکھو گے کہ مسلمانوں سے سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے اہل ایمان کے قریب تر ان لوگوں کو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ حضرت مریمؑ کا ذکرِ خیر بہترین انداز میں کیا گیا ہے۔ اس سے دونوں کی عزت و تکریم ثابت ہوتی ہے۔ سورہ مریم کی آیت نمبر 30 اس پر روشنی ڈالتی ہے۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ عیسائیت کے علمبرداروں نے اس کے باوجود اسلام، بانیٔ تحریکِ اسلامی اور انکے صحابہ کے خلاف تصادم اور ہزلیات کی روش قائم کر رکھی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام اور مسیحیت میں وجہ نزاع (1) عقیدہ توحید اور عقیدہ تثلیث (تین خدا) ہے۔ مسلمان توحید پر پختگی سے ایمان رکھتے ہیں اور خدا کو وحدہ لا شریك مانتے ہیں جبکہ عیسائی عقیدہء تثلیث کو مانتے ہیں

مسلمان تمام انبیاء کرام بشمول حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں

اور حضرت عیسیٰ کو خدا کا بندہ اور رسول مانتے ہیں جبکہ نصاریٰ نبی خاتم محمد ﷺ کی نبوت کو ہی تسلیم نہیں کرتے۔ نصاریٰ کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ نے تمام عیسائی دنیا کی نجات کی خاطر اپنے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال کر خود کو قربان کر دیا لیکن مسلمان اسکے کو تسلیم نہیں کرتے۔ دور نبوی میں ان عقائد پر مباحث اور مناظرے ہوئے لیکن جان لیوا دشمنی اور بغض کی نوبت نہ آئی۔ نصاریٰ نے آج تک اسلام اور عیسائیت کے درمیان فکری ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوئی تدبیر نہیں سوچی اور نہ ہی اسلام کے عقیدہ توحید اور مسیحؑ کی تعلیمات کے مابین مصالحانہ روابط پیدا کرنے کی کوئی راہ تلاش کرنے کی کوئی کوشش کی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس انہوں نے جہالت، تعصب، تنگ نظری اور دشمنی کی روش اختیار کی۔ اور انہوں نے اسلام، بانی اسلام اور آپؐ کے صحابہ کرام کے خلاف گند اچھالنا اور غلط پروپیگنڈا کو اپنا مقصد حیات ٹھہرا لیا ہے۔ اسلام سے واقفیت تو درکنار مغرب کا مزاج تو عیسائیت کی بنیادی تعلیم سے جزوی طور پر بھی ہم آہنگ نہیں۔ عیسائیت کی تعلیم تو یہ ہے۔ کہ زہد اختیار کرو اور دنیا سے کنارہ کش ہو جاؤ لیکن یہ تعلیم مغرب کے مزاج کے خلاف ہے۔ مغرب کے طبعی اور جغرافیائی حالات اور اقتصادی بدحالی کے پیش نظر جنگ وجدل انکی مجبوری تھی اور اب بھی ہے۔ پس نصاریٰ نے اسلام کی راہ میں ظالمانہ بند باندھنے کی کوشش کی پھر بھی اسلام قابلِ حیرت حد تک آگے بڑھا اور سب مظالم پر غالب آیا۔ اسلام کو ناقابل شکست قوت حاصل ہو گئی تو عیسائیت کے پیروکار بوکھلا گئے اور اپنے دلوں میں مستقل دشمنی کا کینہ لئے ہوئے مصروف جنگ ہو گئے۔ انہوں نے دین اسلام کی تعلیمات پر سیاسی نقطہ نگاہ سے غور کیا اور سمجھا کہ اگر دین اسلام غالب آگیا تو انکا اقتدار ختم

ہو جائے گا۔ انکی وسیع و عریض سلطنت کو زمین بوس ہونا پڑیگا انہوں نے اہل ایمان کے خلاف سازشوں کا جال پھیلانا شروع کر دیا۔ وہ موتہ کے میدان میں پھر تبوک کے مقام پر دو لاکھ کے لشکر کے ساتھ معرکہ آرا ہوئے پھر جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مشرق و مغرب میں اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اندلس تک اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ فریقین نے شمشیر و سناں اور توپ و تفنگ آزمائے۔ پھر گیارھویں صدی عیسوی کے آغاز کے ساتھ ہی مغرب کے صلیب پرست نئے انداز اور نئے روپ میں مسلمانوں کے خلاف اپنے پادریوں اور پاپاؤں کی قیادت میں مذھب کے نام پر صف آرا ہوئے مسیحی منادوں نے صلیب پرستوں کے جذبات انگیخت کرنے کے لیے دین اسلام، سرور انبیاء ﷺ پر طعن و تشنیع اور گھٹیا قسم کے الزامات سے اپنی زبانوں کو آلودہ کرنا مسیحیت کا فریضہ سمجھ لیا یہ لوگ حضرت محمد ﷺ کے فرمودات اور قرآن پاک کی ان آیات کو بالکل نظر انداز کر گئے جن میں حضرت عیسیٰؑ کی اعلیٰ منزلت انکو آسمان پر زندہ پہنچانے تک رفعت کا ذکر بھی منقول ہے۔

دو صدیوں (1097ء سے 1292ء تک) کے عرصے میں ان گنت معرکے ہوئے۔ لاکھوں مسلمان تہہ تیغ ہوئے یہاں تک کہ جنونی صلیب پرستوں نے اپنے ہم مذھبوں کو بھی معاف نہ کیا۔ مغرب کے ان جنونی صلیب پرستوں کو کیسے انسانیت کا علمبردار کہا جا سکتا ہے۔ یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ انسانیت اور ہیومین رائٹس کا محافظ اسلام کا فرزند سلطان صلاح الدین ایوبی تھا یا صلیب پرست اور انکا بادشاہ رچرڈ؟ صلیبی جنگوں سے تھک ہار کر اہل مغرب نے تاجروں اور سوداگروں کا روپ دھار کر پوری دنیا کو سازشوں کے ذریعے غلام

بنانے کا منصوبہ بنایا۔ یہ لوگ ہر طرف نکل کھڑے ہوئے ان میں انکے علماء بھی تھے جسکا نمک کھایا اسی کو دھوکا دیا۔ یہاں قیام کیا وہاں پر قبضہ کر لیا حتےٰ کہ سترھویں صدی عیسوی تک ساری دنیا کو غلامی میں جکڑ لیا۔ انسانیت کے علمبردار ساری دنیا کے حکمران بن بیٹھے۔ پوری دنیا کو اہل مغرب نے نو آبادیات میں بدل دیا اس عرصہ میں رد عمل کے طور پر حریت پسند عناصر نے آزادی کی تحریکیں شروع کیں بے شمار چھوٹی موٹی جنگیں ہوئیں انسانی خون بہا لوگوں کے حقوق غصب ہوئے آخر کار صرف بیسویں صدی عیسوی میں دو بڑی عالمگیر تباہ کن جنگیں ہوئیں جن میں لاکھوں انسان مارے گئے جسکے نتیجہ میں مفتوح اقوام کو آزادی کی نعمت میسر آئی لیکن اہل مغرب نے دور اندیشی سے کام لیا ہر جگہ تعلیمی ادارے قائم کئے اپنے تربیت یافتہ چھوڑ گئے جو اپنے آقاؤں کی جگہ انکے چیلوں کے طور پر کام کر رہے ہیں اسطرح آج بھی پوری دنیا میں بالواسطہ اہل مغرب کی حکومت ہے۔ مسلمانوں کے دور زوال اور مغربی اقوام کے غلبہ کے عہد میں کلیسائی طبقہ انکے مصنفین اور اہل قلم نے اسلام اور اس کے خلاف جدید تحقیق کے نام پر ایک تباہ کن فکری اور قلمی محاذ کھولا۔ اسلام کو مسلمانوں کے زوال کا سبب ٹھہرایا حالانکہ اسلام نے ہی عرب کے درندہ صفت صحرا نشینوں کی تربیت کر کے انہیں نہ صرف انسانیت کی معراج پر پہنچایا بلکہ دنیا کا راہبر بنا دیا۔ مغرب کے سیاسی شعبدہ باز دانشور اہل قلم اور مصنفین دن رات اسلامی تعلیمات، بانی اسلام محمد ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام اور اہل ایمان پر طرح طرح کے اتہام اور بہتان تراشیوں سے علمی اور فکری تخریب کاری میں مصروف ہیں جس طرح انکے اسلاف مصروف تھے۔ کل کی بات ہے کہ اہل مغرب نے

صدیوں کی جہالت و تباہ حالی سے نکل کر کروٹ لی ہے لیکن آج وہ اسلام پر حرف گیری کرنے پر کمر بستہ ہیں۔ در حقیقت اسلام پر لگائے جانے والے الزامات خود مغرب پر عائد ہوتے ہیں جو اتنی مدت علوم و فنون سے نا آشنا رہے۔ انکے اسلاف کی جہالت کا تو یہ عالم تھا کہ ساری عمر غسل نہ کرنے والے عالم کو قابل فخر شخصیت سمجھا جاتا رہا۔ افسوس کہ مغربی دانشور مستشرقین اور محقق پہلے اپنے مذہب اور ماضی پر تحقیق کرتے۔ حیرت تو یہ ہے کہ مسیحی مصنفین مستشرقین (مشرقی علوم کے مغربی علماء) اور محقق دانشوروں نے اسلام پر تحقیق کئے بغیر اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی ذاتِ اقدس کے خلاف زہر افشانی کا آغاز کر دیا۔

یہ سلسلہ نویں صدی کے نصف اول سے شروع ہوا۔ اس دور میں مسیحی تصنیف کتاب موسوم ''فرینگ لادرس فرانسہ'' میں حضور اکرم ﷺ کو جادوگر لٹیرا اور ریاکار کہا گیا۔ فرانسک مثل اور آنیو نے بھی نبی محترم کی شان میں انتہائی نازیبا انداز میں حرف گیری کی ہے سترھویں صدی میں Bell نے حضرت محمد ﷺ کے خلاف دل کھول کر زہر افشانی کی۔ نظام اسلام میں قصاص اور تعداد ازدواج کو حدف تنقید بنایا بعض مغربی اہلِ قلم نے آپ کو رومی راھب سے تشبیہ دی اور ایک مخبوط الحواس مصنف نے آپؐ پر خدا بن بیٹھنے کا افتراء باندھا۔ جیر ونوچن نے آنحضور ﷺ کے بارے میں لکھا کہ آپؐ نے شراب کی مستی میں جان دی اور آپؐ کی لاش مٹی کے ڈھیر پر ملی۔ مغرب کے مسیحی شعراء نے بھی مسلمانوں پر غلیظ انداز میں گند اچھالا اور آپ کو لیٹرا، راہزنوں کا سردار، ریاکار، عیاش، ہوس ناک اور جادوگر کہنے سے دریغ نہ کیا۔ المختصر مغرب کے ان کینہ پرور ھذیان گو متعصب مسیحی مصنفین کے ایسے ہزلیات مسلسل نشوونما

پاتے رہے ہیں خصوصاً ان اہل قلم (۱) زولف ولوہیم (۲) نیکو اولیس (۳) وقیقس (۴) مراتشی (۵) بوئنگر (۶) یلیا نزر (۷) بریدو وغیرہ نے جو بیک زبان وحال اور اسلام کو مجموعہ الحاد وشیطانی اعمال کا نتیجہ، مسلمانوں کو وحشی اور قرآن پاک کو مبتذل لکھتے ہیں

بارھویں چودھویں اور سولھویں صدی عیسوی میں ایمون لیون اور گیوم باسکل نے اسلام کو مختلف افکار وعقائد کے تضاد کا مجموعہ ثابت کر دکھایا۔ الھیسن بروز ایل نے قرآن کے لاطینی ترجمہ کی صورت میں اسلام کو مسخ کرنے کی پہلی بار کوشش کی۔ ہرباسکل نے چودھویں صدی میں اسلام کی ابتدا پر قلم اٹھایا اور نوسان ہشتم نے اپنی تصنیف میں آپ کو لامذہب ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مغرب کے بعض انصاف پسند اہل قلم نے کہیں کہیں اسلام کے بارے میں انصاف سے کام لیا ہے ان میں (۱) شول۔ (۲) کوسان ہرشال۔ (۳) الاذری۔ (۴) لفستلیمیہ۔ (۵) سپرنگر۔ (۶) بارقلمی سماتلر۔ (۷) وکاستری (۸) کارلائل قابل ذکر ہیں۔

مغرب کے اسلام دشمن کینہ پرور اہل قلم محقق اور دانشور صدیوں سے مسلمانوں کے خلاف زہرافشانی میں مصروف ہیں دراصل یہ مصنفین جو اسلام کو مسلمانوں کے سیاسی زوال کا سبب قرار دیتے ہیں اسلام اور بانی اسلام اور اہل ایمان پر بے بنیاد الزام تراشی کرتے ہیں ذہنی طور پر معذور ہیں۔ اس سازش میں اسلام کے دوست نما مسلمان مصنفین نے بھی اہم کردار ادا کیا جنہوں نے اسلام میں وہ باتیں داخل کر دیں جن کو اللہ اور رسولِ خدا یکسر ناپسند فرماتے ہمارے تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی جب ہم انکی نبی اکرم ﷺ کی سیرت پر تحریر کردہ

کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں جن میں آپؐ کے دامن میں وہ سب ڈال دیا گیا ہے جسے دیکھ کر عقل شرما جائے اسلام کے ان نادان دوستوں نے اپنی اختراعات کو اثبات رسالت میں مددگار سمجھ رکھا ہے حالانکہ ان سے نبوت کی نفی ہونی چاہیے یہی مخترعات ان مستشرقین کی دستاویز ہیں جو اسلام، بانی اسلام اور مسلمانوں پر طعن کرنا وظیفہ استشراق سمجھتے ہیں مستشرقین کی تحریروں میں اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے متعلق عیب جوئی کی بیماری اس حد تک دکھائی دیتی ہے کہ وہ دروغگوئی اس شاطرانہ انداز میں پیش کرتے ہیں کہ اس پر حقیقت کا یقین ہونے لگتا ہے ان کاذب مصنفوں کا مقصد در حقیقت اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنا ہوتا ہے۔

مغربی استعماریت نے کلیسائی طبقے اور مستشرقین کو اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے خلاف زبان درازی کی نہ صرف شہ دے رکھی ہے بلکہ مسلمانوں میں سے بعض علماء اور کج فہم اہل قلم کو اپنی بغلوں میں دبا رکھا ہے۔ جن کی ہر تحریر سے خود اسلام شرمندہ ہے۔ ان علماء اور اہل قلم نے جو خرافات نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی سے منسوب کر رکھی ہے ان سے نہ صرف محمد ﷺ پشیمان ہے۔ بلکہ عقل بھی ان پر نوحہ کناں اور ذوقِ سلیم گریزاں و ماتم کناں ہے۔

کلیسائی اہل قلم اور مستشرقین کے بے بنیاد اور جھوٹ کے پلندوں کی تردید کے لئے غیور اہل قلم مسلمانوں نے دین اسلام اور بانی اسلام پر لگائے گئے

الزامات کے منہ توڑ جواب دئے ہیں لیکن دو رکاوٹیں انکے استدلال کو درست ماننے میں پیدا ہو گئی ہیں۔

(۱) یہ کہ مسلمان اہل قلم جدید اسلوبِ تحقیق کے معیار پر اپنا مافی الضمیر لکھنے میں پورے نہ اترے جس کو آڑ بنا کر اسلام دشمن مستشرقین نے ان کی تحریر کو مسترد کر دیا۔

(۲) اسلام کے دوست مسلم اہل قلم کے اس گروہ کے بارے میں مغربی مستشرقین کی عیارانہ تحریروں نے مسلمانوں کے دلوں میں انکے خلاف یہ بدگمانی پیدا کر دی ہے کہ یہ لوگ ہی الحاد کی آبیاری کر رہے ہیں جس سے مغربی اہل قلم کو مسلمانوں کی تحقیق کو غیر مستند کہنے کا جواز مل گیا۔

اسلام کے قدیم مدارس کے علماء نے اسلام دشمن اہل قلم سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر مخالفت اور دشمنی کا مظاہرہ کیا انھوں نے غیور اہل قلم مسلمانوں پر ملحد اور زندیق ہونے کا فتویٰ صادر فرمادیا۔ تو مسلمان نوجوان مستشرقین کی تصانیف پر اور بھی فریفتہ ہو گئے کیونکہ اسلام کی جس جس حقیقت سے مسلمان اہل قلم آشنا نہ ہو سکے اسے مغربی اہل قلم نے پوری طرح واضح کر دیا۔

کلیسائی اہل قلم نے اسلام اور بانی اسلام سے متعلق اگلے ہوئے زہر کے خلاف مسلمانوں کا جذبہ نفرت فطری بات تھی۔ مغرب نے مستشرقین نے جب مسلمانوں کے اس جذبہ نفرت کو محسوس کیا تو انھوں نے کلیسائی زہر سے بھی مہلک زہر تحقیق کی حلاوت و مٹھاس میں حل کر کے کبھی فلسفہ ادب کے عنوان سے مسلمانوں کی رگِ ایمان میں اتارا اور کبھی شعر و ادب کے دلکش روپ میں انکے دلوں میں سمودیا۔

بلاشبہ مغرب کے دانشور اہل قلم محقق اور سیاسی شعبدہ باز اسلام اور اہل ایمان کے دشمن ہیں لیکن خود مسلمان ان اسلام دشمنوں سے بھی زیادہ اپنے دشمن آپ ہیں۔ صدیوں سے مسلمانوں پر تعصب اور جمود طاری ہے جسکے باعث انکے ذوق سلیم اور اندازِ فکر پر جہل و حماقت کی دبیز تہیں جم چکی ہیں۔ انہوں نے تحقیق و تدقیق کے دروازے اپنے لئے بند کر لئے ہیں۔ وہ نہ اپنے اسلاف کے عظیم الشان کارناموں سے اگاہی کے خواہاں ہیں اور نہ ہی ماضی کی عظمت رفتہ کا ان کو کچھ پتہ ہے۔ نئی نسل کو ترقی کی جدید راہ پر گامزن کرنے کیلئے انکے پاس کچھ بھی تو نہیں۔ نئی نسل کیلئے کوئی اور راستہ نہیں کہ عصر حاضر میں ترقی کی شاہراہ پر چلنے کیلئے مغرب پر انحصار کریں۔ جب انکو مغربی محققین مصنفین اور دانشوروں کی تخلیقات اور تصنیفات کا مطالعہ کرنے کے مواقع ملیں گے تو ان کی تحریروں کا اثر بھی ان پر ہوگا۔ وہ مسلمان نوجوان جو مغرب کے دانش کدوں اور تعلیمی اداروں میں تربیت پاتے ہیں ان پر اسلام بیزاری اور اسلام دشمنی کا مغربی رنگ تو ضرور نمودار اور اثر پذیر ہوگا۔ مغربی مستشرقین کی تصانیف کے مطالعہ کے محرکات و موثرات ان مسلمانوں کے دماغوں پر سوار رہتے ہیں اور مغربی اہل قلم کو منصف مزاج سمجھ لینے کے بعد انکی باتوں کو دل میں اتارنے میں مشغول رہتے ہیں جسکا ایک ایک حرف اسلام ،بانی اسلام اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ سے نفرت پیدا کرنے میں تیر بہ ہدف ہے۔

اتفاق سے اہل علم و صاحبِ قلم دوستوں کی محفل میں مغربی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ایک مسمان دانشور کو سننے کا موقع ملا جس کے نزدیک اسلام میں ہیومین رائٹس کا کوئی تصور نہیں اور پھر یہ کہ حضرت عمر فاروق اعظم جیسے مشہور

زمانہ عدل گستر کے دور خلافت میں شام کے وسیع و عریض علاقہ جات پر مسلمانوں کے قبضہ کے باوجود عاشقِ رسول سیدنا حضرت بلال حبشیؓ جیسے عظیم المرتبت صحابی کو کوئی قطعہ زمین میسر نہ آسکا۔ اور یہ کہ سیدنا حضرت بلالؓ ساری عمر بیوی کو ترستے رہے اور ان کی شادی نہ ہو سکی اور وہ یاس و حسرت کے عالم میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

قابلِ حیرت بات تو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کی سیدنا حضرت بلالؓ کی زندگی خصوصاً انکی ازدواجی زندگی کے بارے میں بہت کم معلومات تھیں۔ اور بھی حیرت و تعجب کی بات ہے کہ سیدنا حضرت بلالؓ اسلام لانے والے ساتویں مسلمان تھے اور اسلام ظاہر کرنے والے پہلے مسلمان۔ آپؓ اسلام لانے کے بعد چوبیس سال نبی اکرم ﷺ کی وفات تک آپؐ کی خدمت بجا لاتے رہے لیکن مسلمان اہل قلم نے انکے حالات و واقعات اور خدمات کے بارے میں بہت کم لکھا ہے چنانچہ اس ضرورت کے پیش نظر اس عظیم صحابی رسولؐ کے بارے میں حالات و حقائق جمع کرنے کی ادنےٰ سی کوشش مقصود و مطلوب ہے جس میں اہل علم کی مدد و تعاون کا طلب گار ہوں لیکن آپؓ کی سوانح تحریر کرنے سے پہلے قرآن کریم اور احادیث نبوی کی روشنی میں شان صحابہ پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ صحابہ کرام کی عظمت کا نقش ذھنوں میں قائم ہو جائے اور سادہ لوح اہل ایمان کو نہ صرف صحابہ کبار کے مقام و مرتبہ کا صحیح ادراک ہو جائے بلکہ ساتھ ساتھ مغرب کے اسلام اور مسلمان دشمن اہل قلم اور مشرق کے کوتاہ اندیش ایمان فروش دانشوروں کی اسلام بانیٔ اسلام اور اہل ایمان پر دانستہ بہتان تراشیوں کا پتہ چل سکے۔ اسی مقصد کیلئے اگلے باب میں شان صحابہ کرام سے متعلق قرآن کی چیدہ

چیدہ آیات اور چند احادیث مبارکہ تحریر کی گئی ہیں اور آخر میں خصوصاً حضرت بلالؓ کی شان عالیہ کے بارے میں سورہ انعام کی آیت نمبر (52) کے علاوہ احادیث نبوی کے تذکرے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

یہ کہنا سراسر بہتان اور بہت بڑا الزام ہے کہ اسلام میں ہیومن رائٹس کا تصور موجود نہیں ہے۔ سیدنا حضرت بلالؓ صہیب رومیؓ سلمان فارسیؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ غلام تھے۔ اسلام نے ان کو آزادی کی بیش قیمت نعمت عطا کی بلکہ انکی خوش بختی کے دروازے کھول دیئے غلاموں کو قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا تو ان میں سے باصلاحیت لوگوں کو کلیدی عہدوں پر فائز کیا گیا بلکہ ان میں سے بعض حکمران بنے۔ طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر غلام ہی تو تھے پھر برصغیر پاک وہند میں ایک عرصہ تک خاندان غلاماں کی حکمرانی رہی یہ شرف اور عظمت صرف اسلام نے بخشی۔ یہ کہنا کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے سیدنا حضرت بلالؓ کی درخواست کے جواب میں انکو زمین کا ٹکڑا دینے سے انکار کر دیا سراسر غلط ہے اور خصوصاً حضرت فاروق اعظمؓ کے عدل و انصاف پر حرف گیری کے مترادف ہے۔ سیدنا حضرت بلالؓ کو پانچ ہزار درھم سالانہ وظیفہ کی رقم بھی برابر ملتی رہی اور شام کے علاقے خولان میں سکونت کے دوران ان کو زرعی زمین بھی ملی ہوئی تھی جس پر وہ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ سب سے بڑھ کر سفید جھوٹ یہ ہے کہ ساری عمر انکی شادی نہیں ہوئی۔ سیدنا حضرت بلالؓ نے متعدد شادیاں کیں جنکا تفصیل سے ذکر آگے کیا گیا ہے۔ صرف اور صرف اسلام بانی اسلام اور اہل ایمان نے اولاد آدم کو انسانیت اور ہیومن رائٹس کا تحفہ دیا۔ لیکن مغرب کے اہل قلم دانشوروں مستشرقین محققین سیاسی مداریوں اور انکے بعض سلمان رشدی جیسے

ایمان فروش گماشتوں کو اسلام میں کوئی اچھی چیز نظر نہیں آتی کیونکہ اہل مغرب ہیومن رائٹس جمہوریت تحقیق اور آزادی فکر کی آڑ میں پوری دنیا کو غلام بنانے کے چکر میں ہے اور صرف اسلام اور اہل ایمان ہی مغربی استعمار کی راہ میں رکاوٹ نظر آتے ہیں۔ مغرب کے ان مذموم عزائم کی تکمیل کیلئے مسلم ممالک کی منصوبہ ساز اداروں مجالس قانون ساز اور مسند اقتدار پر جلوہ افروز بعض افراد کے علاوہ عالمی بنک اور آئی ایم ایف مصروف عمل ہیں اور انکی زبان سے بات کرتے ہیں۔

پروفیسر محمد طفیل چوہدری

شانِ صحابہ کرامؓ

قرآن اور حدیث کے تناظر میں

صحابہ کرام اجمعین وہ قدسی صفات جماعت ہے۔ جس نے کلام اللہ اور اس کے پیغمبر کی تصدیق فرمائی۔ اس امانت کو اپنے مقدس سینوں میں محفوظ رکھا اور آنے والی نسلوں کی راہ نمائی کیلئے ان کو من و عن منتقل کیا۔ یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور تربیت کا شرف حاصل ہوا اور جنہوں نے جمال ہمنشین کو اس درجہ جذب کر لیا تھا کہ خاک سے پاک ہو گئے تھے اور وہ صبتغہ اللہ کے رنگ میں رنگے گئے تھے جو کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے کیلئے حد درجہ حریص تھے۔ ان کے دماغ ارشاداتِ نبوی سے منور تھے صحابہ کرام وہ مقدس گروہ تھا جو محفلِ نبوی اور آپؐ کی درس گاہِ علم و حکمت کے فیض یافتہ اور پروردہ تھے جہاں آیات قرآنی کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور روحانی تربیت ہوتی تھی یہ وہ لوگ تھے جو اللہ کی رضا کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کیلئے ہر وقت کٹ مرنے کیلئے تیار رہتے تھے۔ جن کے ہاتھ میدان جہاد میں شمشیر بکف ہوتے اور پاؤں اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر راہِ جہاد میں گرد آلود ہوتے۔ جن کے کان ہمہ وقت حکم ربی پر گوش بر آواز ہونے اور معلم کتاب و اخلاق کے فرمودات کو اپنے لوحِ ذہن پر محفوظ کرتے جاتے۔ جن کی حیات اور

موت صرف اسلام کیلئے تھی۔

صحابہ کرامؓ شمع رسالتؐ کے پروانے اور آسمان نبوت کے درخشندہ و تابندہ ستارے ہیں جنہوں نے جہالت اور ضلالت کے اندھیروں کو مٹا کر دنیا میں علم و تہذیب کی روشنی پھیلائی اور توحید کا پرچم بلند کیا۔ انبیاء کرام کی جماعت کے بعد یہی لوگ ہیں جو اللہ و تعالےٰ کے برگزیدہ معزز و محترم اور محبوب بندے ہیں۔ اور جن کا مقام و مرتبہ اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول ﷺ کے نزدیک بہت بلند ہے جیسا کہ قرآن پاک کی آیات اور احادیث مقدسہ میں صاف صاف بیان کیا گیا۔ کسی کو بھی ان کے خلاف زبان درازی کی اجازت نہیں۔ گستاخِ صحابہ کے لئے سخت سزا کا حکم ہے۔

شانِ صحابہ اور قرآن

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝

سورۃ الفتح 48 آیت نمبر 18

ترجمہ:

بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہوا جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔ تو اللہ نے جو ان کو دلوں میں ہے جانا، ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

*

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

پارہ 11، سورۃ توبہ آیت نمبر 100

ترجمہ: اور (اسلام میں) سبقت اور پہل کرنے والے مہاجر اور انصار اور انکی نیک روش اختیار کرنے والوں سے اللہ راضی ہوا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے ہمیشہ نہریں بہتی رہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

*

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ
اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ
وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ

پارہ 27، سورۃ الحدید۔ آیت نمبر 10

ترجمہ: تم میں وہ برابر نہیں جنہوں نے فتح (مکہ) سے قبل خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ اور جہاد کیا۔ اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔

*

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ
وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا
وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ

پارہ 28، سورۃ الحشر۔ آیت نمبر 8

ترجمہ۔ (دیکھو) ان فقیر ہجرت کرنے والوں کو جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے۔ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ اور اللہ اور رسول کی مدد کرتے۔ وہی سچے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ
مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ
حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ
كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

پارہ 28، سورۃ الحشر۔ آیت نمبر 9

ترجمہ۔ جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا انہیں دوست رکھتے ہیں جو انکی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں اور جو چیز ان کو دی اسکی اپنی حاجت اپنے دلوں میں نہیں رکھتے۔ اور ان کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کو خود شدید ضرورت ہو اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچ جائیں وہی فلاح پانے والے ہیں۔

*

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۔

پارہ 22، سورۃ فاطر۔ آیت نمبر 32

ترجمہ: پھر ہم نے اپنے منتخب بندوں کو کتاب کا وارث بنایا۔

*

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ
الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ
يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ط اِنَّهٗ

بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

پارہ 22، سورۃ التوبہ۔ آیت نمبر 118

ترجمہ:

اللہ نے نبی پر اور مہاجروں اور انصار پر توجہ کی جو مشکل وقت میں جبکہ بعض مسلمانوں کے دل ڈگمگا چکے تھے نبی کے ساتھ رہے، پھر ان پر متوجہ رہا وہ ان پر بڑا ہی مہربان نہایت رحم والا ہے۔

*

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

پارہ 10، سورۃ التوبہ۔ آیت نمبر 88

ترجمہ:

لیکن رسول اور جوان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا ان ہی کیلئے بھلائیاں ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں

شانِ صحابہ اور حدیث

(۱) اَصْحَابِیْ کَالنَّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ

ترجمہ:

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ جس کی بھی پیروی کرو گے ھدایت پاؤ گے۔

(شرح مشکواۃ شریف مظاہر حق جلد ۱)

*

(۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا یَبْلُغُ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ (متفق علیہ)

ترجمہ:

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میرے صحابہ کو برا نہ کہو حقیقت یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس کا ثواب میرے صحابہ کے ایک مُد یا نصف مُد کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا"۔ (مسلم و بخاری)

(۳) وَعَنْ عِمْرَانِ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ اِنَّ بَعْدَ هُمْ قَوْمٌ یَّشْهَدُوْنَ وَ لَا یَشْهَدُوْنَ وَ یَخُوْنُوْنَ وَلَا یُؤْتَمَنُوْنَ وَ یَنْذُرُوْنَ وَلَا یَفُوْنَ وَیَظْهَرُ فِیْهِمُ السِّمَنَ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَ یَحْلِفُوْنَ وَلَا یُسْتَحْلِفُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ثُمَّ یَخْلُفُ قَوْمٌ یُحِبُّوْنَ السَّمَانَةَ .

ترجمہ:

اور حضرت عمران بن حسین کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میری امت کے بہترین لوگ میرے قرن (زمانہ) کے لوگ ہیں پھر وہ لوگ جوان سے متصل ہیں (یعنی تابعی) اور پھر ان قرنوں کے بعد جن لوگوں کا زمانہ آئیگا ان میں ایسے لوگ بھی ہونگے جو خود بخود گواہی دیں گے اور کوئی ان کی گواہی نہ چاہے گا۔ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو خیانت کریں گے اور ان کی امانت ودیانت پر اعتماد نہیں کیا جائے گا ایسے لوگ بھی ہونگے جو نذر مانیں گے اور اپنی نذر کو پورا نہیں کریں گے۔ اور ان میں موٹاپا فربہی پیدا ہوگی" اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اور ایسے لوگ بھی ہونگے جو (بلاوجہ) قسمیں کھائیں گے حالانکہ ان کو قسم نہیں دلائی جائے گی (بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں ابو هریرہ سے منقول ہے کہ ان لوگوں کے بعد ایسے لوگ پیدا ہونگے جو موٹاپے یعنی فربہی کو پسند کریں گے۔

(۴) عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْرِمُوْا اَصْحَابِىْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ الْكِذْبُ حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ لَيَحْلِفُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ اِلَّا مَنْ سَرَّهٗ. بَحْبُوْحَةُ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزِمَ الْجَمَاعَةَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفَذِّ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ وَلَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ ثَالِثُهُمْ وَمَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهٗ وَسَاءَتْهُ وَسَيِّئَتُهٗ فَهُوَ مُؤْمِنٌ (رَوَاهُ النِّسَائِىْ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ اِلَّا اِبْرَاهِيْمَ بْنَ الْحَسَنِ الْخَثْعَمِىْ فَاِنَّهٗ لَمْ يُخْرِجْ عَنْهُ الشَّيْخَانِ وَهُوَ ثِقَةٌ ثَبَتٌ).

ترجمہ:

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میرے صحابہؓ کی تعظیم و تکریم کرو کیونکہ وہ تمہارے برگزیدہ اور بزرگ ترین لوگ ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں یعنی تابعین پھر وہ لوگ جو ان کے (تابعین) قریب ہیں یعنی تبع تابعین اور اس کے بعد جھوٹ ظاہر ہو جائیگا یہاں تک کہ ایک شخص قسم کھائے گا در آں حالیکہ اس سے قسم کھانے کا مطالبہ نہ ہو گا اور گواہی دیگا حالانکہ اس سے گواہی دینے کو نہ کہا جائے گا یاد رکھو کہ جو شخص جنت کے بالکل درمیان (کہ جو جنت کی بہترین جگہ ہے) رہنا چاہتا ہے تو اسکو چاہئے کہ جماعت

لازم پکڑے کیونکہ شیطان اس شخص کا ساتھی بن جاتا ہے جو علیحدہ اور تنہا ہوتا ہے۔ شیطان تو دو شخصوں سے بھی (جو اجتماعیت اور اتحاد کے ساتھ ہیں) دور بھاگتا ہے اور ہاں کوئی شخص تنہائی میں کسی غیر محرم عورت کے ساتھ ہر گز نہ ٹھہرے کیونکہ ان کا تیسرا ساتھی شیطان ہوتا ہے (جو ان دونوں کو بھکانے سے ہر گز نہیں چوکے گا)

*

(۵) وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ اَوْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ

(رواہ الترمذی)

ترجمہ:

اور حضرت جابرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا! اس شخص کو (دوزخ کی) آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا ہو یا اس شخص کو دیکھا ہو جس نے مجھے دیکھا ہو۔ (ترمذی)

(٦) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ اللّٰہَ اللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشَکُ

اَنۡ یَّاۡخُذَہٗ (رواہ الترمذی و قال ھذا حدیث غریب)

ترجمہ:

اور عبداللہ بن مغفلؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا! اللہ سے ڈرو پھر اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے حق میں۔ میرے بعد ان (صحابہؓ) کو نشانہ ملامت نہ بنانا (یادرکھو) جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے تو وہ میری وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے۔ اور جو شخص ان سے دشمنی رکھتا ہے تو وہ مجھ سے دشمنی رکھنے کے سبب انکو دشمن رکھتا ہے اور جس شخص نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے گویا مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس شخص نے مجھ کو اذیت پہنچائی اس نے گویا خدا کو اذیت پہنچائی اور جس شخص نے خدا کو اذیت پہنچائی تو وہ دن دور نہیں جب خدا اس کو پکڑے گا۔

(۷) عَنۡ اِبۡنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیۡتُمُ الَّذِیۡنَ یَسُبُّوۡنَ اَصۡحَابِیۡ فَقُوۡلُوۡا لَعۡنَۃُ اللہِ عَلٰی شَرِّکُمۡ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا! جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو بُرا کہتے ہیں تو تم کہو اللہ کی لعنت ہو تمہاری بری حرکت پر۔ (ترمذی)

ابن عدی حضرت عائشہؓ سے بطریق مرفوع نقل کیا ہے کہ:

اِنَّ اَشۡرَارَ اُمَّتِیۡ اَجۡرَؤُھُمۡ عَلٰی اَصۡحَابِیۡ۔

ترجمہ:

بلاشبہ میری امت کے بُرے لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ
کے بارہ میں گستاخ ہیں (شرح مشکواۃ)

شانِ بلالؓ نگاہِ باری تعالےٰ میں

ہر زمانہ میں مادہ پرست اور نخوت شعار لوگوں نے دولت و ثروت کو ہی شرف و رذالت اور عزت و ذلت کا محور اور معیار ٹھرایا ان لوگوں کی روشِ کہن یہی رہی کہ مالدار کو رؤسا اور شرفاء کا نام دیا اور غریب و مفلس کو حقیر اور رذیل جانا حالانکہ یہ عقیدہ و نظریہ سراسر باطل ہے۔ عظمت و بزرگی کا معیار مال و دولت کو ٹھرانا دنیا پرست لوگوں کی خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔

تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ ہر زمانہ میں انبیاء کرام کی دعوتِ حق کے اتباع اور قبولیت میں پہل اپنی بصیرت اور اخلاقِ صالحہ کی بنا پر مفلس اور غریب لوگوں نے کی۔ اس کے برعکس مال و دولت کے نشے اور کبر و نخوت میں ڈوبے ہوئے رؤسا و شرفاء دعوتِ حق کو قبول کرنے سے باز رہے۔ انہوں نے دعوتِ حق کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ دعوتِ حق کو قبول کرنے والے ضعفاء اہل ایمان کو رذال و انفار کہا۔ چنانچہ نوحؑ کی قوم نے ان کی دعوت کے متبعین غریب لوگوں کو اسی معیار سے رذیل کہہ کر یہ اعتراض کیا ہم ان رذیل لوگوں کے ساتھ نہیں ٹھر سکتے اگر آپ چاہتے کہ ہمیں کوئی پیغام سنائیں تو ان غریب و غربا کو اپنے پاس سے نکال دیجئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائے تبلیغ کے زمانہ میں غالب تر حصہ اُن مردوں عورتوں اور غلاموں کا تھا جو کمزور اور نچلے درجے کے لوگ تھے امیروں اور سرداروں میں

بہت کم ایمان لائے تھے۔ ہر قل شاہِ روم نے ابو سفیان سے پوچھا تھا کہ کیا قوم کے بڑے لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں یا غریب لوگ؟ تو ابو سفیان نے کہا تھا کہ ضفاء اور غرباء زیادہ تر پیرو ہیں۔ تو ہر قل نے کہا تھا رسولوں کی پیروی پہلے ایسے لوگوں نے کی۔ قریش کے آئمۃ الکفران مومن ضفاء کا مذاق اڑاتے تھے اور تشدد کرتے تھے اور ان سے سخت نفرت کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں رؤساء قریش کی ایک جماعت آئی وہاں حضرت خبابؓ، حضرت صہیب رومیؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت بلالؓ بیٹھے ہوئے تھے تو شرفاء قریش نے کہا اے محمدؐ! کیا تم کو قوم کے یہ لوگ پسند ہیں۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ ہمیں چھوڑ کر اللہ نے ان پر احسان کیا ہے؟ ہم ان کے گروہ میں مل کر کیسے تمہارے تابع بن سکتے ہیں۔ تم انہیں پاس سے ہٹادو تو پھر ہم تمہاری پیروی کریں گے۔

تو اللہ وتعالےٰ نے سیدنا حضرت بلالؓ اور آپؐ کے رفقاء کی شان وعظمت کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی ۔

وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ
یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ
وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ
فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ (پارہ 7، سورۃ انعام۔ آیت نمبر 52)

ترجمہ: (اے نبی) اور ان لوگوں کو مت دور کر اپنے سے جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اسکی (خاص) خوشنودی چاہتے ہوئے ان کا حساب ذرا بھی

آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں ورنہ آپ (ان کو) اپنے سے دور کر کے ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ و تبارک تعالےٰ نے سیدنا حضرت بلالؓ اور آپ کے رفقاء کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کو زور دیکر (تنبیہ کے انداز) ھدایت فرمائی ہے یہ صحابہ کرام جو ہر وقت میری رضا جوئی کی خاطر مصروف عبادت رہتے ہیں میرے مقبول و محبوب بندے اور میرے خاص مقربین ہیں بظاہر تو مفلس اور غریب ہیں لیکن در حقیقت دولت ایمان سے مالا مال ہیں۔ اے نبی ﷺ قریش کے مال و جاہ میں مست اور مغرور و متکبر شرفاء کی خاطر ان معزز صحابہ کرام کو دور نہ رکھ جس کو یہ سرداران قریش محض غربت کی بنا پر حقیر سمجھتے ہیں۔ ان صحابہ کرام کی ظاہری خستہ حالی کی بنا پر ان کو ذلیل و حقیر سمجھنے کا کسی کو کوئی حق نہیں۔ خدا کے نزدیک معزز شریف صرف حق شناس لوگ ہی ہیں جو محسن کا حق پہچانتے ہیں تا کہ وہ جو رات دن اپنے منعم اور محسن کی نعمتوں میں کھیلنے کی باوجود اسکی نافرمانی کرتے ہیں لہذا ان لوگوں کی خاطر اپنا وقت ضائع نہ کریں اور انکی ایمان کی فکر میں ان معزز و محترم صحابہ کرام کے حقوق میں غفلت نہ ہو جو اللہ کی آیات پر ایمان لائے اور صبح و شام اس کی عبادت و اطاعت میں سرگرم ہیں۔

ان آیات میں سیدنا حضرت بلالؓ اور آپ کے ساتھی صحابہؓ کے مقام و مرتبہ کو اللہ و تعالےٰ نے ایک خاص انداز میں واضح فرمایا ہے وہ یہ کہ سرداران قریش کے غرور پر ضربِ کاری لگائی ہے۔ صحابہ کرام کو حقیر سمجھنے والے شرفاء کو اللہ تعالےٰ نے براہِ راست مخاطب کرنا بھی مناسب نہ سمجھا اور بات ان کو مخاطب کرنے کی بجائے پیغمبر اعظم ﷺ کو مخاطب کر کے کہی گئی ہے تا کہ ان پر واضح ہو

جائے کہ وہ اس قابل بھی نہیں۔ کہ ان کو براہِ راست مخاطب کر کے ان کو جواب دیا جائے مطلب یہ ہے کہ لوگ بکواس کرتے ہیں ان کو بکواس کرنے دو اگر صحابہ کرام کا محفل نبوی میں بیٹھنا ان کے اسلام لانے کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ تو وہ جس جہنم میں چاہیں گریں تم پر ان کی ذمہ داری نہیں جو خدا کے طالب بن کر تمہارے پاس آئے ہیں تم انکو ہرگز نہ دھتکارو تمہاری ذمہ داریاں تم پر ہیں اور کل کو یہ تمہاری طرف سے ذمہ دار نہ ہونگے کہ تم انکی خاطر ان لوگوں (صحابہ کرام) کے حقوق نظر انداز کرو جو تمہاری توجہ اور شفقت کے اصلی حقدار ہیں۔

****

شانِ بلالؓ ارشادات نبوی کے آئینہ میں

سیدنا حضرت بلالؓ کی شخصیت خاص عظمت کی حامل ہے۔ سیدنا حضرت بلالؓ کو فخرِ موجودات محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی سے بے پناہ محبت کے باعث شہرت دوام حاصل ہوئی۔ آپؓ رسولِ خدا احمد مصطفےٰ ﷺ کے سچے عاشق اور شیدائی تھے۔ دربارِ نبویؐ سے سیدنا حضرت بلالؓ کو موذنِ اسلام اور خازن و خادمِ سرکار (جناب رسول اللہ ﷺ) کا شرف حاصل ہے۔ سیدنا حضرت بلالؓ شمع رسالت کے پروانے اور جاں سپار صحابی تھے آنحضور ﷺ کی نگاہِ اقدس میں سیدنا حضرت بلالؓ کی قدرو منزلت اور عظمت کا اندازہ مندرجہ ذیل احادیثِ مبارکہ سے بخوبی ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ سرورِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

"بلالؓ جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگا"

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے پوچھا! یارسول اللہ ﷺ آپؐ سے بھی پہلے؟ فرمایا! ہاں مجھ سے بھی پہلے۔ میں جس ناقہ پر سوار ہونگا اس کی مہار بلالؓ نے تھام رکھی ہوگی۔ اسطرح وہ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ کیا شان ہے عاشق صادق کی اور اسوقت انکی عظمت کا کیا عالم ہوگا جب یہ عاشق نبی محترم ﷺ کی قصوا کی مہار تھامے جنت کی معطر و مطہر فضاؤں میں داخل ہو رہا ہوگا۔

۲۔ حضرت عائذ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ابو سفیان (حالتِ کفر میں) کا گذر حضرت سلمان فارسیؓ حضرت صہیب رومیؓ اور سیدنا حضرت بلالؓ کے قریب سے ہوا جو صحابہ کرامؓ کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ ابو سفیان کو دیکھ کر ان لوگوں نے کہا! ابھی اللہ و تعالےٰ کی تلواروں نے اس دشمنِ خدا کی گردن کو نہیں اتارا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ سن کر فرمایا! کیا تم قریش کے سردار کے بارے میں ایسا کہتے ہو؟ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ابو بکرؓ شاید تم ان لوگوں (حضرت سلمانؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ) کو ناراض کر دیا۔ اگر تم نے ان کو ناراض کر دیا ہو گا تو اپنے رب کو ناراض کیا ہو گا۔

یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ ان صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے پاس تشریف لائے اور فرمایا! میرے بھائیو! کیا میں نے تم کو ناراض کر دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ "نہیں" ہمارے بھائی اللہ تعالےٰ تمہیں معاف فرمائے۔ (مسلم شریف)

۳ ایک صبح حضرت بلالؓ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ انہوں نے گذارش کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں (آج) روزہ دار ہوں۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلالؓ کا رزق جنت میں محفوظ ہے۔ پھر فرمایا کہ اے بلالؓ کیا تمہیں علم ہے۔ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح میں مشغول رہتی ہیں اور اس کے لئے استغفار کرتی ہیں جب تک اس کے پاس کچھ کھایا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

۴۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے حضرت بلالؓ سے نمازِ فجر کے وقت فرمایا کہ اے بلالؓ مجھے بتاؤ کہ تم نے اسلام قبول کرنے کے بعد ایسا کونسا عمل کیا ہے جس (کی قبولیت) کے متعلق دوسرے اعمال سے زیادہ امید رکھتے ہو۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا میں نے تو کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو اور باقی تمام اعمال سے زیادہ امید دلانے والا ہو (البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ) بلاشک رات میں یا دن میں جب کبھی میں نے وضو کیا تو اس سے اپنے مقدر کی (کچھ نہ کچھ) نماز (نماز تحیة الوضو) ضرور پڑھی۔ یہ سنکر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اسی عمل کی وجہ سے تم کو یہ رتبہ ملا (یعنی جنت میں حضور ﷺ نے معراج کی شب حضرت بلالؓ کے قدموں کی آہٹ سنی)۔

۵۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو اپنے آگے قدموں کی چاپ (آہٹ) سنی۔ میں نے حضرت جبرائیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ بلالؓ ہیں (مسلم شریف)

۶۔ ارشاد نبویؐ ہے:

" اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَ الْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمِنٌ "

ترجمہ: امام ذمہ دار ہے اور مؤذن امانت دار ہے۔

شافع روزِ محشر جناب رسول اللہ ﷺ مسلم امہ کے پہلے امام ہیں اور سیدنا حضرت بلال حبشیؓ پہلے مؤذن یعنی امانت دار ہیں۔

۷۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ نے اپنی کتاب ضیاء النبی جلد سوم صفحہ

398 پر رقم کیا ہے کہ حاکم نے وائلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خَیْرُ السُّوْدَانِ لُقْمَانُ وَ بِلَالُ وَ مَهْجِعُ"

ترجمہ: کہ سیاہ فاموں میں تین آدمی سب سے بہتر ہیں۔ لقمان، بلال اور مہجع۔

۸۔ مشکواۃ شریف کی شرح مظاہر حق جدید جلد پنجم صفحہ 877 پر تحریر ہے کہ سیدنا حضرت بلالؓ کی فضلیت اور بزرگی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا:

"سابقین چار ہیں۔ میں سابقِ عرب ہوں بلالؓ سابقِ حبشہ ہیں صہیبؓ سابق روم ہیں اور سلمان سابقِ فارس ہیں" (بخاری شریف)

۹۔ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"میں جنت میں سب سے پہلے داخل کیا جاؤں گا اور میرے ناقے کی مہار تھامے بلالؓ مجھ سے آگے آگے پیدل چل رہا ہوگا"

****

تذکرہ حضرت بلالؓ

قرآن کریم خداوند قدوس رب العلمین کی مقدس اور لاریب کتاب ہے جو قادر مطلق کل شئی قدیر خدا نے اپنے محبوب پیغمبر نبی آخر الزماں جناب محمد مصطفےٰ ﷺ پر تمام جہانوں کے جن وانس کی راہ نمائی خصوصاً فرزندان آدم (تمام اولاد آدم بشمول مرد وزن) کی ھدایت کے لئے نازل فرمائی خدائے عظیم اور حی وقیوم اس کا کلام بھی بے مثل اور لاجواب اور اس کا محبوب ترین پیغمبر ختم المرسلین جسے رب العلمین نے رحمۃ اللعلمین، انی رسول اللہ الیکم جمیعاً اور کافۃ للناس بشیراً و نذیراً کے عظیم لقب اور فریضہ سے نوازا بلاشبہ پیغمبر اعظم و آخر سب جہانوں کے رہبر و راہ نما اور خدا کے محبوب ترین اور برگزیدہ پیغمبر ہیں۔ پیغمبر اعظم و آخر پر نازل کیا گیا کلام الٰہی اور محبوب خدا کی حیات طیبہ کا ہر عمل بنی نوع انسان کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ کتنے عظیم المرتب اور ذی شان ہیں وہ لوگ جنہیں خدا کے آخری نبی، ختم المرسلین اور سرور انبیاء ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ و تعالےٰ نے ان کی شان میں اپنی مقدس کتاب میں آیات کریمہ نازل فرمائیں اور خود نبی محترم و مکرم نے اپنی زبان مبارک سے ان قدسی صفات صحابہ کرام کی تعریف اور عظمت بیان فرمائی اور انہیں بشارتیں دیں۔ پیغمبر خدا ﷺ کے جاں نثار اور جاں سپار صحابہ کرام میں سے ہر ایک معزز و محترم اور انتہائی قابلِ احترام ہے لیکن ان میں سے سیدنا

حضرت بلال حبشیؓ کو دربار خداوندی اور دربار نبویؐ میں جو مقام و مرتبہ حاصل ہوا وہ مقام بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔ ان کے قبول اسلام کے قبل اور بعد کے حالت و واقعات پر ایک نظر ڈالی جائے۔ تو سیدنا حضرت بلالؓ خداوند کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقربین سابقون الا و لون اور محبوب ترین صحابہ کوام میں سے ارفع و اعلیٰ مقام پر نظر آتے ہیں آپ کا شمار ابتدا میں مشرف بہ اسلام ہونے والی برگزیدہ ہستیوں میں ساتویں نمبر پر ہوتا ہے آپؓ ہی وہ عظیم صحابی ہیں جن کو اسلام کے اولین مؤذن اور نقیب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپؓ ہی وہ خوش نصیب ہستی ہیں جن کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے (ظہور قدسی سے لیکر رحلت تک) خادم و خازن ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپؓ ہی اہل بیت نبوی کے خادم باوفا تھے۔ مسجد نبوی اور خانہ کعبہ اور بیت المقدس میں سب سے پہلی اذان دینے کی سعادت و شرف آپؓ کے حصے میں ہی آئی۔ سیدنا حضرت بلالؓ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن کے حصے میں سرداران قریش کے قہر و غضب ظلم و ستم اور تشدد و تعذیب کا بڑا حصہ آیا۔ مدینہ کی طرف ہجرت کے پُر صعوبت اور خطرناک سفر میں آپؓ نے چھ مردوں دو عورتوں اور تین بچوں کے قافلے کی رہبری اور قیادت کی۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں ابتدائی مرحلے سے تکمیل تک آپؓ نے پُر جوش حصہ لیا۔ تمام غزوات میں بھرپور شرکت فرما کر ایک عظیم مجاہد کا کردار ادا کیا۔

غزوہ بدر میں شعبہ سپلائی (رسد کی فراہمی) کے آفیسر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب تھے کہ فجر کے وقت آپ کو جگانے کا فریضہ ان کے ذمہ تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد رنج والم کے سبب حضرت بلالؓ اتنے ناتواں ہو گئے کہ زینوں پر چڑھ کر اذان دینے کے اہل نہ رہے۔

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے تقریباً بارہ سال بعد ملک شام میں ان کا انتقال ہوا۔

سیدنا حضرت بلالؓ کی حیات مبارکہ کے یہ خاص خاص پہلو ہیں لیکن صرف اتنا مواد کسی عظیم شخصیت کے تذکرے کے لئے کافی نہیں۔ خصوصاً سیدنا حضرت بلال بن رباح جیسے بلند پایہ صحابی کی شخصیت جو ایک خصوصی عظمت کی حامل ہے کے تذکرے کے لئے اسلام لانے کے بعد سے رحلت تک چوبیس سال کے عرصہ تک حضور سرورِ کونین کے ساتھ رہے۔

آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر واقعہ سیدنا حضرت بلالؓ کی حیات مبارکہ کا بھی واقعہ تھا۔ مختصر یہ کہ دورِ نبوی کی پوری تاریخ حضرت بلالؓ کی زندگی سے پیوستہ ہے لیکن تعجب اور انتہائی حیرت کی بات ہے کہ بہت کم مسلمانوں نے ان کے بارے میں جاننے اور ان کی زندگی کے حالات و واقعات کے متعلق کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت محسوس کی۔

اسکی وجہ شاید لوگوں کے نزدیک انکی حیات مبارکہ کا غالب پہلو بے پناہ عشقِ رسول ہو اور لوگ ان سے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے دیوانہ وار محبت اور عشقِ صادق کے جذبے کے پیش نظر ان کی محبت میں اسقدر کھو گئے کہ ان کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں کے متعلق جاننے اور لکھنے کو ضروری نہ سمجھا ہو۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ سیدنا حضرت بلال رسول اللہ ﷺ کے دیوانے اور سچے عاشق تھے رسول کریم سے ان کی محبت کے جذبہ کو الفاظ کے پیمانے سے ناپنا بہت مشکل ہے۔ محبت کے اسی جذبہ سے بے پناہ شہرت دوام ملی

اور اسی جذبہ صادق کی بنا پر سیدنا حضرت بلالؓ سے لوگوں نے اسقدر محبت کی کہ وہ لوگوں کے جذبات میں اسطرح رچ بسے رہے کہ کم لوگوں نے ان کی زندگی کے دیگر پہلوؤں پر توجہ دینے کی ضرورت محسوس کی۔ اور عشقِ رسول ﷺ ہی سیدنا حضرت بلالؓ کی پہچان بن گئی۔

شاعر مشرق حکیم الامت علامہ اقبال فرماتے ہیں :

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے

رومی فنا ہوا اور حبشی کو دوام ہے۔

حیف اور صد حیف کہ اسلام کے اس مایہ ناز سپوت، گوہر نایاب خصوصی عظمت کی حامل شخصیت اور رسول اللہ ﷺ کے عاشقِ صادق کے حالات زندگی بہت کم لکھے گئے ہیں چنانچہ سیدنا حضرت بلالؓ کی شخصیت کی اہمیت کو اس دور جدید اور الحادی فضا میں اجاگر کرنے کے لئے ابتدائی ابواب میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کتاب میں مستند کتب کے حوالے سے ان کی حیات مبارکہ کے ان تمام حالات وواقعات کی تاریخی نکتہ نظر سے نقاب کشائی کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو عام لوگوں کو نظر سے اوجھل اور پنہاں تھے۔ کتاب ھذا میں حضرت بلالؓ کے حالات زندگی تحریر کرتے وقت جذباتی انداز کے علی الرغم تحقیقاتی اعتبار سے جو واقعات درست ہیں کو ہی اس میں جگہ دی گئی ہے تاکہ سادہ لوح مسلمانوں کو اصل واقعات اور حقائق سے آگاہی حاصل ہو اور وہ اغیار اور ایمان فروش اہل قلم کی اتہام اور بہتان طرازیوں سے متاثر نہ ہوں اور ان کی مذموم سازشوں کا شکار نہ ہوں۔

سیدنا بلالؓ کا حسب و نسب

آپ کا نام بلال کنیت عبدالکریم اور بعض کے مطابق آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور بعض لوگ کہتے ہیں ابو عمر۔ آپ کی والدہ کا نام حمامہ تھا اور والد کا نام رباح تھا۔ آپ کے ایک بھائی تھے جن کا نام خالد تھا اور ایک بہن تھی جن کا نام عفرہ تھا۔

الحاج مولانا شاہ معین الدین ندوی نے سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ 207 پر تحریر کیا ہے کہ آپ حبشی نژاد غلام تھے۔ مکہ میں پیدا ہوئے اور بنی جمح کے غلام تھے لیکن ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی اپنی کتاب "حضرت بلال" کے صفحہ ۱۴ پر رقم طراز ہیں کہ آپ کے خاندان کا تعلق ان قبائل سے تھا جو قدیم زمانہ سے حبشہ اور یمن کے درمیان آباد تھے اس لئے ان میں کلیتہً حبشی و زنجی اوصاف پائے جاتے تھے اور نہ ہی کلیتہً وہ سامی النسل کی خصوصیات کے حامل تھے۔ آپؓ مکہ میں پیدا ہوئے اور بعض کے قول کے مطابق آپ کی جائے پیدائش سراۃ ہے۔

اسد الغابہ جلد دوم صفحہ ۹ پر مذکور ہے کہ آپؓ مکہ کے مولدین (جو خاص عرب نہ ہوں) میں سے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ سراۃ کے مولدین میں سے تھے۔ بنی جمح کے غلام تھے۔ H.A.L. کریگ کی کتاب "بلال" کے مترجم پروفیسر ڈاکٹر سجاد باقر رضوی نے صفحہ ۱۸ پر سیدنا حضرت بلالؓ کی زبانی لکھا ہے:

”میں نے ایک بار اپنے ماں باپ کو رنگوں کے بڑے بڑے برتنوں کی بھاپ میں کام کرتے ہوئے چمڑہ رنگنے والے احاطے میں دیکھا۔ میرے باپ کی بے پناہ قوت کو اسطرح نچوڑا گیا تھا اور وہ اتنی گھٹ گئی تھی کہ جو عمر پوری مردانگی کی ہونی چاہیے وہ اس کا بڑھاپا بن گئی۔ میری ماں کھانس رہی تھی وہ ہمیشہ کھانستی ہی رہی تھی یہاں تک کہ کھانستے کھانستے اس کی جان نکل گئی“

آگے چل کر سیدنا حضرت بلالؓ کا اپنے والدین کے بارے بیان ہے کہ :

وہ بحیرہ احمر کے اس پار سے آئے ہوئے حبشی تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیسے غلام بنے یہ بات انہوں نے کبھی نہیں بتائی ۔ فراموشی کے باعث یہ قابلِ برداشت ہو گئی تھی حالانکہ میری ماں نے ایک بار کہا تھا کہ گو میں غلام پیدا ہوا لیکن میرا نطفہ آزادی کی حالت میں ٹھہرا تھا۔ لہذا یہ مجھے معلوم تھا کہ اپنی زندگی کی سب سے زیادہ پُر اسرار حالت یعنی صورتِ حمل میں، میں غلام نہیں تھا۔

بلاشبہ کتاب ” بلالؓ “ کی تحریر بڑی دلپزیر ہے اور مترجم پروفیسر ڈاکٹر سجاد باقر رضوی نے نہایت خوبصورت پُر کشش اور دل میں اتر جانے والے انداز سے ترجمہ کیا ہے لیکن مصنف اور مترجم نے کتاب میں دئے گئے حالات و واقعات اور حقائق ماخذ اور ذریعہ معلومات کا کہیں بھی حوالہ نہیں دیا یہ انداز خوبصورت اور دل آویز تو ضرور ہو سکتا ہے لیکن تحقیق و تدقیق کے معیار کے بر عکس اور متضاد ہے۔

تاہم یہ بات ثابت شدہ ہے کہ آپ غلام ابن غلام تھے اور ان کے والد رباح حبشہ سے نقل مکانی کر کے جزیرۃ العرب میں سراۃ کے مقام پر آباد ہو گئے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے والدین بعد میں مکہ میں آگئے ہوں۔ بہر حال آپ مکہ

میں پیدا ہوئے اگرچہ آپ کی جائے پیدائش کے بارے میں اختلافی روایات ملتی ہیں لیکن نبو جمح مکہ میں آباد تھے۔

سیارہ ڈائجسٹ جنوری ۱۹۹۵ (صحابہ نمبر) میں صفحہ ۱۲۲ پر تحریر ہے:

"آپ کے والد حبشی تھے۔ وہ اپنی اہلیہ حمامہ کے ہمراہ مستقلاً مکہ میں آبسے تھے اور قریش کے خاندان نبو جمح کی غلامی اختیار کر لی تھی اس غلامی کی حالت میں بعثت نبویؐ سے تقریباً اٹھائیس برس پہلے رباح اور حمامہ کے فرزند بلالؓ پیدا ہوئے۔ بلالؓ نے ہوش کی آنکھیں کھولیں تو چاروں طرف کفر و شرک کی ضلالت کو محیط پایا۔ ان کا آقا امیہ بن خلف جمحی بھی مشرک تھا اسی کی غلامی میں انہوں نے زندگی کے اٹھائیس برس گذار دیئے"۔

سیدنا حضرت بلالؓ کے مقام پیدائش کے بارے میں جس طرح اختلاف ہے اسی طرح ان کی تاریخ پیدائش کے بارے میں بھی متضاد بیانات ملتے ہیں۔ مذکورہ بالا پیرہ میں انکی پیدائش کے بارے میں تحریر ہے کہ آپ ظہور قدسی سے اٹھائیس برس پہلے پیدا ہوئے جبکہ سید محمد عامر گیلانی نے اپنی تالیف "عاشقِ رسولؐ حضرت بلالؓ" کے صفحہ ۱۴ پر تحریر کیا ہے کہ مستند ترین روایت یہ ہے کہ آپؓ ہجرت سے تقریباً ۴۳ برس قبل پیدا ہوئے۔ مؤلف موصوف نے اس کا ذکر کہیں نہیں کیا کہ یہ مستند ترین روایت کس کی ہے اس کا راوی اور ماخذ کیا ہے۔

سیدنا حضرت بلالؓ کی سیرت و سوانح کی کتب میں آپ کے حبشی النسل اور غیر حبشی ہونے کے موضوع پر بھی گرما گرم بحث پائی جاتی ہے اوپر سیارہ ڈائجسٹ کے حوالے سے دیے گئے پیرے میں انہیں حبشی النسل لکھا گیا ہے۔ اُسد الغابہ میں سیدنا

حضرت بلالؓ کے والدین کو مولدین کہا گیا ہے جسکا مطلب کہ آپ کا خالص عرب ہونا ہے۔ سیر الصحابہ جلد دوم ۱۴۱ صفحہ ۲۱۴ پر الحاج مولانا شاہ معین الدین ندوی نے طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث ۱۴۹ کے حوالے سے لکھا ہے۔

"تواضع وخاکساری ان کی فطرت میں داخل تھی لوگ ان کے فضائل ومحاسن کا تذکرہ کرتے تو فرماتے۔ میں صرف ایک حبشی ہوں جو کل تک معمولی غلام تھا"۔

حلیہ :

سیدنا حضرت بلالؓ کا حلیہ أسد الغابہ میں جلد دوم صفحہ ۱۴ پر اسطرح رقم ہے۔" حضرت بلالؓ کا رنگ تیز گندمی تھا۔ آپ نحیف الحبثہ تھے۔ پنڈلیوں پر گوشت کم تھا اور قد طویل القامتہ تھا۔" طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث صفحہ ۱۷ پر بھی آپ کے حلیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ" آپ کا قد نہایت طویل، جسم لاغر، رنگ نہایت گندم گوں بلکہ مائل بہ سیاہی، سر کے بال خمدار، گھنے اور اکثر سفید تھے۔"

کتاب عاشق رسولؐ حضرت بلالؓ کے مؤلف ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی نے بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر سائیس کی کتاب "الاجناس القدیم" کے حوالے سے حباش کے بارے میں لکھا ہے کہ حبشیوں یا کالوں کا چہرہ لمبوترہ اور نتھنے کشادہ ہوتے ہیں۔ ان کی ٹھوڑی سکڑی ہوئی ہوتی ہے مگر پتلی ہوتی ہے ان کے دانت بڑے ہوتے ہیں۔ انکی عقل کی داڑھ جلد نکل آتی ہے لیکن دیر بعد ٹوٹتی ہے ان کے ہونٹ موٹے اور بھدے ہوتے ہیں۔ انکی کھوپڑی چپٹی ہوئی اور بازو لمبے ہوتے

ہیں۔ انکی پنڈلی کا گوشت موٹا اور بھدا ہوتا ہے۔ ان کے پیر کی ہڈی پھیلی ہوئی اور انگوٹھا اکڑا ہوا ہوتا ہے۔ فنون کی طرف ان کا میلان بالعموم کم ہوتا ہے البتہ گانے بجانے کا شوق رکھتے ہیں غور و فکر کی دعوت انہیں زیادہ متاثر نہیں کرتی۔

اہل عرب اجناس اور انسانی نسلوں کے خدوخال کی بڑی پہچان رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت بلالؓ کے اوصاف میں چپٹی ناک اور گھنگریالے بالوں کا کہیں ذکر نہیں کیا اور یہ دونوں صفات حامی النسل لوگوں میں پائی جاتیں۔

مؤلف موصوف نے حضرت بلالؓ کا حلیہ یہ لکھا ہے کہ آپ کا رنگ تیز گندمی یعنی سیاہ تھا۔ جمہور کی رائے میں آپ حبشی مولدین میں سے تھے۔ نحیف الجبثہ اور طویل القامت تھے آپ کی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح چمکتی تھیں۔ رخساروں پر گوشت کم تھا۔ سینہ کشیدہ تھا اور آواز بہت بلند اور بارعب تھی آپ کے جسم پر کثرت سے بال تھے لیکن داڑھی مبارک ہلکی تھی۔

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک سیدنا بلالؓ کے رنگ کی سیاہی سر کے بالوں کی کثرت، گھنگریالے بالوں کا نہ ہونا، ناک کا چپٹا نہ ہونا اس بات کی علامت ہے کہ آپ حبشی مولدین میں سے تھے۔ آپ کلیتہً حبشی و زنجی یعنی حامی النسل تھے اور نہ کلیتہً آپ سامی النسل تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا کہ آپ والد کی طرف سے عرب اور ماں کی طرف سے غیر عرب تھے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے والد کا تعلق ان قبائل سے تھا جو قدیم زمانہ سے حبشہ اور یمن کے درمیان آباد تھے۔ حضرت بلالؓ کے والد کا عرب ہونا اور والدہ کا غیر عرب ہونا تو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کے والدین عرب تھے کیونکہ نسل کا تعلق اور شمار والد سے ہوتا

ہے اس لئے یہ آپ کے والدین کو عرب کہنا زیادہ درست اور قرین قیاس ہے لیکن یہ بات ثابت شدہ ہے کہ آپ کے والد حبشی النسل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مورخین نے سیدنا حضرت بلالؓ کے نام کے ساتھ حبشی کا لفظ چسپاں کیا ہے یعنی آپ کو سیدنا حضرت بلال حبشیؓ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے خود آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت بلالؓ بن رباح ایک غریب و ضعیف حبشی النسل تھے اس طرح ان کی بحث سے حضرت بلالؓ کا غیر حبشی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ابن سعد جو عربی النسل مورخ ہیں نے آپ کے بالوں کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ سیدنا حضرت بلالؓ کے بال خمدار تھے اور رنگ تیز گندمی تھا جو ان کے حبشی النسل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ تاہم ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی صاحب نے رنگ و نسل کی اس بحث کے آخر میں ایک خوبصورت نکتہ کو واضح انداز میں بیان کیا ہے کہ سیاہ فام لوگوں میں رنگ کی سیاہی جسمانی کھال کی گہرائی تک نہیں ہوتی بلکہ کھال کی اوپر کی جھلی تک محدود ہوتی ہے جسے ہم بشرہ کہتے ہیں لہذا محض جلد کے رنگ کا سیاہ ہونا کسی انسان کے کمتر یا اندر سے سیاہ ہونے کی علامت نہیں جس کی وجہ سے اسے کمتر سمجھا جائے۔

اسلام وہ پہلا اور منفرد مذہب ہے جس نے آج سے چودہ صدیاں قبل رنگ و نسل کے امتیازات کے بت پاش پاش کر کے اور کالے گورے عجمی و عربی اور امیر و غریب کے فرق اور فاصلے مٹا کر اولاد آدم کے تمام افراد کو یکساں مقام و حیثیت عطا کی۔ اس کی مثال سرور انبیاء ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی جماعت ہے جس میں ایک طرف سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ جیسے خلفاء راشدین اور اہل مکہ کے معزز ترین

خانوادوں سے تعلق رکھنے والی ہستیاں ہیں اور دوسری طرف انہیں نفوس قدسیہ کے درمیان شان و عظمت کے ساتھ زندگیاں بسر کرنے والے حضرت صہیب رومیؓ، حضرت خبیبؓ، حضرت عمارؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور خصوصاً حضرت بلالؓ بن رباح بھی ہیں جو ایک غریب و ضعیف حبشی النسل غلام تھے۔

یہاں میں ایام جاہلیت کے غیر انسانی روے پر مختصر روشنی ڈالنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ اس دور میں جبکہ دنیا میں چاروں اطراف ضلالت و گمراہی کا دور دورہ تھا۔ عرب معاشرے میں غلاموں کی حالت بہت خراب تھی۔ عربوں کا جاہل طبقہ غلاموں پر انتہائی مظالم ڈھاتا تھا۔ ہر غلام کا حال اس غریب نادار اور محتاج سے بدتر تھا جو نسبی لحاظ سے رذیل و حقیر سمجھا جاتا تھا۔ ایسے لوگ ہمیشہ ظلم و تعذیب کا شکار اور سماج کی نفرت و حقارت کا نشانہ تھے۔ وہ کسی ایسے نظام کے منتظر تھے جس میں ان کی ان مظالم سے گلو خلاصی اور نجات کا سامان ہو۔ ایک ایسا نظام جو معاشی و سماجی عدل و انصاف اور اخوت و مساوات کا علمبردار ہو۔

صرف اسلام ہی وہ دین تھا جس نے ایسا ضابطہ حیات پیش کیا جس نے پسے ہوئے مظلوم انسانوں کو ظالم کا ہاتھ توڑنے کا حق بخشا اور ان کو حیاتِ نو عطا کی۔ صرف اسلام کی تعلیمات اور اخلاقی قدریں تھیں جن میں دنیاوی اغراض سے قطع نظر عظمت و بزرگی کا معیار تقویٰ و پاک بازی قرار دیا۔ اسلام میں دیگر اقوام کی طرح عظمت کا معیار نہ غلامی و آزادی ہے نہ رنگ و نسل اور دولت و ثروت کے انبار جو شخص جتنا پاک باز پرہیز گار اور متقی ہو گا اسلام کی نظر میں وہ اتنا ہی محبوب و مقبول اور پسندیدہ ہو گا۔ اسلام کے اسی ضابطے نے غلاموں اور مظلوموں کو آزادی اور نجات کی نعمت عظمہ سے ہمکنار کیا بلکہ انسانیت کی رفعتوں اور انتہائی بلندیوں تک پہنچایا۔

سوچنے کی بات ہے آج بھی اسلام اور اسلام کی تعلیمات وہی ہیں جس سے حضرت بلالؓ ، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت صہیب رومیؓ جیسے ان گنت مظلوم غلاموں کو آزادی نعمت ملی لیکن آج امت واحدہ کو کن خفیہ ہاتھوں نے ۵۷ اسلامی ممالک میں منقسم اور اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اور امت مسلمہ کو فرقوں میں بانٹ کر ان کو آپس میں لڑایا جا رہا ہے۔ یقیناً آج پھر سیدنا بلالؓ کو غلامی کی زنجیریں پہنانے کے لئے کوئی پُر عزم خفیہ ہاتھ اندھیروں اور سازشوں کا جال پھیلا کر بے تاب ہے۔ ہمیں اپنی آزادی اور عظمتِ رفتہ کی بازیافت کی لئے ضرور اس ہاتھ کا سراغ لگانا ہو گا ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔

******

قبول اسلام

امیہ بن خلف بن وھب بن ۔بن جمح کے سیاہ فام حبشی غلام بلال بن رباح کے اسلام لانے کا واقعہ کے ٹھوس شواہد نہیں ملتے۔ سیدنا حضرت بلالؓ نے کس کی تبلیغ و ترغیب پر اسلام قبول کیا سیرت و مغازی اور تاریخ کی مشہور اور مستند کتب اس بارے میں خاموش دکھائی دیتی ہے۔ ابن ہشام کی شہرہ آفاق تصنیف "سیرت النبی کامل" مولانا ابوالکلام کی کتاب "رسول رحمت" نعیم صدیقی کی "محسن انسانیت" علامہ شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی کی "سیرت النبی" سید ابو اعلی مودودی کی "سیرت سرورِ عالم" محمد حسنین ہیکل مصری کی "حیاتِ محمدؐ" اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کی "تاریخ اسلام" شاہ معین الدین احمد ندوی کی "تاریخ اسلام" ابن اثیر کی "اسد الغابہ" الحاج مولانا شاہ معین الدین ندوی کی "سیر الصحابہ" اخبار النبی المعروف طبقات ابنِ سعد ، جسٹس پیر محمد اکرم شاہ الازہری کی کتاب "ضیاء النبی" اور تاریخ کی مشہورِ زمانہ مستند کتاب "البدایہ والنہایہ کی شرح" تاریخ ابنِ کثیر" اور تاریخ و مغازی کی دیگر کتب میں حضرت بلالؓ کے مختصر حالات کا تذکرہ ضرور ملتا ہے۔ لیکن ان کے اسلام لانے کے جامع اور درست طور پر تصویر کشی کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مسلم اہلِ قلم کی سیدنا حضرت بلالؓ جیسے اکابر صحابی کے اسلام لانے کے واقعہ سے چشم پوشی ناقابلِ فہم اور مایوس کن طرز عمل ہے۔

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے اسلام کی تبلیغ واشاعت

کرنا اتنا ہی پُر خطر اور موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا جتنا کہ دعوتِ حق کو قبول کرنا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کے پہلے تین برس کے دوران دعوتِ اسلام کا کام خفیہ طور پر سرانجام دیا گیا۔ اور دعوتِ حق کے لئے ان لوگوں کا انتخاب کیا گیا جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اور فیضِ صحبت حاصل تھا۔ اور جو لوگ آپؐ کے صدقِ دعویٰ کا قطعی فیصلہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ دعوتِ حق پر ایمان لانیوالے اولین لوگ حضرت خدیجہ آپ کی حرم محترم، حضرتِ علیؓ جو آپ کی آغوشِ شفقت میں پرورش پانے والے تھے۔ اور حضرت زید بن حارثہؓ جو آپؐ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کے علاوہ سیدنا حضرتِ ابو بکرؓ جو آپؐ کے بچپن کے دوست اور ہم نشین تھے

ان بزرگ ہستیوں کے علاوہ آغاز اسلام میں جن پاک باز اور سلیم الفطرت لوگوں کو قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا۔ وہ زیادہ تر غریب و مساکین اور غلام تھے۔ ان میں حضرتِ عمارؓ ان کے والد محترم حضرتِ یاسرؓ اور والدہ حضرت سمیعہؓ اور حضرتِ بلال بن رباح تھے۔ یہ اُمیہ بن خلف کے غلام تھے حضرتِ بلالؓ کے بارے میں ارباب سیر نے لکھا ہے کہ آپ ان سات سعید الفطرت ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے سب سے پہلے ایمان قبول کیا۔ صہیب رومیؓ عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت خباب بن الارت یہ سب کے سب مساکین تھے اور غلام بھی۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے۔ ان مساکین اور غریب لوگوں کی حیثیت (جنہوں نے دعوتِ حق پر لبیک کہی) زمانہ جاہلیت میں عرب معاشرہ میں کیا تھی خصوصاً رؤسائے قریش کے نزدیک ان کی قدر و قیمت کیا تھی۔ یہ غریب و مساکین لوگ قریش کے مناصبِ اعظم میں سے کوئی منصب

نہیں رکھتے تھے جن کو دولت وجاہ کے دربار میں جگہ بھی نہیں مل سکتی تھی۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی محفل میں ان لوگوں کو دیکھ کر روسائے قریش ہنس کر کہتے تھے۔

اَھٰؤُ لَاءِ مَنَّ اللّٰہُ علیھم مِّنْ بَیْنِنَا (سورہ انعام)

ترجمہ : یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر احسان کیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ انبیاء اکرام کے ابتدائی پیروکار ہمیشہ مفلس اور نادار ہوتے تھے۔ لیکن ان پاکیزہ النفس لوگوں کو باطل پرست کبر ونخوت میں ڈوبے ہوئے سرکش لوگوں نے رذیل اور حقیر جانا۔ آغاز اسلام میں جبکہ ہر طرف کفر د شرک کے مہیب سائے محیط تھے۔ مفلس ونادار لوگوں کو حقیر جانا جاتا تھا۔ خصوصاً غلاموں کی حالت تو جانوروں سے بھی بدتر تھی۔ اور پُر آشوب حالات کے پیش نظر اسلام کی دعوت کو پوشیدہ رکھا گیا۔ جو کچھ ہوا خفیہ طور پر ہوا۔ ان خطرناک حالات میں سیدنا حضرت بلال ؓ جیسے غلام جن کی اسوقت کے عرب معاشرے میں کوئی حیثیت نہ تھی کے اسلام لانے کے واقعہ کو بھی حالات کے تقاضوں کے پیش نظر خفیہ اور پوشیدہ رکھا ہوگا۔ میرے نزدیک سیدنا حضرت بلالؓ اور ابتدا میں اسلام لانے والے ان کے وہ رفقاء جن کا تعلق مفلس ونادار اور غلاموں کے طبقہ سے تھا انکے قبل از اسلام کے حالات اخفا میں رہے اور تاریخ اب تک ان کے بارے میں خاموش ہے تاہم حضرت ابو بکر صدیقؓ ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جیسے اکابر صحابہ کرام جن کا شمار زمانہ جاہلیت میں روسائے قریش میں ہوتا ہے ان کے تمام حالات جن کا تعلق قبل از اسلام سے ہے مفصل طور پر تاریخ میں محفوظ ہیں۔

سیدنا حضرت بلالؓ کے حالات زندگی پر مبنی ایک مفصل مضمون جو سیارہ ڈائجسٹ فروری ۱۹۹۵ (صحابہ کرام نمبر) میں شائع کیا گیا ہے میری نظر سے گذرا اس میں آپؓ کے اسلام لانے کے بارے میں تحریر ہے۔

"یہ بعثت کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا اور سرور عالم ﷺ نے بڑی رازداری کے ساتھ تبلیغ حق کا آغاز فرمایا تھا۔ حضرت بلالؓ نہایت نیک نفس اور پاکباز تھے اور بعثت سے پہلے بھی وہ حضورؐ کے اخلاقِ عالیہ سے متاثر ہو چکے تھے۔ چنانچہ صدائے توحید سنتے ہی انہوں نے بلا تامل اس پر لبیک کہا۔ اور اپنا دل و جاں رسول عربی ﷺ پر نثار کر بیٹھے۔ ارباب سیر کا بیان ہے کہ وہ ان سات سعید الفطرت ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے سب سے پہلے ایمان قبول کیا اسطرح انکو" السابقون الاولون "کی مقبول الہی جماعت میں بھی امتیازی درجہ حاصل ہو گیا"۔ (بحوالہ خیر البشر کے چالیس جان نثار صفحہ ۴۴۔ ۴۵)

آپؓ کے اسلام لانے کے حقیقی منظر کا سامان نہیں ملتا پس از سر بستہ راز ہی رہا۔ جدید مظاہر حق (شرح مشکوٰۃ شریف جلد نمبر ۵ صفحہ ۹۳۱) پر سیدنا حضرت بلالؓ کے مختصر حالات میں تحریر ہے کہ آپؓ نے مکہ میں سب سے پہلے اپنے اسلام کا علی الاعلان اظہار کیا لیکن تفصیلات کا بالکل ذکر نہیں۔

بے بس اور لاچار غلاموں کے اسلام لانے کی وجہ نہ تو دنیاوی فوائد مال و دولت کا لالچ اور مزید آسائش زندگی کا حصول تھا اور نہ ہی غلاموں کو قبول اسلام میں غلامی سے نجات کی امید تھی اور پھر نہ یہ لوگ اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کے نتیجہ میں اسلام لائے۔ کوئی بھی شخص محض دنیاوی آرام و آسائش کی خاطر اپنے آبائی عقائد و نظریات کو خیر باد کہنے پر اتنی جلدی تیار نہیں ہو جاتا۔ اوائل

اسلام میں خصوصا ہجرت مدینہ سے قبل نہ تو غلاموں سے متعلق احکام نازل ہوئے تھے اور نہ ہی مسلمان اس قابل تھے کہ غلاموں کو ان کے ظالم آقاؤں کے چنگل سے چھڑا کر آزادی دلا سکتے تھے۔

مذاہب عالم کی تاریخ سے آگاہ اور واقف لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کسی مذہب کے آغاز کا زمانہ بد ترین ابتلا اور قربانیوں کا دور ہوتا ہے۔ ابتدائی زمانے میں جو لوگ مذہب قبول کرتے ہیں انہیں راحت و آرام کی بجائے آزمائش کی بھٹی میں پگھلنا پڑتا ہے اور قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت بلالؓ اور ان کے رفقاء کو بھی ایسے ہی حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ راحت و سکون تو دور کی بات ہے اسلام لانے کے جرم کی پاداش میں ان غلاموں پر انکے ظالم آقاؤں نے جاں گسل اور دل فگار مظالم ڈھائے تاکہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں ایسے میں ان غریب الوطن بے یار و مددگار غلاموں کی پشت پر کون تھا جو انکی حفاظت کرتا۔ سیدنا حضرت بلالؓ اور دیگر غلاموں کے اسلام لانے کے حقیقی اسباب دو تھے۔

(۱) سیدنا حضرت بلالؓ اور آپ کے ساتھی غلام حضور اقدس ﷺ کے ارفع و اعلیٰ نمونہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے کی طرف راغب ہوئے۔ آپؐ کی قبل از نبوت کی ساری زندگی ان سعید روحوں کے سامنے تھی وہ ہر روز اس حقیقت کا مشاہدہ کرتے تھے کہ آنحضرتؐ نادار و مفلس اور لاچار لوگوں اور غلاموں سے کس طرح شفقت فرماتے ہیں اور ان سے کس قدر اخلاق کریمانہ سے پیش نظر آتے ہیں۔

حضرت زید بن حارثؓ کا واقعہ ان کے علم میں تھا جنہوں نے محض

حضور اقدس ﷺ کی عدیم المثال شفقت اور حسنِ سلوک کے پیش نظر اپنے والدین رشتہ داروں اور وطن کی جدائی ہمیشہ کے لئے گوارا کر لی لیکن آنحضور ﷺ کے سایہ شفقت اور رفاقت کو ایک لمحہ کے لئے بھی ترک کرنا پسند نہ کیا۔ یہ حضور اکرم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا فیض اور کرشمہ تھا کہ مکہ کے غلام اور آزاد لوگ کشاں کشاں دائرہ اسلام میں آنے لگے۔

(۲) کوئی شخص اپنے قدیم اور آبائی عقیدے کو خیرباد کہہ کر کسی دوسرے عقیدے کو اس وقت قبول کر سکتا ہے جب اس کی حقانیت کا تہہ دل سے یقین ہو جائے۔ سیدنا حضرت بلالؓ اور دیگر غلاموں کے اسلام لانے کا یہی سبب تھا۔ یہ لوگ پہلے سے پاک باز اور سعید الفطرت تھے خداوند قدوس نے ان کے دلوں کو پہلے سے کھول دیا تھا۔ یونہی اسلام کی حقانیت اور سچائی ان پر آشکار ہوئی وہ مشرف اسلام ہو گئے کیونکہ ان کے دل انوار الٰہی کے مہبط و مرکز تھے۔ وہ کسی حرص و ہوا اور دنیاوی اغراض و لالچ کے لئے نہیں بلکہ ان کی فطرتِ سلیم انہیں قبول حق کے لئے بے تاب کئے ہوئے تھی۔ چنانچہ یونہی مکہ کی فضاؤں میں توحید کی صدا بلند ہوئی تو ان پاک بازوں نے سب سے آگے بڑھ کر اس پر لبیک کہا۔ اور آئندہ کے خطرات و حوادث کو یکسر نظر انداز کر دیا۔

"عاشقِ رسولؐ حضرت بلالؓ" کے مصنف ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی نے سیدنا حضرت بلالؓ کے قبول اسلام کے موضوع کے ضمن میں دس واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ ہر واقعہ دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ یہ واقعات روایتوں پر مبنی ہیں لیکن راویان کا سلسلہ مذکور نہیں اسطرح کی روائتیں تب ہی قابل قبول ہو سکتی ہیں جب تاریخ کی چھان پھٹک اور تحقیق کے معیار پر پوری اترتی ہوں۔

مصنف نے ان روایات کی صحت کے بارے میں کوئی دلیل پیش نہیں کی جس سے ذہن الجھاؤ کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ تاریخ کی اکثر کتب میں یہ تحریر ہے کہ سیدنا بلالؓ کا آقا امیہ بن خلف جُمحی بنو جمح کے جس محلے میں رہتا تھا اسی محلہ میں سیدنا حضرت ابو بکرؓ بھی رہائش پذیر تھے اور ان کی تبلیغ پر ہی سیدنا حضرت بلالؓ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ واقعہ حقیقت کے قریب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ اولین اسلام لانے والے تھے اور ان کی تبلیغ کے نتیجہ میں بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور عین ممکن ہے کہ ایک ہی محلے میں رہتے ہوئے آپؓ نے سیدنا حضرت بلالؓ کو سلام پیش کیا۔ اور سیدنا حضرت بلالؓ اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر کے دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گئے ہوں۔ اکثر کتب میں مذکور ہے کہ امیہ بن خلف جب سیدنا حضرت بلالؓ کو تعذیب کا نشانہ بناتے تو حضرت ابو بکرؓ کو یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوتا۔ ایک دن حضرت ابو بکرؓ نے امیہ بن خلف کو کہا کہ اس غریب کو کیوں سزا دیتے ہو اس نے تمہارا کیا بگاڑا ہے تو امیہ نے غضبناک ہو کر کہا 'تم نے ہی اسے بگاڑا ہے' سیدنا حضرت ابو بکرؓ اور سیدنا حضرت بلالؓ کے مکانات کا ایک ہی محلے میں ہونا اور سیدنا حضرت بلالؓ کے شب و روز اور معمولات سے آگاہ ہونا اور پھر سیدنا حضرت ابو بکرؓ کا تبلیغ دین سے شغف اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ واقعی سیدنا حضرت بلالؓ سیدنا حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ و ترغیب کے نتیجہ میں مسلمان ہوئے ہونگے۔

میں اس موضوع پر کتاب ''حضرت بلالؓ'' کے مصنف (H.A.L. Craig) کے بارے میں ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ موصوف کی کتاب کے اردو ترجمے محترم سلیم گیلانی اور پروفیسر ڈاکٹر سجاد باقر رضوی نے اپنے اپنے انداز سے کئے ہیں۔ یہ

دونوں ترجمے میں نے پڑھے ہیں۔ خصوصاً سلیم گیلانی صاحب کی کاوش اس لحاظ سے قابل تعریف ہے کہ کتاب کے انگریزی مسودے میں مواد کی جو کمی رہ گئی تھی اسے انہوں نے احادیث اور قدیم اسلامی کتب کے مستند حوالوں سے پورا کر دیا گیا ہے۔ تاہم اس کے باوجود کتاب کا انداز تحریر اور پیرایہ ادیبانہ ہے اور حقائق و حالات کو تصوراتی طرز پر بیان کیا گیا ہے۔ جس سے اصل حقائق تک پہنچا جا سکتا ہے۔ لیکن مصنف نے سند احوال کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے جو تاریخ کے اصولوں کے منافی ہے۔

مصنف نے سیدنا حضرت بلالؓ کے اسلام لانے کے موضوع پر لکھا ہے کہ آنحضور ﷺ نے جب مکہ میں صدائے توحید بلند کی تو خانہ کعبہ کے مجاور و متولی رؤسائے قریش جنہوں نے بیت اللہ کو بتوں کا گودام بنا رکھا تھا اور ان بتوں کو اپنے خداؤں کا درجہ دے رکھا تھا تحریک اسلامی کا راستہ روکنے پر کمر بستہ ہو گئے۔ اور بانی تحریک اسلامی سے کٹھ حجتیاں شروع کر دیں۔

مصنف نے لکھا ہے۔ ”ہر سال ایک خاص مہینے میں عرب کے قبائل میلوں کی مسافت طے کر کے اپنے اپنے خداؤں کے حضور حاضری کے لئے آتے تھے ایک میلہ سا لگ جاتا تھا۔ شام کے تاجر، یمن کے سمندری تجارت کرنے والے تاجر، فارس کے تاجر اور دور دراز مقامات سے آئے ہوئے غلاموں کی خرید و فروخت کرنے والے تاجر بھی یہاں جمع ہوتے تھے۔

اس میلے میں سونا بکتا تھا، خدا بھی!

ابو جہل نے کعبہ میں جمع حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اسے دیکھو وہ کہتا ہے میں خدا سے باتیں کرتا ہوں“

امیہ کی آواز گونجی۔

"پیغمبر صاحب: آپ ہمیں پانی پر چل کر کیوں نہیں دکھاتے؟"

ابوسفیان نے کچھ تجسّس کے انداز میں کہا۔

"ایک خدا کو ماننے والا خدا کا منکر ہے"

عقیدہ توحید قریش مکہ کی دکھتی رگ کا سبب تھا اور سب سے زیادہ تکلیف ان کو اسی بات کی تھی کہ وہ (رسول خدا) ایک اللہ کی دعوت دیتا ہے۔ کفار نے ضعیف الاعتقادی میں موقع و محل کے لحاظ سے کئی خدا بنا رکھے تھے۔ وحدہ لاشریک کا تصور انکے ذہنوں سے محو ہو چکا تھا۔

ابوسفیان فکر مند تھا:

"اگر ہم نے اس فتنے کو ختم نہ کیا تو خدا ہم سے ناراض ہو جائے گا اور اپنی رحمتیں کسی اور شہر پر نچھاور کرنے لگیں گے"

ابوجہل نے اپنے مذموم عزائم کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

" مجھے یہ فکر نہیں ہے کہ وہ ہمارے خداؤں کے بارے میں کیا الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے۔ ہمارے خدا اس سے خود نمٹ لیں گے لیکن وہ انسانوں کو جو پٹی پڑھا رہا ہے وہ بے حد خطرناک ہے مگر اس کا فیصلہ جلد ہو جائیگا سب سے پہلے ہم ان غلاموں اور لاوارثوں سے نمٹیں گے جو اس کے گرد جمع ہیں"۔

قریش مکہ کے سرداران کی محافل اور مجالس (جن میں آقا و غلام موجود ہوتے) محمد ﷺ اور آپ کی دعوتِ توحید کے موضوع پر اکثر بحث و تمحیث ہوتی رہتی اور آپ کے خلاف منصوبہ بندیاں ہوتی رہتی تھیں۔ قریش کی مجالس میں ہونے والے تذکار اور مباحثوں سے ہی غلاموں کے لئے دعوت توحید سے آشنائی کا

سامان فراہم کر دیا تھا۔ محمد ﷺ کی دعوت توحید اور غلاموں اور ناداروں کی قبول دعوت سے قریش مکہ کے رؤسا کے دلوں پر آبلے پڑ گئے تھے۔ اس انوکھی دعوت نے ان کا چین لوٹ لیا تھا اور ان کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ ہر ایک کے دل و دماغ میں صرف محمد ﷺ کی دعوت توحید کی فکر اور زبان پر اسی کے تذکرے تھے۔ قریش عجیب فکر پریشانی اور اضطراب کے عذاب میں مبتلا ہو گئے تھے جس سے نجات کا راستہ ان کو تدبیروں کے باوجود دکھائی نہ دے رہا تھا۔ ان کی پریشانیوں میں ہر لمحہ اضافہ ہو رہا تھا۔ ان کا غیض و غضب انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ آخر وہ اپنا شکار پکڑ ہی لائے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ ایک مفلس اور نادار نو مسلم لیکن ایمان کی دولت سے مالا مال ان ظالموں کے ہتھے چڑھ ہی گیا۔ قریش کے سرداران ابو لہب، ابو جہل، امیہ بن خلف و دیگر رؤسا کا دربار سجا ہوا ہے ان کے غلام و خدام باادب دست بستہ ایک طرف کھڑے ہیں۔ حضرت عمارؓ کو لایا جاتا ہے۔ سرداران قریش کے چہروں سے قہر و غضب جھلک رہا ہے وہ حضرت عمارؓ کو یہاں انٹیروگیشن اور تعذیب کے لئے لائے ہیں آیئے دیکھتے ہیں اس پُر ہیبت روح فرساں مگر دوسری طرف صبر و استقامت کے ایمان پرور عجیب و غریب منظر کو۔ ملاحظہ کیجئے دیوانہ توحید قریش کے کوڑوں کے سائے میں نمازِ عشق کس طرح ادا کرتا ہے۔

حضرت عمارؓ کو نفرت و حقارت کا ایک غضبناک تھپڑ پڑتا ہے۔ وہ زمین پر گر جاتے ہیں۔ قطار در قطار کھڑے غلام اور ان کے آقا محو تماشہ ہیں حضرت عمارؓ زمین پر پڑے ہوئے حق طلبی کے انداز میں سر اٹھاتے ہیں اور ابو سفیان ان سے پہلا سوال کرتا ہے۔

ابو سفیان : "محمد ﷺ تمہیں کیا سکھاتا ہے؟"

عمارؓ : "وہ سکھاتے ہیں کہ اللہ کی نظر میں سب انسان برابر ہیں، بالکل ایسے جیسے کنگھے کے دندانے"۔

سیدنا حضرت بلالؓ (جو اس دربار میں حاضر ہیں) کا آقا امیہ بن خلف کا چہرہ حضرت عمارؓ کے یہ الفاظ سن کر سرخ ہو جاتا ہے۔ حضرت عمارؓ کی آواز ایک بار پھر گونجتی ہے۔

عمارؓ : "محمد ﷺ ہمیں سکھاتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کر۔"

ابوسفیان (تجسّس کے انداز میں) : "ایک اللہ"

لیکن ہمارے تو تین سو ساٹھ خدا ہیں، جو ہماری حفاظت کرتے ہیں، ہماری مرادیں بر لاتے ہیں۔

"محمد ﷺ کو احساس نہیں ہے کہ ہم مکے میں خداؤں کو گھر مہیا کرتے ہیں۔ یہی ہماری روزی ہے۔ سب قبائل کے اپنے اپنے خدا ہیں جن کی پرستش کے لئے وہ یہاں آتے ہیں۔ خدا ہمارے معبود بھی ہیں اور ہمارا ذریعہ معاش بھی۔ اور کیا ہم لوگ غریبوں، کمزوروں، کی نگہداشت نہیں کرتے؟

ابوسفیان، ڈرامائی انداز میں بات کرتے کرتے رک جاتا ہے جیسے کوئی بڑا مقرر یا خطیب کوئی بات کہہ کر ایک خاص تاثیر پیدا کرنے کے لئے تھوڑا سا وقفہ دیتا ہے۔

"اگر ہم تین سو ساٹھ خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کو ماننے لگیں جو نظر نہیں آتا۔ اور جو ہر جگہ بتایا جاتا ہے۔ اس باغ میں، طائف میں، یروشلم میں، چاند پر، تو پھر مکہ کہاں جائیگا؟ جب ہر گھر میں خدا ہوگا تو پھر یہاں کوئی کیا کرنے آئے گا؟

یہ تھا قریش مکہ کا منطق اور فلسفہ اپنے خداؤں کے بارے میں اور

در حقیقت یہ منطق ان کے لئے باعثِ طمانیت تھا امیہ بن خلف سے نہ رہا گیا اور آگے بڑھا اور حضرت عمارؓ کے قریب جا کر رک گیا اور سرداری کے انداز میں پوچھنے لگا۔

امیہ بن خلف : (حضرت بلالؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)

"کیا یہ سیاہ فام بلال جسے میں نے اپنے پیسے سے خریدا ہے میرے برابر ہے"؟

حضرت عمارؓ : "محمد ﷺ کہتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام انسان برابر ہیں خواہ وہ کسی نسل، کسی رنگ کے ہوں"

اب تو امیہ کے غصے کی انتہا نہ رہی۔ اس نے سیدنا حضرت بلالؓ کو پکارا اور گویا ہوا

"بلالؓ! اس کو بتاؤ تم میں اور ایک رئیس مکہ میں کیا فرق ہے؟ یہ لو کوڑا اور مار مار کر اس کا چہرہ مسخ کر دو تاکہ اسے سبق مل جائے"۔

یہ کہہ کر امیہ نے کوڑا حضرت بلالؓ کو تھما دیا ادھر حضرت عمارؓ نے زمین پر اوندھے منہ گرے ہوئے اپنا چہرہ سزا کے لئے سیدنا حضرت بلالؓ کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ ٹکٹکی باندھے بے خوفی اور سکون سے حضرت بلالؓ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں سے پاکیزگی صاف طور پر جھلک رہی تھی۔ وہ اگرچہ سراپا مجبور تھا لیکن نہایت پُر عزم۔

ادھر سیدنا حضرت بلالؓ بے حس و حرکت سکتے کے عالم میں تصورات کی لامتناہی وسعتوں میں کھوئے کچھ سوچ رہے تھے۔ انسان کی زندگی میں بعض لمحات ایسے بھی آتے ہیں جو اس کے مقدر کا کانٹا بدل دیتے ہیں شائد سیدنا حضرت بلالؓ

کی زندگی کے یہی سعید لمحے تھے جب ان کے مقدر کا ستارا چمک اٹھا تھا۔ صرف ایک لمحہ اور صرف ایک نقطہ ہی انسان کو کبھی محرم سے مجرم اور مجرم سے محرم بنا ڈالتا ہے۔

سیدنا حضرت بلالؓ کا آقا امیہ اور دیگر سرداران قریش بڑی بے تابی اور قہر آلود نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ امیہ بن خلف کی آنکھیں تو غصے سے باہر نکل پڑی تھیں لیکن سیدنا حضرت بلالؓ کی آنکھیں اپنے آقا کی حالت سے قطع نظر حضرت عمارؓ کی آنکھوں میں اپنا کوہ مقصود پاچکی تھیں فیصلہ ہو چکا تھا۔ سیدنا حضرت بلالؓ فرماتے ہیں:

"میں نے حضرت عمارؓ کی آنکھوں میں وہ قوت دیکھی جو مجھے اپنی غلامی کے بندھن سے بھی زیادہ طاقتور محسوس ہوئی ٹھیک اسی لمحے امیہ کا غلام بلالؓ، کسی اور کا غلام ہو گیا۔ میں نے کوڑا ہاتھ سے گرا دیا"۔

حاضرین میں سے ہر کوئی حیرت زدہ تھا بات بڑی واضح تھی ایک غلام باغی ہو گیا تھا پھر عمارؓ نے کوشش کر کے کوڑا پکڑا اور سیدنا حضرت بلالؓ کو دیکر سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"بلال! جو یہ کہتے ہیں کرو! بلال یہ تمہیں مار ڈالیں گے"

لیکن سیدنا حضرت بلالؓ نے پھر کوڑا نیچے پھینک دیا۔ امیہ غیر معمولی طور پر چپ تھا پھر یکدم کہنے لگا۔

"بلال اگر تمہیں یہ زعم ہے کہ تم انسان ہو اور یہ کہ تمہیں بھی خدا رکھنے کا حق ہے تو کان کھول کر سن لو تمہارے خدا وہی ہوں گے جو تمہارے آقا کے خدا ہیں۔ کوئی نیا خدا میرے غلام خانے میں نہیں لایا جا سکتا"

پھر اُمیہ نے باہر نظر دوڑائی اور کہا:

"تمہاری اصلاح کرنی پڑے گی لیکن آج نہیں۔ میں سورج کے نصف النہار پر آنے کا انتظار کروں گا۔ آج وہ نیچے اتر آیا ہے"۔

پھر چشم زدن میں سیدنا حضرت بلالؓ کو رسیوں میں جکڑ کر غلام خانے میں کل کے سورج کے انتظار میں دھکیل دیا گیا۔ اسکے بعد جو کچھ ہوا وہ اگلے باب میں مناسب موقع پر بیان ہو گا۔ یہ مختصر سا واقعہ سیدنا حضرت بلالؓ کے اسلام لانے کی جھلک ہے۔

پچھلے صفحات پر میں نے سیدنا حضرت بلالؓ کے اسلام لانے کے ضمن میں جو دو دلائل پیش کئے ہیں ان کی عکاسی (H.A.L. Craig) کی کتاب "حضرت بلالؓ" اردو ترجمے (مترجم سلیم گیلانی صاحب) سے اخذ کردہ واقع سے بھی نمایاں طور پر ہوتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ انداز تاریخ نویسی کے اصولوں سے مماثل ہے اور کریگ اور مترجم سلیم گیلانی صاحب کا طرزِ تحریر ادیبانہ ہے مگر سمت ایک ہی ہے۔ (H.A.L.Craig) نے سیدنا حضرت بلالؓ کی زباں سے آغاز اسلام کے حالات اور اس واقعہ کی عکاسی اس طرح کی ہے۔

"انہی دنوں مکے میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے شہر کی فضا ہی بدل ڈالی تھی ایک طوفان کی آمد آمد تھی۔ طوفان تو شاید ابھی دور تھا مگر اس کی گھن گرج ہر ایک کو سنائی دے رہی تھی سارا شہر سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ مختلف سطحوں پر مختلف رد عمل تھا کچھ لوگوں نے اسے اپنی ذات کے لئے خطرہ سمجھا۔ کچھ نے اسے اجتماعی سانحہ گردانا۔ کچھ نے جزوقتی حادثہ سمجھ کر ٹالنے کی کوشش کی۔ کچھ

خوش فہموں نے اسے کسی اہمیت کے قابل نہ سمجھا۔ کچھ اتنے متذبذب تھے کہ نہ اسے اچھا کہہ سکے نہ بُرا مگر فکر مند سبھی تھے۔ جہاں دو آدمی اکٹھے ہوتے یہی ذکر چھڑ جاتا کہ محمد ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ **لاالہ الا اللہ** کا درس دیتے ہیں۔ انسانی مساوات کا درس دیتے ہیں۔ محمد ﷺ کو ہم سب جانتے تھے کوئی کم کوئی زیادہ سارے شہر میں ان کی نیکی، ان کی دیانت، ان کی امانت، ان کی دردمندی اور ان کے اخلاق کا شہرہ تھا۔ مگر رسالت، یہ وحی، غارِ حرا میں بات چیت، ایک معبود کا تصور، مساوات کا سبق، غریبوں کے حقوق کا ذکر، آخرت وما فیہا کی باتیں کہاں جا کر ٹھہرے گا یہ طوفان۔ جو جتنا زیادہ بااختیار تھا اتنا ہی زیادہ فکر مند تھا۔ سب کو محسوس ہو رہا تھا کہ اگر یہ بیل منڈھے چڑھ گئی تو اس کے پلے سے کچھ نہ کچھ جا کر رہے گا۔ دولت کی صورت میں یا اختیار کی صورت میں"۔

یقیناً یہی وہ حالات تھے جن نے ہر ایک کی فکر کو تحریک ملی خواہ آزاد تھا یا غلام۔ ان میں حضرتِ بلالؓ بھی شامل تھے۔ گھپ اندھیرے میں ایک جوت جاگی تھی۔ یہ بات یقینی تھی کہ تاریکی میں روشنی کی کرن پھوٹی ہے اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو لیکن مستقبل حال سے بدتر نہیں ہو سکتا۔

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو جو پیغمبر خدا کی ان اداؤں کا مظہر ہے جو غلاموں کو پسند آگئیں۔

"میں نے محمد ﷺ کو کئی بار دیکھا تھا لیکن آج تک بات ان سے نہیں کی تھی۔ عکاظ کے بڑے میلے کے بعد جب قافلے اپنے اپنے گھروں کو لوٹنے کے لئے مکے سے نکلتے ہی اپنے گرد و غبار میں گم ہو جاتے تو مکہ سکڑ جاتا۔ گلیوں میں وہی جانے پہچانے چہرے نظر آنے لگتے۔ یہ سب میرے واقف نہیں تھے لیکن

صورت شناس میں بھی سبھی کا تھا۔ بہت سے غلام تو غلام سمجھ کر میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ کچھ پہچانتے بھی تھے۔ لیکن ان کا مجھ جیسے غلام کے ساتھ راہ ورسم رکھنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا لیکن محمد ﷺ مختلف تھے وہ جب پاس سے گذرتے تو مجھے محبت کے انداز سے مسکرا کے دیکھتے"۔

"محمد ﷺ مجھے اچھے لگتے تھے۔ کسی سود و زیاں کا اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ وہ تھے تو پہلے درجے کے انسانوں کی صف میں مگر مجھے لگتا تھا کہ اوروں کی طرح وہ مجھے نچلے درجے کا انسان نہیں سمجھتے تھے۔ اپنی جماعت کے انسانوں میں وہ واحد شخص تھے جن کی مسکراہٹ کو میں نے اپنے لئے محسوس کیا تھا۔ ان کے علاوہ مجھے دیکھ کر کبھی کوئی شفقت اور التفات سے نہیں مسکرایا تھا۔ وہ مسکراتے تھے ان کی آنکھیں اور چہرہ ہی نہیں ان کا سارا وجود مسکراتا محسوس ہوتا تھا"۔

محمد ﷺ کی مسکراہٹ ایک سچے انسان کی مسکراہٹ تھی اور میرے لئے یہی احساس ان کی ہر بات کی صحت کی ضمانت تھا۔ میرا دل کہتا تھا کہ اگر محمد ﷺ کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے تو یقیناً ایک ہی ہوگا اگر محمدؐ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں تو واقعی وہ اللہ کے رسول ہونگے اگر محمدؐ کہتے ہیں کہ وہ فرشتے سے ہمکلام ہوئے ہیں تو ضرور ہوئے ہونگے مگر یہ ساری سوچ میرے لاشعور میں تھی۔ شعوری طور پر مجھے اس کا ادراک اس وقت ہوا۔ جب امیہ رات کو غلام خانے میں آیا اور اس نے براہ راست مجھ سے سوال کیا:

"سچ سچ بتاؤ کہ تمہارا معبود کون ہے؟"

"محمدؐ کا معبود میرا معبود ہے"

میرا جواب سنتے ہی اس کے (امیہ کے) تن بدن میں آگ لگ گئی مگر وہ اس جواب کے لئے تیار تھا کہنے لگا:

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ہمارے خداؤں سے انکار کرتے ہو"

"محمدؐ الامین ہے اسے ایک فرشتے نے بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے"

میں اس دیدہ دلیری کی سزا سے بے خبر نہ تھا مگر یوں لگتا تھا جیسے میرے اندر طاقت کا ایک سیلاب امڈ آیا ہے جس کے سامنے امیہ اور اس جیسے کئی خس وخاشاک سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے" اُمیہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی دھمکیاں دیتا ہوا غلام خانے سے نکل گیا مجھے وہ اس وقت ایک بے بس بچہ لگ رہا تھا جس کا کوئی کھلونا ٹوٹ گیا ہو"

ان اقتباسات کی روشنی میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ رسول کریم ﷺ کی شفقت اخلاق کریمانہ اور عطر آویز مسکراہٹ ہی تو تھی جو سیدنا حضرت بلالؓ جیسی انگنت پاکباز پیاسی روحوں کے اندر اتر کر ایمان وایقان کا نور بھر گئی اور رب کائنات کی ربوبیت، اللہ کی الوہیت اور نبی کی نبوت کے بارے میں محسوسات کے وہ پختہ نقوش سیدنا حضرت بلالؓ اور ان کے ساتھیوں کے مطہر قلوب میں وجدان کی ایسی کیفیت پیدا کر دی کہ تشدد وظلم کا احساس مٹ گیا اور سزا میں بھی ایک خاص قسم کی لذت آنے لگی توحید کی شراب نے کیف و مستی کا ایسا رنگ اختیار کر لیا کہ بس احد احد کے سوا کچھ یاد نہ رہا۔

تاریخ گواہ ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے نشہ توحید میں سرمست غلام جب احد احد کی رٹ لگاتے ہوئے باطل اور طاغوت کے خلاف ڈٹ گئے تو ایسا طوفان اٹھا کہ امیہ اور اس کے سب ساتھیوں کو خس وخاشاک کی طرح بہا لے گیا اور ان کا نام

و نشان باقی نہ رہا۔ ظلم و جہالت اور تعذیب و کرب کی شکار انسانیت کو آزادی و حریت کی گراں مایہ نعمت ملی۔ سسکتی تڑپتی دکھی اولاد آدم نے سکھ کا سانس لیا۔

آج پھر ہر طرف امیہ بن خلف کا بے باک کوڑا محمد ﷺ کے غلاموں پر کڑکتا برستا دکھائی دے رہا ہے۔ یہ کوڑا کہیں جموں و کشمیر تو کہیں عراق و فلسطین اور کہیں برما و آسام کے بے بس اہل ایمان پر بجلی بن کر گر رہا ہے اگرچہ فرزندان امیہ کی تعداد بیکراں اور ان گنت ہے۔ لیکن دیکھنا محمد عربی ﷺ کے ۳۱۳ غلام ہی ان سب کو دفن کر دیں گے اور امیہ یقیناً سیدنا بلالؓ کے ہاتھوں مارا جائیگا سیدنا حضرت بلالؓ کے دیوانے کفن بردوش میدان میں اتر چکے ہیں۔

ہاں! میں نے نشہ توحید میں سرمست ان مستانوں کو خود دیکھا ہے۔ وہی کیف و مستی وہی بے خوفی اور احد احد کی رٹ وہی شوق شہادت اور وہی کٹ مرنے کا عالم۔ طوفان ضرور آئے گا اور یقیناً آنے والا ہے کوئی امیہ سیدنا بلالؓ پر ظلم کرنے کے لئے باقی نہیں رہے گا۔ ہاں وقت کا انتظار شرط اول ہے۔ لیکن یاد رکھئے یہ طوفان یا انقلاب نعرے لگانے والے ملاؤں کے دم قدم سے ہرگز نہیں آئے گا۔

مُلا کی اذان اور مجاہد کی اذاں اور کرگس کا جہاں اور شاہیں کا جہاں اور۔ ان انقلاب کے نعرے لگانے والوں کو صرف حلوہ مطلوب ہے جبکہ طوفان برپا کرنے والوں کو امیہ کے کوڑے کھانے پڑتے ہیں یہ کام صرف بلالؓ کا ہی ہے۔ سر کٹائے بغیر رسم شبیری کی ادائیگی ممکن نہیں۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔

انسان اشرف المخلوقات کا دعویدار ہے۔ آخر کیوں ؟ انسان کا دامن جب انسانیت سے خالی ہو جائے تو وہ وحشی درندوں کو بھی مات کر جاتا ہے۔ سنا ہے کہ درندے کا پیٹ بھر جائے تو وہ درندگی کا مظاہرہ نہیں کرتا مگر انسان ہے کہ اس کا پیٹ تو آج تک نہیں بھرا۔ شاید اسی لئے دو ٹانگوں والا یہ سوشل جانور ہر ایک کو گاجر مولی کی طرح کاٹتا پھرتا ہے۔ کیا کوئی درندہ آج تک ایسا بھی ہوا ہے جس نے انسان کی طرح درندگی اور وحشت کا مظاہرہ کیا ہو۔ بات بات پر درندگی۔ انسان ایک بھیڑیا نما جانور ہے بلکہ بھیڑیئے سے بھی بدتر۔

کیا بھیڑیئے یا دوسرے درندے اپنے بچوں کو کھا جاتے ہیں۔ اشرف المخلوقات کا پلیٹ نمبر اس پر کس نے چسپاں کر دیا۔ کیا یہی وہ پلیٹ نمبر نہیں۔ اشرف المخلوقات کا پلیٹ نمبر جس نے اس کا یعنی حضرت انسان کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ انسان جتنے بڑے محل میں رہتا ہے جتنی اونچی کرسی پر جلوہ نشین ہوتا ہے جتنے بڑے منصب پر فائز ہوتا اور جتنے زیادہ وسائل اور دولت و ثروت کا مالک بن بیٹھتا ہے اتنا ہی بڑا ظالم درندہ بن جاتا ہے۔ یقیناً یہی امر ہو گا۔ جو انسان سے انسانیت چھین لیتا ہو گا۔ کیا میں سوال کر سکتا ہوں کہ ازل سے لیکر آج تک جتنے بھی ابو جہل ، ابو لہب اور امیہ بن خلف پیدا ہوئے ان کا تعلق اشرف المخلوقات سے تھا اور کیا ایسے لوگ واقعی اشرف المخلوقات میں سے ہیں ؟

ایسے لوگ جو اپنے ہم جنس انسانوں سے درندگی وحشت اور بربریت کا مظاہرہ کریں۔ انسانی شرف و شرافت کو وحشی درندں کی طرح پامال کریں انہیں کیونکر اشرف المخلوقات کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ایسے لوگ تو شرف اور شرف انسانیت کا ڈراپ سین ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں انسان کے رقص بسمل کا ایک منظر پھر فیصلہ کرنا ہوگا کہ اشرف المخلوقات کون ہے امیہ بن خلف اور اس کا ٹولا یا سیدنا حضرت بلالؓ اور ان کے رفقاء۔ امیہ بن خلف نے سیدنا حضرت بلالؓ کو رسیوں میں جکڑ کر غلام خانے میں پھینک دیا تھا۔ وہ کل سے اسی حالت میں درد و کرب کے عالم میں اگلے دن سورج کے نصف النہار پر پہنچنے کے منتظر تھے۔ ادھر امیہ بن خلف بھی ساری رات غیض و غضب میں پیچ تاب کھاتا رہا۔ اس کے غلام سیدنا حضرت بلالؓ نے لات ومنات جو اس کے آقا کے خدا تھے کو معبود ماننے سے نہ صرف انکار کر دیا تھا بلکہ اس نے محمد ﷺ کے ایک خدا کو تہہ دل سے مان لیا تھا۔ یہ بات امیہ بن خلف کیلئے سوحان روح تھی۔ وہ حضرت بلالؓ کو اس کا مزہ چکھانے کیلئے بے چین اور بیقرار تھا۔

آخر سورج نصف النہار پر پہنچ گیا۔ مکہ میں حُرہ کی زمین گرمی کے سبب دھوپ میں تانبے کی طرح گرم ہو جاتی ہے۔ سورج جب نصف النہار پر پہنچتا ہے تو آسمان آگ برسانے لگتا ہے۔ اور حُرہ کی بالو ریت دہکتے انگاروں کی طرح سرخ ہو جاتی ہے۔

سیدنا حضرت بلالؓ کو ان کے آقا امیہ بن خلف کے حکم سے غلام خانے سے نکال کر حُرہ کی انگاروں کی طرح تپتی ریت پر پشت کے بل لٹا دیا گیا اور آپ کی چھاتی پر پتھر کی بھاری چٹانیں رکھ دی گئیں تاکہ آپ ہل نہ سکیں۔ امیہ نے زور زور سے کوڑے برسانے شروع کر دیئے پھر امیہ بن خلف کا ہر روز کا معمول بن گیا۔ پہلے وہ

آپ کو بھوکا پیاسا رکھتا پھر دوپہر کو جب دھوپ خوب چمک رہی ہوتی اور ریتلی زمین تانبے کی طرح تپ رہی ہوتی تو وہ آپ کو اس پر لٹا دیتا پھر بھاری بھرکم پتھر آپ کی چھاتی پر رکھ دیتا اور کہتا یا تو محمد ﷺ کا دین چھوڑ دو اور لات و عزیٰ کی عبادت کرو اور یا تم اسی طرح تڑپتے رہو گے یہاں تک کہ تمہارا دم نکل جائے۔ آپ نیم مدہوشی کی حالت میں جواب دیتے۔

احد . احد انا لا اشرك بالله شيأ

انا كافر باللات والعزى

ترجمہ۔ وہ ایک ہے۔ وہ ایک ہے۔ میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھرا میں لات اور عزیٰ کا انکار کرتا ہوں۔

حضرت عمرو بن العاص کہتے ہیں۔ "ایک روز میں بلالؓ کے پاس سے گذرا جبکہ اسے گرم کنکریوں پر لٹا کر عذاب دیا جا رہا تھا۔ وہ کنکریاں اتنی شدید گرم تھیں کہ اگر گوشت کا ٹکڑا بھی رکھ دیا جائے تو ان کی حرارت سے پک جائے"۔

اس کے باوجود وہ کہہ رہے تھے **انا كافر باللات والعزى** میں لات و عزیٰ کا انکار کرتا ہوں۔ امیہ بن خلف یہ سن کر اور غضبناک ہو جاتا اور انہیں مزید ستانے لگتا۔ ان کے گلے کو زور سے دباتا یہاں تک وہ بے ہوش ہو جاتے (پیر محمد کرم شاہ بحوالہ سبل الہدیٰ والرشاد) اس لگاتار عمل کے نتیجے میں سیدنا حضرت بلالؓ کی کمر پر پہلے آبلے پڑے اور چند روز بعد زخم بن گئے جس سے خون رستا رہتا تھا مگر امیہ کے معمول میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ ہر روز اس کے شدت میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ ہر روز گذشتہ دن سے زیادہ گرم ریت تلاش کی جاتی۔ پہلے سے زیادہ وزنی چٹانیں ڈھونڈی جاتیں اور پہلے سے زیادہ ضربیں۔

ہر روز موت آتی مگر امیہ کے سوالوں کے جواب میں آپؓ احد احد کے سوا کچھ نہ کہتے۔ ایک دن امیہ نے تنگ آکر آپؓ کو ایک رات اور ایک دن بھوکا پیاسا رکھا اور پھر گرم ریت پر لٹا کر مارنا شروع کر دیا مگر آپ چٹانوں کے نیچے دبے ہوئے بھی اس کے سوال کے جواب میں احد . احد ہی کہتے رہے۔ سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ ۲۰۸ پر مولانا معین الدین ندوی رقم طراز ہیں کہ ستم پیشہ امیہ بن خلف کی جدت طرازیوں نے ظلم و جفا کے نئے طریقے ایجاد کئے تھے وہ ان کو طرح طرح سے اذیتیں پہنچاتا۔ کبھی گائے کی کھال میں لپیٹتا۔ کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر جلتی ہوئی دھوپ میں بٹھاتا اور کہتا تمہارا خدا لات و عزیٰ ہے۔

لیکن اس وارفتۂ توحید کی زبان سے احد۔ احد کے سوا کوئی اور کلمہ نہ نکلتا۔ مشرکین کہتے کہ تم ہمارے ہی الفاظ کا اعادہ کرو تو فرماتے کہ میری زبان ان کو اچھی طرح ادا نہیں کر سکتی (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث صفحہ ۱۶۵)

اُسد الغابہ جلد دوم صفحہ ۹ پر امام ابو الحسن علی الحرزمی بن اثیر لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہیں ایسی ہی تکلیف دی جا رہی تھی کہ ورقہ بن نوفل (جو اعلیٰ درجے کے موحد تھے) کا گذر (ادھر سے) ہوا تو انہوں نے کہا کہ اے بلال احد. احد کہے جاؤ۔ خدا کی قسم اگر تم اس حالت میں مر جاؤ گے تو ہم تمہاری قبر کو (بارگاہ الٰہی میں) وسیلہ رحمت بنائیں گے۔

"بلال کے مصنف H.A.L Craig نے اس واقعہ کو الفاظ کے اختلاف سے سیدنا حضرت بلالؓ کی زبان اس طرح لکھا ہے"

"لیکن ایک ضعیف شخص مجھے یاد ہے۔ اور میں اس سے کبھی نہ بولوں گا۔ ورقہ بن نوفل۔ میں روزمرہ کی طرح گرم چٹانوں تلے دبا امیہ کے کوڑے کھا رہا تھا۔ اور

وہ مجھے ہر کوڑے پر لات اور عزیٰ کی عبادت پر مجبور کر رہا تھا کہ ادھر سے ورقہ کا گذر ہوا۔ وہ میرے منہ سے اَحد۔ اَحد کی آواز سن کر رک گیا۔ اور انہوں نے باآواز بلند کہا "بلال وہ واقعی ایک ہے"

پھر انہوں نے امیہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو نے اسے مار ڈالا تو میں اس کی قبر پر درگاہ تعمیر کروں گا۔"

اسد الغابہ (جلد دوم ص ۹) میں سعید بن میسب کے حوالے سے تحریر ہے کہ "سعید بن میسب بلال کا ذکر کر کے کہتے تھے کہ وہ اپنے دین پر بڑے حریص تھے۔ انہیں سخت تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ جب مشرک ان کو پاس بلاتے تھے تو یہ اللہ اللہ کہتے تھے۔ امیہ نے جب دیکھا کہ اتنی سختیوں کے باوجود اس عاشق رب ذوالجلال کی جبین استقامت پر شکن تک نہیں آئے تو اس کی آتش غیض اور بھی بھڑک اُٹھی۔ اس نے اپنے دوسرے غلاموں اور بنو جمح کے لونڈوں کو کہا کہ لات و ہبل کے اس باغی کو اتنی اذیتیں دو کہ وہ محمد ﷺ اور محمد ﷺ کے معبود کا نام لینا چھوڑ دے۔ یہ بدبخت امیہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے حضرت بلالؓ کو بُری طرح مارتے پیٹتے سخت دھوپ میں ان کے کپڑے اتروا کر لوہے کی زرہ پہنا کر کھڑا رکھتے دوپہر ڈھلتے ہی ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک کوٹھڑی میں ڈال دیتے اور رات کو بھی انہیں تازیانے رسید کرتے لیکن حضرت بلالؓ کی زبان سے سوائے احد احد کے اور کچھ نہ نکلتا۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ امیہ حضرت بلالؓ کے گلے میں رسی باندھ کر انہیں لونڈوں کے حوالے کر دیتا اور وہ انہیں مکہ کی گھاٹیوں میں گھسیٹتے پھرتے پھر جلتی ریت پر لا کر اوندھے منہ لٹا دیتے اور ان پر پتھروں

کا ڈھیر لگا دیتے لیکن سیدنا حضرت بلالؓ احد۔ احد ہی کہے جاتے۔

ضیاء النبی کے مولف جسٹس پیر محمد کرم شاہ (جلد دوم صفحہ ۳۲۴) رقم طراز ہیں کہ امیہ کو جب معلوم ہوا کہ اس کا حبشی غلام مسلمان ہو گیا ہے۔ تو غصہ سے اس کا خون کھولنے لگا۔ اس نے عزم کر لیا کہ وہ بلال کو اس جرم کی اتنی سزا دیگا کہ اس کا برداشت کرنا ممکن نہ ہوگا۔ وہ مجبوراً اس نئے دین سے اپنا رشتہ توڑ لے گا۔ وہ (امیہ) آپ کے گلے میں رسی ڈال کر آوارہ لڑکوں کے ہاتھوں میں پکڑا دیتا۔ وہ ان کا تمسخر اڑاتے۔ مکہ کی گھاٹیوں میں لے جاکر گھومتے اور گلیوں میں گھسیٹتے لیکن میخانہ توحید کا یہ مستانہ کیف و مستی میں کھویا رہتا اور احد، احد کے نعرے لگا لگا کر کفر و شرک کے حواریوں کا منہ چڑاتا رہتا۔ وہ بے شعور بچے رسی کو اس زور سے کھینچتے کہ ان کی گردن پر گہری خراشیں پڑ جاتیں اور خون بہنے لگتا۔

دربار نبوی کے شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے سے پہلے حج کرنے کے لئے مکہ آیا۔ میں نے بلالؓ کو دیکھا کہ اس کے گلے میں ایک لمبی رسی تھی جسے بچوں نے پکڑا ہوا تھا اور وہ اسے کھینچ رہے تھے اور بلال کہہ رہے تھے۔

احد۔ احد انا کفر باللات والعزی وھبل و نائلہ

وہ یکتا ہے وہ یکتا ہے میں لات عزیٰ ہبل اور نائلہ کی خدائی سے انکار کرتا ہوں۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد دوم صفحہ ۴۷۷)

"بلالؓ" کے مصنف H.A.L. Craig نے اس واقعہ کی منظر کشی بڑے پُر درد انداز میں حضرت بلالؓ کی زبان سے اس طرح کی ہے"۔

"جب دھوپ اور کوڑوں کی سزا کارگر نہ ہوئی تو امیہ نے میرے گلے میں رسی

باندھ کر مجھے بنو جمح کے لڑکوں کے حوالے کر دیا۔ یہ بچے سارا دن چیختے چلاتے، قہقے لگاتے مجھے مکہ کی اونچی نیچی پتھریلی سڑکوں پر کھینچتے پھرتے۔ ان کے قہقہوں میں میری چیخ پکار کسی کو سنائی نہ دیتی تھی۔ بچوں کو ایک دلچسپ مشغلہ ہاتھ آگیا تھا اور وہ اس سے پورا لطف اٹھانا چاہتے تھے۔ وہ رسی سے میری گردن کو جھٹکا دیتے تو گر پڑتا۔ اور پھر وہ سب ملکر مجھے گھسیٹنے لگتے میں اٹھنے کی کوشش کرتا تو ٹھوکریں مارتے۔ کبھی اٹھ کر کھڑا ہو جاتا تو پھر رسی کے جھٹکے سے مجھے گرا دیتے۔ میں منہ کے بل گرتا۔ تو پھر مجھے گھسیٹنا شروع کر دیتے۔ کبھی رسی اس زور سے کھینچتے کہ میرا دم گھٹنے لگتا۔ نوکیلے کنکروں، سنگریزوں اور پتھروں کی رگڑ سے روز میرے بدن پر نئے زخم بنتے۔ پہلے زخم بھرنے بھی نہ پاتے کہ پھر کھل جاتے میرا سارا جسم لہولہان ہو جاتا۔ دوپہر کے بعد جب سارا مکہ تپ اٹھتا تو وہ میرے کپڑے اتروا کر مجھے لوہے کی زرہ پہنا دیتے اور دھوپ میں ڈال دیتے۔ ایک دن انہوں نے دہکتے کوئلوں پر لٹا کر میرے سینے پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا۔ آج بھی میرے جسم پر ان کوئلوں کے داغ ہیں۔ ایک دن مدینے میں نبی کریم ﷺ کے گھر کا سودا سلف لے کر آرہا تھا کہ میری چادر شانوں سے سرک گئی۔ عبیدہ بن حارثؓ میرے پیچھے آرہے تھے۔ انہوں نے میرے جسم کے داغوں کو دیکھا تو ان پر رقت طاری ہو گئی۔ مگر کیسی لو اٹھی ہے ان داغوں سے کیسی کیسی شعائیں پھوٹی ہیں۔ امیہ پھر بھی باز نہ آیا۔ ہر روز جب بچے مجھے مار مار کر نڈھال کر دیتے اور ریت پر لٹا کر میرے اوپر چٹانیں رکھ دیتے تو وہ بھی کوڑا گھماتا وہاں پہنچ جاتا اور ہر کوڑے کی ضرب کے بعد مجھ سے پوچھتا کہ میں محمدؐ کے اللہ سے منحرف ہوا ہوں یا نہیں؟ مگر جواب احد . احد کے سوا کچھ اور نہ ہوتا۔ شاید میں کچھ اور کہنا ہی

بھول گیا تھا۔ میرا روزمرہ کا رقص بھول بھی جب اس کے دل کی مرضی نہ ہو
سکا تو ایک دن اس نے قطعی فیصلہ کر لیا۔ آج کی رات بلال کی آخری رات ہو گی۔
کل صبح اس کی آخری صبح۔ شدید ترین اذیتیں اور پھر موت۔

موت کا انتظار

ایک آزاد انسان اور غلام کی زندگی میں بڑا فرق اور فاصلہ ہوتا ہے۔ دونوں کی زندگیوں میں ایسا بُعد ہوتا ہے جس کی پیمائش بہت مشکل ہے۔ خدا کی غلامی کی حقیقت تو قابل فہم ہے لیکن ایک انسان کے ہاتھوں انسان کی غلامی ناقابل فہم۔ یہ ایک بھیانک عذاب سے کم نہیں۔ انسان جب انسان کا آقا بن بیٹھتا ہے تو وہ اپنے جیسے انسان کو کس قدر روح فرساں اور دلگداز عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ کیا انسان کو غلامی کی سزا دینے والا انسان خود کو انسان سمجھتا ہے یا خدا؟ انسان کی یہ کتنی بڑی بھول ہے کہ وہ اپنی حقیقت کو فراموش کر کے کیا کیا کرنے لگ جاتا ہے ہاں! غلامی کی سزا بڑی خوفناک دل دوز اور جاں گسل ہے۔ اسی طرح موت کا تصور بھی بڑا زہرہ گداز ہوتا ہے اور اس سے بھی کہیں ہیبتناک موت کا انتظار۔ انتظار موت کا ہو یا کسی اور کا۔ یہ لمحات بڑے کربناک ہوتے ہیں۔

وہ منظر کیسا اذیت ناک ہو گا جب شدید ابتلا کے بعد حضرت بلالؓ کو رسیوں میں جکڑ کر تاریک کمرے میں موت کے انتظار میں چھوڑ دیا گیا ہو گا؟ آیئے اس کا حال سیدنا حضرت بلالؓ سے پوچھتے ہیں۔ ایچ۔ اے۔ ایل۔ کریگ نے اپنی تالیف "حضرت بلالؓ" میں درد و کرب میں ڈوبے لمحات کی چند تلخ مگر ایماں افروز یادیں سیدنا حضرت بلالؓ کی زبانی یوں بیان کی ہیں:

"موت کا قرب کبھی کبھی انساں کے اندر شمعیں روشن کر دیتا ہے میرے اندر بھی اس رات اللہ نے اپنی رحمت سے ایک جوت جگا دی"

پھر سیدنا حضرت بلالؓ کی آنکھوں کے سامنے ماضی کے دریچے کھل گئے۔ بچپن سے لیکراس تاریک کمرے میں پھینکنے تک کی ایک ایک بات۔ والدین کے شبورز کے معمولات۔ ان کی شفقت اور پیار کے لمس۔ اور مفارقت کے تلخ لمحات اور ان سے وابستہ ہر چیز سامنے تھی"۔ ایک اور چھوٹا سا اقتباس پیشِ خدمت ہے۔ "پھر اس رات میں نے اپنے ماں باپ کی گفتگو سنی۔ وہ سرگوشیوں میں ایک دوسرے سے مشورہ کررہے تھے کہ کیوں نہ ہم اس بچے (بلال) کو مارڈالیں اور اسے پیدائشی غلامی کی لعنت سے بچالیں۔ میرے آنسو بہہ نکلے۔ اپنے دکھ پر نہیں۔ اس کرب پر جو والدین نے یہ فقرے کہتے ہوئے اپنے اندر محسوس کیا ہوگا"۔

اس شب کے بارے میں خیالات کے ایک منظر کی ایک بھیانک تصویر کا خاکہ ملاحظہ ہو۔ "مجھے وہ دن یاد آیا جب میں جوان ہونے پر بازار میں پہلی بار بکنے کے لئے آیا تھا۔ اب میں ابن غلام نہیں خود غلام بننے والا تھا۔ پھر اس کے بعد میں کئی بار بکا۔ اونٹوں کے ساتھ، بکریوں کے ساتھ، بھیڑوں کے ساتھ اور بالکل انہیں کیساتھ آج میں دمشق میں بیٹھ کر ان باتوں پر ہنس سکتا ہوں مگر سوچتا ہوں مجھ پر کیسے کیسے دور گزرے ہیں۔ گرم ریت اور دہکتے انگاروں پر لٹائے جانے کے دور۔ مکے کی گلی کوچے میں رسی سے باندھ کر پھرائے جانے کے دور، گرم پتھروں کے نیچے دبائے جانے کے دور، ڈنڈوں سے پٹائی کے دور، ٹھوکروں کے دور، کوڑوں کے دور لیکن اس رات امیہ کے غلام خانے میں جب میری گردن گھٹنوں سے جکڑی ہوئی تھی میرے ذہن پر ہنسی کا تصور بھی نہ تھا۔ پھر اس کرب کے عالم میں میں نے اپنے گرد پھیلی ہوئی زندگی کے حُسن کو محسوس کیا۔ وہ حسن جو جلدی ہی مجھ سے چھننے والا تھا۔ چاند تارے، دن رات، آتے جاتے موسم،

دریاؤں، پہاڑوں، میدانوں اور جنگلوں میں پھیلی جیتی جاگتی رنگ برنگی مخلوق اور سب کا سردار انسان اپنی تمام تر آرزوؤں، امنگوں، اداسیوں، مجبوریوں، خوشیوں کامرانیوں اور قربانیوں کے ساتھ۔ اس رات میں نے ایک سرخ بھنورا بھی دیکھا تھا جو تیز دھوپ میں ایک ڈنٹھل پر بیٹھا تھا۔ آج بھی جب مجھے سرخ بھنورا مجھے نظر آجاتا ہے تو میرا سارا دن خوشی میں گزر جاتا ہے۔ یہ سرخ بھنورے، روئے زمین پر پھیلی ہوئی مخلوق، قبروں میں لیٹے ہوئے میرے ماں باپ یہ سب کہاں سے آگئے تھے اس رات۔ موت نزدیک ہوتی ہے تو انسان کا ذہن کہاں سے کہاں چھلانگیں لگاتا پھرتا ہے۔"

اسی شبِ تاریک کی بابت سیدنا حضرتِ بلالؓ کی خیالات کا نقش یوں ہے۔

"رات بھر میں غلام خانے کے فرش پر کس مپرسی کے عالم میں پڑا کراہتا رہا۔ رسیوں سے جکڑا ہوا۔ رسیاں میرے جسم میں دھنس جاتی تھی۔ میری ذہنی کیفیت ایسی تھی جیسے میرے اندر ہتھوڑے چل رہے ہوں۔ صبح ہو رہی تھی۔ میں نے گہرے سانس لے کر نئے دن کی تازہ ہوا کو اپنے اندر جذب کیا مگر اب میرا ذہن پھر اس ایک اللہ کے تصور کی طرف چل پڑا۔ میں چل تو پڑا ایک انجانی، ان دیکھی راہ پر لیکن محض ایک خانہ بدوش کی حیثیت سے، جسے پیاس تو ضرور لگتی ہے۔ لیکن راستے کے کنویں اس کے اپنے نہیں ہوتے۔ مجھے بھی پیاس تھی۔ شدید پیاس۔ کنوئیں میرے نہیں تھے۔ لیکن میں پیاسا تھا اور یہ پیاس مجھے کھینچے لئے جارہی تھی۔ نامانوس راہوں پر۔ نہ جانے کس منزل کی طرف۔ اس دن اللہ کی توفیق سے میں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا۔ یہی میرا اسلام تھا۔ میرے اندر مٹھاس کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ایسی کہ مجھے اپنے بندھنوں میں بھی چین

ملنے لگا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میری عافیت صرف اور صرف ایک اللہ کے قرب میں ہے۔ یہ سچائی میرے دماغ میں نہیں۔ میرے دل میں، میری روح کی گہرائیوں میں اُتر گئی۔ میں نے عبادت کی تو میرا باطن نور ہو گیا۔ میں نے ربِ جلیل کی حمد و ثنا کی تو میرے اندر انجانی قوت کے سوتے ابل پڑے۔ میں نے اللہ کی رحمتوں کی تلاش کی تو خوف میرے اندر سے نکل گیا۔ اور پھر اللہ کی قدرت سے سورج طلوع ہوا" اب کچھ ہونے والا تھا۔ نیا دن اور نئی عقوبت اور نیا طریقہ۔ اب فیصلہ کن مرحلہ شروع ہونے والا تھا۔ یعنی موت کا رقص یہ آخری سین ہوتا ہے کسی انسان کی زندگی کا۔ شائد انہیں امید ہو کہ سیدنا حضرت بلالؓ ان سے زندگی کی بھیک مانگنے کے لئے ان کے پاؤں پکڑے گا لیکن ادھر انقلاب برپا ہو چکا تھا۔ خاموش اور طاقتور انقلاب سیدنا حضرت بلالؓ اس موقع سے متعلق یادوں کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

"جب وہ مجھے لینے کے لئے آئے تو میں سراپا تشکر تھا ان بد نصیبوں کو کیا خبر تھی کہ یہاں کیا ہو چکا ہے انکو توقع تھی کہ میں ان کے پاؤں پکڑ تا۔ زمین پر ماتھا رگڑ تا۔ ان سے رحم کی بھیک مانگتا لیکن جب ایسا نہیں ہوا تو وہ سمجھے میں پاگل ہو گیا ہوں۔ خوف سے میرا دماغ ماؤف ہو گیا ہے۔ انہیں کیا پتہ تھا کہ میں اپنے خالقِ حقیقی کے حصار عاطف میں ہوں اور وہ جو کچھ بھی کریں گے یا نہ کریں گے۔ وہ سب میرے رب کی رضا سے ہی ہو گا۔ انہوں نے مجھے جائے عقوبت پر لے جانے کے لئے زمین سے اٹھایا مگر انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ میرا اللہ مجھے پہلے ہی ان کے ہاتھوں کی پہنچ سے کہیں زیادہ بلندی پر لے جا چکا ہے۔ اس آخری دن کی صبح کو سیدنا حضرت بلالؓ کو امیہ کے آدمیوں نے جب جائے عقوبت پر لے جا کر ایک کھمبے سے مضبوطی

سے جکڑ دیا۔ اذیت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ نے تشدد و کرب کے ان لمحات کی یادوں کو تصورات کے انداز میں اس پیرائے میں بیان کیا ہے۔

"وہ مجھے ایک میدان میں لے گئے جس کی بیچوں بیچ ایک لکڑی کا کھمبا گڑا ہوا تھا۔ اس کھمبے سے انہوں نے مجھے مضبوطی سے جکڑ دیا۔ امیہ نے کوڑا سنبھال لیا۔ میں اس تشدد کی روداد بیان نہیں کروں گا۔ درد کی یاد نہیں ہوتی۔ درد جب ہوتا ہے تب ہوتا ہے۔ اس کے بعد نہیں۔ صرف اتنا کہوں گا کہ اللہ سورج سے زیادہ طاقتور ہے اور انسانی روح کوڑے کی زد سے باہر ہے۔ میں اس وقت زور زور سے اللہ کو پکار رہا تھا۔ ایک ہی طریقے سے جو مجھے آتا تھا۔ اور ایک ہی نام سے جو میں جانتا تھا۔ احد۔ احد۔ میں بلال جس نے اب تک ہزاروں لاکھوں کو نماز کے لئے پکارا ہے اس وقت عبادت کے طریقوں سے واقف نہ تھا لیکن جب میں نے اس کا نام پکارا تو میرے دل نے گواہی دی کہ اس نے سن لیا۔ کوڑے پڑتے تھے تو میں چیختا نہیں تھا۔ میں نے اپنی زندگی کی باقی ماندہ سانسیں اللہ کے لئے وقف کر دی تھیں۔ ہر کوڑے پر میری آواز مدھم ہوتی جا رہی تھی مگر میں وہی کہتا رہا۔ احد۔ احد اسی کا نام لیتا رہا۔ میں نے ان سے رحم کی التجا نہیں کی۔ صرف اپنے اللہ سے رحم مانگا۔

کوڑوں کا ایک دور ختم ہوتا۔ پھر وقفہ ہوتا تو دوسرا دور شروع ہو جاتا ایسے ہی مختصر وقفے میں ابو سفیان کی بیوی ہند چھتری تانے ہوئے خوشبوؤں میں بسی میرے پاس آئی اور کان لگا کر میری نحیف آواز سننے کی کوشش کی۔ احد۔ احد۔ یہ سن کر مڑی اور ہنستی ہوئی واپس چلی گئی۔ ہند کی ہنسی بڑی مترنم تھی۔

"یہ غلام تو وعظ کر رہا ہے"

اور پھر مجھ پر کوڑے برسنے لگے ایک۔ دو۔ تین نہ ختم ہونے والا سلسلہ۔

میں نے اکثر سوچا ہے کہ شاید اس دن میں درخت پر پڑے کسی جھولے پر جھولتا ہوا موت کے دامن میں پہنچ گیا۔ لیکن ایسا نہیں تھا موت کیا ہوتی ہے یہ صرف وہی جانتے ہیں جو حقیقتاً مر جاتے ہیں۔ البتہ اتنا ضرور کہوں گا میں ہر درد سے آزاد ہو چکا تھا۔ مجھے کسی تکلیف کا احساس نہیں رہا تھا یوں لگتا تھا کہ اپنی دانست میں مجھ پر ظلم کرنے والے میری دنیا سے بہت دور کہیں اپنے ظلم میں مصروف ہیں یہاں تک کہ جب انہوں نے مجھ پر تپتی ہوئی چٹانیں رکھیں جن کے بوجھ تلے میری موت یقینی تھی تو مجھے صرف اتنا محسوس ہوا کہ انہوں نے ایک کھیل ختم کر کے دوسرا شروع کر دیا ہے۔ میں ان کی پہنچ سے باہر جا چکا تھا۔ ان کی حرکتیں مجھے احمقانہ لگ رہی تھیں۔ مجھے وہ ایسے لگ رہے تھے جیسے عکاظ کے میلے پر ناچنے والی بھیڑیں۔

سیدنا حضرت بلالؓ کی تعذیب کے آخری لمحات کی کیفیت منظر کشی کا ایک انوکھا انداز بھی قارئین کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ انسانی ظلم و تشدد کا مظہر یہ منظر کس قدر دل دوز اور ایماں افروز ہو گا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

پھر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھا دیا۔ مجھے اپنے سامنے سر سبز و شاداب کھیت نظر آنے لگے۔ چاروں طرف پھلوں سے لدے ہوئے درخت تھے۔ میں نے بہتے ہوئے جھرنوں کی گنگناہٹ سنی۔

مجھے اپنے اوپر ایک روح پرور سائے کا احساس ہونے لگا پھر میں ایک نہایت خوبصورت باغ میں داخل ہو گیا یہاں ہر رنگ، ہر نسل کے نوجوان مرد عورتیں سیر و تفریح میں مشغول تھے۔ ان کے چہروں پر وقار تھا۔ اور ان کے پور پور

سے خوشیاں پھوٹ رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور ایک فوارے کے پاس لے گئے۔ یہاں میں نے پانی پیا اتنا کہ میری روح کی پیاس بجھ گئی۔ مجھے ایسے لگا جیسے میں ذات باری تعالیٰ کے قرب میں ہوں۔ ''میں نہیں جانتا یہ کیا تھا واہمہ تھا، کوئی وجدانی کیفیت تھی۔ کوئی مافوق الفطرت کرشمہ تھا، کوڑوں سے میرا دماغ معطل ہو گیا تھا یا محض میری افتادِ طبع تھی یا پھر اس میں سارے عناصر شامل تھے۔ بہر کیف جو کچھ بھی تھا جلد ہی ختم ہو گیا۔ لیکن میں آج بھی اپنے آپ سے پوچھتا ہوں کہ بلالؓ کیا واقعی تو نے جیتے جی جنت بریں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔''

اس باب میں مصنف ایچ۔ اے۔ ایل کریگ کی کتاب ''حضرت بلالؓ '' کے (اردو مترجم جناب محترم سلیم گیلانی صاحب) سے اخذ کردہ اقتباسات کو رقم کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ ایک خاص تناظر اور طرز میں وہ تمام حقائق احوال کیفیات، محسوسات، تصورات، خیالات، مناظر اور ماحول و فضا کو قارئین کے سامنے لایا جائے۔ جو سیدنا حضرت بلالؓ کی شخصیت، ان کی تعذیب و تشدد، ان کے کمال صبر و استقامت کی تجلیات، ان کا خدائے واحد سے سچا جذبہ عشق نشہ توحید کا کیف و سرور اور دیگر ان ثمرات سے تعلق رکھتے ہیں۔ مصنف نے ان سطور میں ان لمحات کے احوال مناظر جور و جفا اور تعذیب کے نئے نئے انداز اور خود سیدنا حضرت بلالؓ جو ان جاں گسل اور جوہرہ گداز مظالم کا نشانہ بنے کے احساسات اور دل و دماغ اور جسم و جاں کی ظاہری اور باطنی کیفیات کو اپنی نوکِ قلم کے سپرد اس طرح کیا ہے گویا سیدنا حضرت بلالؓ سامنے بیٹھے اپنی زبان سے خود ایک ایک حرف اور ایک ایک واقعہ بیان کر رہے ہیں۔ مصنف کا یہ انداز مجھے اچھا لگا اور پھر اس واقعہ سے متعلق انسانی ذہن میں ابھرنے والے بعض سوالات اور ان کے

جولبات کا سامان موجود ہے۔ سیدنا حضرت بلالؓ کا قبول اسلام اور آپ کا ابتدائی زمانہ کیا اور کیسا تھا۔ آپ کیوں اور کیسے اسلام لائے سابقہ ابواب اور باب میں اپنی استطاعت کے مطابق مناسب طریقے اور موقع و محل کے مطابق وضاحت کر دی ہے۔ آخر میں اتنا ہی کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ سیدنا حضرت بلالؓ سرور کون و مکاں ﷺ کی تعلیمات اور آپ کی اخلاق کریمانہ، سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تبلیغ اور سرداران قریش کی محفلوں میں توحید و اسلام کے چرچوں اور مباحث سے توحید آشنا ہوئے۔ جب کسی پاکباز انسان کی روح میں توحید کی شراب داخل ہو جاتی اور وہ انساں اپنے آپ کو اللہ کی رضا کے حوالے کر دیتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا بلالؓ نے کیا تو اس پر ایسا وجد اور کیف و مستی کی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ امیہ کے کوڑوں کی پہنچ سے دور ہو جاتا ہے۔ اللہ و تبارک تعالےٰ اپنے محبوب ایسے ایسے بندوں کو اپنی حفاظت اور شفقت کے حصار میں لے لیتے ہیں ایسی سعید روحوں کے لئے جنت بریں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ وہ جگہ ہے یہاں کسی امیہ کی رسائی ناممکن اور داخلہ ممنوع ہے۔ امیہ کیا جانے نشہ توحید کیا ہے؟ اس کے کیا ثمرات ہیں؟ فلسفہ توحید امیہ جیسی بد روحوں کی سمجھ سے باہر ہے۔ توحید کی منطق اور فلسفہ کو امیہ کا ادنیٰ غلام "بلال" سمجھ گیا تو ادنیٰ غلام بلند ترین درجات پر پہنچ گیا۔

سپیدۂ سحر کی نمود آزادی

کائنات کا خالق اور مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور وہی قادر مطلق ہے۔ لیکن حیرت کی بات ہے۔ کہ انسان دنیا کی ہر چیز کو اپنی ملکیت سمجھ بیٹھا ہے اور یہ انسان اپنے سے کمزور انسانوں کو بھی اپنی ذاتی ملکیت سمجھتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان تو اپنے جسم، اس کے حصے اور اپنی زندگی کا بھی مالک نہیں۔ ایک سانس کا قطعی طور پر مالک نہیں۔ انسان کی اسی غلط سوچ نے اسے ظلوم وجہول (ظالم و جاہل) بنادیا ہے۔ اور انسان کی اسی سوچ اور روش کے باعث دنیا فتنہ وفساد کی اماجگاہ بن گئی ہے۔ انسان کے ذہن میں یہ گندی اور جاہلانہ سوچ پرورش نہ پاتی تو کوئی امیہ کسی بلال کو نہ غلام بناتا اور نہ تازیانہ برساتا۔ سیدنا حضرت بلالؓ کو آخری سزا کے لئے آج امیہ نے کھمبے کے ساتھ جکڑ دیا ہے تاکہ وہ اپنے زرخرید غلام کو حکم عدولی کا مزا چکھائے پھر وہی سیدنا بلالؓ ان کے سینے پر بھاری پتھر اور تڑاخ تڑاخ کوڑے برسنے شروع ہو گئے اور بلالؓ جس نے اپنا سب کچھ اللہ کی رضا کی خاطر اللہ کے حوالے کر دیا تھا صبر واستقامت کا پہاڑ بنے بیٹھے تھے۔ عاشق ذوالجلال کی جبین ہمت پر شکن تک نہیں پڑی۔ یوں لگتا تھا وہ امیہ کے کوڑوں کی پہنچ سے بہت دور ہیں لیکن یہ منظر بڑا دل فگار تھا سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا گھر بن وجمح کے محلے ہی میں تھا وہ آتے جاتے حضرت بلالؓ کو نت نئے مظالم اور شدائد کا نشانہ بنتے دیکھتے تو بے تاب ہو جاتے اور سوچنے لگتے کہ اس مظلوم کو مشرکین کے پنجۂ ستم سے کیسے چھڑا دیا جائے۔ سیدنا حضرت

ابو بکر صدیقؓ کا گزر ادھر سے ہوا۔ یہاں حضرت بلالؓ کو آگ کی طرح سلگتی ریت پر لٹایا ہوا تھا۔ آپ کے سینہ پر بھاری چٹان رکھی ہوئی تھی۔ آپ کا دل عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حالتِ زار دیکھ کر دل بھر آیا اور امیہ کو فرمایا:

"اس مسکین کے بارے میں تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ کب تک اس بیکس پر یوں ظلم کرتے رہو گے"۔

امیہ بولا: اے ابو بکر تو نے ہی اسے خراب کیا ہے اگر تمہیں اس پر زیادہ ترس آتا ہے تو اس کو چھڑا لو۔

صدیق اکبرؓ نے جھٹ فرمایا: میں تیار ہوں بولو کیا لو گے۔

ابو سفیان بول اٹھا یہ بات خلافِ اصول ہے کہ ایک زیر اصلاح غلام کو خرید اجائے۔

امیہ نے جواب دیا۔ غلام مر چکا ہے اب اگر ابو بکرؓ لاش خریدنا چاہے تو اس میں میرا ہی فائدہ ہے۔

تب حضرت ابو بکرؓ سیدنا بلالؓ کے قریب آئے ان کو پکارا۔

امیہ حیرت سے بولا: غلام پیر ہلا رہا ہے پھر اس نے قریب ہو کر کان میں آہستہ سے کہا۔ سانس لے۔ اوسیام غام سانس لے۔ پھر امیہ اپنے ساتھیوں کی طرف لپکا اور بولا آج میں ابو بکرؓ سے وہ کھیل کھیلوں گا جو کسی سے نہ کھیلا ہو گا۔ امیہ بن خلف ایک وحشیانہ قہقہ کی گرج کے ساتھ اپنے ساتھیوں سے کہا: وہی امیہ جس کے غلام حضرت بلال حبشیؓ تھے جس نے شروع میں بلالؓ کے دعوت ایمانی کو ریت کا محل اور بچوں کا کھیل سمجھ رکھا تھا۔ جس نے ایک غلام کے نغمہ توحید کو کچل ڈالنے کے لئے بد ترین مشقِ ستم کی۔ پھر بھی روح ایمانی جب وہی نغمہ۔ لہو رنگ نغمہ جبر و عقوبت کی خوفناک فضاؤں میں مسلسل الاپتی چلی گئی تو

بے رحم آقا کی ساری آقائیت حیرت اور جھنجلاہٹ کے غلیظ پسینے میں غوطے کھانے لگی۔

امیہ (سیدنا ابو بکرؓ سے مخاطب ہو کر) بولا: کیا قیمت دو گے

حضرت ابو بکرؓ نے کہا میرے پاس ایک مضبوط اور توانا غلام ہے وہ تیرا ہم مذہب بھی ہے وہ تم لے لو اور یہ نحیف و نزار غلام مجھے دے دو۔

امیہ نے کہا: مجھے منظور ہے۔

اچانک پھر امیہ بولا: قسطاس ہی نہیں اس کی بیوی بھی دینا ہو گی۔

حضرت ابو بکرؓ نے ایک لمحہ پس و پیش کے بغیر فرمایا: "مجھے منظور ہے"

"لیکن اچانک پھر امیہ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"نہیں خدا کی قسم"

قسطاس اور اس کی بیوی کے ساتھ اسکی بیٹی بھی لوں گا حضرت ابو بکرؓ نے ایک ثانیے سوچا اور دو ٹوک لہجے میں بولے "چلو دی" لیکن ایک بار پھر امیہ نے ہولناک قہقہہ بلند کیا۔ نہیں۔ خدا کی قسم! قسطاس بھی اس کی بیوی بھی۔ اس کی بیٹی بھی اور دو سو دینار بھی مزید!

بولو بلالؓ کو خرید و گے "شرم" بار بار فرمان بدلنے والے کی شرارت سے بیزار ہو کر حضرت ابو بکرؓ بولے "کیا جھوٹ بولتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی"؟"

لات و عزیٰ کی قسم! امیہ بن خلف نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا!

بس یہ آخری قیمت ہے پھر بات طے شدہ سمجھو۔۔۔۔

چل او کافر یہ بھی منظور ہے۔ مسلمان بھائی بلالؓ کی غمخواری سے سرشار ابو بکرؓ نے کہا۔

پیر محمد کرم شاہ ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۳۲۸ پر لکھتے ہیں کہ سعید بن مسیب سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ نے بلالؓ کے بدلے اپنا غلام قسطاس امیہ کو دیا تھا۔ قسطاس کی قیمت کئی ہزار دینار تھی وہ حضرت ابو بکرؓ کے ایک کاروباری ادارہ کا انچارج تھا اتنا قیمتی غلام دیکر خستہ جاں بلالؓ لے لیا کیونکہ ایمان اور عشق مصطفےٰ نے اسے انمول بنا دیا تھا۔ جب مشرکین کو پتہ چلا کہ حضرت ابو بکرؓ نے اتنی گراں قیمت ادا کر کے امیہ سے بلال خریدا ہے پھر اسے آزاد کر دیا ہے تو یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی اور حیرت کا اظہار کرنے لگے ان میں سے ایک نے کہا کہ حیرت کی کوئی بات نہیں۔ بلالؓ نے حضرت ابو بکرؓ پر کوئی احسان کیا ہوگا۔ احسان کا بدلہ چکانے کے لئے ابو بکرؓ نے اسے گراں قیمت پر خرید کر آزاد کر دیا اللہ تعالےٰ نے آیت اتار کر اس غلط فہمی کی تردید فرمائی۔

''اور اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو۔ بجز اس کے کہ وہ اپنے برتر پروردگار کی خوشنودی کا طلب گار ہے۔''

کہا جاتا ہے کہ جب سیدنا حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ کو امیہ سے خرید لیا تو امیہ کی بیوی نے سمجھا کہ بلالؓ کی اتنی بڑی قیمت دیکر بے وقوف بن گئے ہیں وہ کہنے لگی ''ہم تو بلالؓ کو ایک اوقیہ سونے میں بھی بیچ ڈالتے۔ بلالؓ ہمارے لئے سب سے بے قیمت چیز کے سوا آخر کیا ہے۔

عاشق رسول ﷺ حضرت بلالؓ کے مولف ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی کے مطابق یہ الفاظ امیہ کی بیوی ہند نے نہیں بلکہ خود امیہ نے کہے تھے اس کے جواب میں حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اگر تم ہزار دینار بھی مانگتے تو دے دیتا۔

کتاب ''بلال'' کے مصنف کریگ کے الفاظ اس طرح ہیں۔

ادھر امیہ لہک لہک کر اپنی رقم گن رہا تھا اس کی ہنسی تھی کہ تھم نہیں رہی تھی "ابن ابو قحافہ نے اس کے دو سو درھم دیئے ہیں میں تو اسے سو پر بھی بیچنے کو تیار تھا"۔

حضرت ابو بکرؓ نے جواباً کہا امیہ دھوکا میں نے نہیں۔ تم نے کھایا ہے مجھ سے پوچھو تو یمن کی بادشاہی بھی اس کے آگے ہیچ ہے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے سیدنا حضرت بلالؓ کی قیمت امیہ کو ادا کر دی تو حضرت زید بن حارثہؓ نے انہیں چٹانوں کے نیچے سے نکالا اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ان کو سہارا دیکر آپ کے گھر لائے۔ کفر دنیا کی پرستش کا دوسرا نام ہے۔ کفر کے نزدیک دنیا کی سب سے قیمتی چیز سونا چاندی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمارے سر میں امیہ بن خلف کا دماغ ہے یا ہمارے سینے میں سیدنا حضرت ابو بکرؓ کا سا دل ہے؟ ہمیں اللہ سے محبت ہے یا دنیا کے مال سے؟

اُسد الغابہ میں سعید بن مسیّب کے حوالے سے تحریر ہے کہ وہ (سیدنا حضرت بلالؓ) اپنے دین پر بڑے حریص تھے انہیں سخت تکلیفیں دی جاتی تھیں جب مشرک لوگ انکو اپنے پاس بلاتے تھے تو یہ اللہ اللہ کہتے تھے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ سے ملنے آئے اور فرمایا اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ہم بلالؓ کو خرید لیتے۔ حضرت ابو بکرؓ عباس بن عبد المطلب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ بلالؓ کو ہمارے لئے خرید دو چنانچہ عباس گئے اور بلالؓ کی مالکہ سے کہا کہ کیا تم اس غلام کو بیچو گی قبل اس کے اس کی بھلائی جاتی رہے اس نے کہا کہ اس غلام کو تم کیا کرو گے یہ خبیث ہے اور ایسا ہے اور ویسا ہے غرض اس نے ٹال دیا۔ پھر عباس اسے ملے اور اسی قسم کی گفتگو کی غرض انہوں نے بلالؓ کو مول لے لیا۔ اور ابو بکرؓ کے پاس بھیج دیا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے انہیں اس حال میں مول لیا تھا کہ وہ پتھر نیچے دبے ہوئے تھے۔ اور انہیں تکلیفیں دی جا رہی تھیں۔

سیر الصحابہ میں لکھا ہے کہ حضرت بلالؓ ایک روز معمول وادی بطحا میں مشق ستم بنائے جا رہے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ ادھر سے گزرے تو یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر دل بھر آیا اور ایک گرانقدر رقم دیکر آزاد کر دیا۔ آنحضور ﷺ نے سنا تو فرمایا ابو بکرؓ مجھے بھی اس میں شریک کر لو آپ نے عرض کی یا رسول اللہ میں آزاد کر چکا ہوں۔

ایچ۔ اے۔ ایل کریگ (مصنف حضرت بلالؓ) کے مطابق سیدنا بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کے گھر پانچ روز تک فرد کش رہے چونکہ آپ زخموں سے چُور تھے اس لئے آپ کو ایک کمرے میں رکھا گیا اور آپ کی مرہم پٹی اور تیمار داری کی جاتی رہی۔ سیدنا حضرت بلالؓ تین دن تک بے ہوش رہے اور اس اثناء میں رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے رہے اور آپ کے سرہانے دعا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کا بخار ختم ہو گیا اور حضور ﷺ نے آپ کو اس وقت چھوڑا جب یقین ہو گیا کہ آپ محفوظ ہو گئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں آپؐ کو بہت خوشی ہوئی اور فرمایا۔ "بلالؓ دائرہ اسلام میں آ گئے ہیں" چھٹے روز حضرت بلالؓ اٹھنے کے قابل ہو گئے تو سیدنا حضرت ابو بکرؓ نے ان سے فرمایا کل ہم دونوں پیغمبرؐ کے پاس چلیں گے۔

حضرت بلالؓ۔ دربار نبوی میں

0306-6252216

آزادی کے بعد چھٹے روز ابو بکر صدیقؓ اپنے آزاد کردہ غلام سیدنا حضرت بلالؓ کو لے کر سرور دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپؐ اس وقت گھر میں حضرت علیؓ کے ہمراہ چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ حضرت بلالؓ کو دیکھ کر آپؐ کی آنکھوں سے آنسو اچھل پڑے۔ حضرت علیؓ جو اس وقت کمسن تھے نے آپ کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں یہ کوئی بُرا آدمی ہے کیا؟ آپؐ نے فرمایا۔ "نہیں علیؓ۔ یہ وہ شخص ہے جسے خدا کی خوشنودی حاصل ہے"۔ یہ کہہ کر آپؐ اٹھے اور سیدنا حضرت بلالؓ سے بغلگیر ہو گئے اور ان کو گلے لگایا اور فرمایا:

"بلالؓ! جب تک دنیا قائم ہے یہ بات یاد رکھی جائیگی کہ اسلام کی راہ میں اذیت برداشت کرنے والے پہلے شخص تم تھے"۔

پھر آپؐ نے سیدنا حضرت بلالؓ کا بازو پکڑا اور چٹائی پر بیٹھنے کو کہا۔ سیدنا حضرت بلالؓ متذبذب تھے کہ کہاں وہ اور کہاں رسول اللہ ﷺ جو قریش کی عالی نسب ہستی تھے کیوں کہ انہوں نے نہ تو صرف ایستادہ رہنا سیکھا تھا اور یہ ان کی عادت بن گئی تھی۔ اتنی بڑی ہستی کے ساتھ بیٹھنے کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ بالا آخر آپؐ نے مشفقانہ انداز میں فرمایا: دیکھو بلالؓ! تمہیں بیٹھنا ہو گا۔

چنانچہ سیدنا حضرت بلالؓ چٹائی پر پہلی بار اہل منصب کے پہلو میں بیٹھ گئے اور یہیں سے ان کی حضور ﷺ سے رفاقت کا آغاز ہوا جو بائیس سالوں پر محیط ہے۔

حضرت علیؓ اپنے کرتب دکھانے میں مصروف تھے اتنے میں ام المومنین سیدہ حضرت خدیجہؓ اور آپؐ کی چاروں بیٹیاں حضرت زینب، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ بھی تشریف لے آئیں اور ایک دائرے میں بیٹھ گئیں یہ بڑی شفیق ہستیاں تھیں حضرت فاطمہؓ نے تو معصومانہ انداز میں سیدنا حضرت بلالؓ سے حبشہ اور وہاں کے حالات کے بارے میں کچھ سوالات بھی کئے لیکن حضرت بلالؓ جو حبشہ کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے ادھر اُدھر کے جواب دیتے رہے۔ اتنے میں حضرت ام کلثومؓ کھجوروں کی ایک ٹوکری لے آئیں اور آپؐ ان میں نرم نرم اور پکی ہوئی کھجوریں تلاش کر کے حضرت بلالؓ کو دیتے اور خود جو کھجور ہاتھ لگتی کھا لیتے۔ پھر ام المومنین حضرت خدیجہؓ جو بڑی خوش مزاج، خوش وخرم اور پروقار تھیں نے دودھ منگوا کر پلایا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے جب صحن میں بیٹھنے کے لئے ارشاد فرمایا تو سیدنا حضرت بلالؓ اٹھتے وقت لڑکھڑا کر گرنے والے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں سہارا دیا اور دوبارہ بٹھا دیا۔ رسول کریم ﷺ نے خون کو گردش میں لانے کے لئے حضرت بلالؓ کو اٹھانے کی کوشش کی بیسار کوشش کے بعد وہ کھڑے ہوئے تو ان کا درد غائب تھا۔ چلتے چلتے آنحضور ﷺ نے حضرت بلالؓ سے پوچھا۔

بلالؓ! تم اللہ کو کس طرح جانتے ہو۔

حضرت بلالؓ نے جواب دیا! میرا دل اللہ کی شہادت دیتا ہے۔

آپؐ ان کے جواب سے مطمئن نہ ہوئے تو حضرت بلالؓ نے عرض کیا۔

میں اللہ کو جانتا ہوں لیکن پھر بھی نہیں جانتا کیا اللہ تلاش سے مل جاتا ہے۔

اسلام کا مطلب ہے انسانوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا خواہ کسی رنگ، کسی نسل

حمد و ثنا سے اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی کرنے سے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے قریب ہو جاتا ہے لیکن ہمیشہ یاد رکھنا! بندہ اللہ کو نہیں پاتا۔ اللہ بندے کو خود تلاش کرتا ہے۔ ایمان بندے کی صفت نہیں۔ اللہ کا عطیہ ہے"۔

"میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور مجھے علم ہے اللہ تک رسائی کا راستہ اسلام ہے"۔

حضرت بلالؓ نے اس یادگار دن اسلام کا لفظ دوسری بار پھر سنا تھا لیکن لفظ کا اصل مفہوم ان پر واضح نہیں تھا۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اسلام کا مطلب ہے اپنے آپ کو اللہ وحدہٗ لاشریک کی مرضی کے تابع کر لینا۔ اسلام کا مطلب ہے انسانوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا خواہ کسی رنگ، کسی نسل، کسی منصب کے ہوں۔ اسلام نوع انسان کی مساوات کا پیغام ہے اسلام انسان کے لئے اللہ کا منتخب کیا ہوا دین ہے۔ یہ تھی سیدنا حضرت بلالؓ کی رسول اللہ ﷺ سے پہلی ملاقات اور اس طرح ان کے اسلام کی ابتداء ہوئی۔ اس کے بعد سیدنا حضرت بلالؓ نے اپنے آپ کو ہمہ تن سرورِ انبیاء ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ دکھ ہو یا سکھ سفر ہو یا حضر، وعظ و تبلیغ کی مجالس ہوں یا جنگ کا میدان، وہ ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر رہے تھے اس طرح آپ کو خادم رسولؐ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت بلالؓ نے لکھنا سیکھا۔

علم با القلم(القران)

ترجمہ۔ (ہم نے انسان کو) قلم سے سکھایا۔

طالب علم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ قیمتی ہے(حدیث نبوی)

حضرت بلالؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے سرور کون و مکاں ﷺ کی خدمت میں آجانے کے بعد شروع شروع میں سیدنا حضرت بلالؓ کے گھر قیام کیا۔ یہاں ہر طرح سے آرام و راحت اور سکون تھا اور ظلم و جفا کا نام تک بھی نہ تھا۔ یہیں سے ان کے حالات یکسر بدل گئے تھے۔

بدنا حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کا معمول یہ تھا کہ سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر اپنی تین بکریوں کا دودھ دوہتے اور پھر دوسرے کام کرتے تھے۔ ایک دن میں نے انہیں بکریوں کے باڑے سے آتے دیکھا تو ایک مرتبہ پھر ان کا شکریہ ادا کیا کیونکہ انہوں نے مجھے خرید کر آزاد کیا تھا میری بات ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ الٹا انہوں نے میرا شکریہ ادا کرنا شروع کر دیا اور پھر کہنے لگے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ غلاموں کو آزاد کرنے سے اللہ تعالےٰ خوش ہوتا ہے۔ یہ بات انہوں نے شرماتے شرماتے کی بلکہ یہ کہتے ہوئے ان کی زبان ایک آدھ بار لڑکھڑائی بھی وہ کہنے لگے۔ بلال اب تمہیں نئے کام کرنے ہوں گے اور شاید اتنے سخت کہ اب سے پہلے کبھی نہ کئے ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ معاً میرے منہ سے نکلا۔

جو حکم آقا مگر میرے اس جواب سے انہیں صدمہ پہنچا۔ حضرت ابو بکرؓ نے دودھ کا برتن زمین پر رکھ کر مجھے دونوں کانوں سے پکڑ لیا۔ میری پیشانی سے اپنی پیشانی بار بار ٹکراتے ہوئے کہا۔

"سنو بلال اب تم آزاد ہو۔ آزاد ہونے کا کیا مطلب ہے یہ تمہیں سیکھنا ہے"

جی ہاں! میں نے جواب دیا۔

پھر یکایک آپ ہنس پڑے اور میرے کان چھوڑ دیے اور کہنے لگے "بلالؓ اگر میں تمہیں ایک قلم بنا دوں تو تم لکھنا سیکھنے کی کوشش کرو گے "

میں نے ابو بکرؓ کی رہبری اور نگرانی میں لکھنا سیکھنا شروع کر دیا۔ میں نیل کے پتوں سے سیاہی بناتا پھر کھال پر، درختوں کی چھال پر، ہڈیوں پر، گیلی زمین پر، راکھ پر اور پتھروں پر غرض ہر اس چیز پر جس پر لکھا جا سکتا تھا چلتے پھرتے میں ہوا میں بھی انگلیوں سے کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ ہر روز تھوہر کا ایک قلم تراش کر دیتے تھے۔ اب ان کا صبح کا معمول یوں ہو گیا تھا۔ پہلے نماز۔ پھر قلم۔ پھر بکریوں کا دودھ۔ ایک روز میں سیاہی بنا رہا تھا کہ سیدنا حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے آپ بہت خوش تھے مجھے سیاہی بناتا دیکھ کر آپ اور بھی خوش ہوئے۔ انہوں نے یکایک میرے سیاہی سے لتھڑے ہاتھوں کو چوم لیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑے ہوئے مجھے ایک گدے کے پاس لے گئے اور بیٹھنے کو کہا اور ساتھ ہی آپ خود بھی بیٹھ گئے اور کہنے لگے جانتے ہو آج رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا۔ جب ہم بیٹھ گئے تو انہوں نے کہا۔ طالب علم کی سیاہی، شہید کے خون سے زیادہ قیمتی ہے۔ یہ رسول کریم کے الفاظ ہیں۔ پھر میں اٹھا دونوں ہاتھ سیاہی میں ڈبو دیئے اور باہر نکالے اور بار بار انہیں دیکھتا رہا۔

حضرت ارقم مخزومیؓ بڑے معزز و محترم صحابی تھے آپ ابتدا میں اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ آپ غالباً ترھویں مسلمان تھے آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو مخزوم سے تھا آپؓ ۵۹۰ء میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ ۵۳ھ میں ۸۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور آپ مدینہ میں جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

ان کا قلعہ نما مکان بیت اللہ کے نزدیک کوہِ صفا کے دامن میں واقع تھا۔ ظہور قدسی کے بعد جب نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کی روحانی تربیت اور تدریس قرآن کے لئے اسی گھر کو منتخب فرمایا اور وہاں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ اکثر اوقات اصحابہ کرام یہاں جمع ہوتے تھے اور رشد و ھدایت سے مستفید ہوتے تھے۔ اسلام کی اس اولین درس گاہ نے مسلمانوں کی تعلیمی تشنگی کی تسکین کے لئے گراں مایہ خدمات سرانجام دیں یہی وہ درس گاہ ہے یہاں قریش مکہ کی بڑی بڑی شخصیات نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام کی انقلابی تحریک میں شرکت کی اور قافلہ توحید میں شمولیت اختیار کی۔ یہی وہ مبارک گھر ہے یہاں حضرت سمیہؓ والدہ حضرت عمارؓ اسلام لائیں۔ اسی دارالارقم میں سیدنا حضرت حمزہؓ کو اسلام لانے کا شرف حاصل ہوا اور یہیں حضرت عمرؓ خطاب دولتِ ایمان سے مالا مال ہوئے اسی مبارک اور سعادت والے گھر میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اکثر قیام فرمایا کرتے تھے اور اسی بیت ارقم میں مسلمان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ اس گھر میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی تھی۔

یہ مکان بعد میں حضرت ارقم مخزومی نے وقف کر دیا تھا۔ اسی تاریخی اہمیت والے گھر کے پہلے پاسبان اور محافظ سیدنا حضرت بلالؓ تھے اور یہ آپ کا بہت بڑا اشرف تھا۔ یہیں حضرت بلالؓ دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے وعظ و نصحیت اور ارشاد و تبلیغ سے فیض یاب ہوتے تھے۔ آپ دارالارقم کے دروازے پر ہر وقت پہرے کے لئے موجود رہتے تھے اور آپ اس قدر چوکس رہتے تھے کہ کفار مکہ کی کوئی سازش کامیاب نہ ہو سکتی تھی۔

بقول سید ابو الاعلیٰ مودودی دارالارقم کا نصف حصہ نئی تعمیرات کے سلسلہ میں شامل کر لیا گیا ہے جو کوہِ صفا کے قریب سے منیٰ کو جاتا ہے اور باقی حصہ ایک دوکان میں شامل کر لیا گیا ہے لہذا دارالارقم نامی کوئی عمارت اب مکہ میں موجود نہیں۔ (بحوالہ سفرنامہ ارض القرآن صفحہ ۱۵۴۔۱۵۱ از مولانا مودودی)

سیدنا حضرت بلالؓ نے اسی دارالارقم میں سیدنا حضرت عمر بن خطابؓ کے اسلام لانے کے منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہاں پر موجود صحابہ کرامؓ نے جب نعرہ تکبیر بلند کیا تھا۔ جس سے کوہِ ابو قُبیس کی چوٹیاں گونج اٹھی تھیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے حکم پر آپ نے بلند جگہ پر کھڑے ہو کر فاروق اعظمؓ کے ایمان لانے کی خبر دہرائی تو کفر کے ایوان میں اسی صدائے رعد کو سن کر زلزلہ بپا ہوا اور مشرکین نے کہا: ''ہم دو ٹکڑے ہو گئے''

شبِ معراج اور حضرت بلالؓ

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ و تعالےٰ نے طائف کے واقعہ فاجعہ کے بعد اور ہجرت مدینہ کے درمیانی مدت میں **ملکوت السموات والارض** کی سیر کروائی۔ معراج سے واپسی پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جنت تو بلالؓ کی مشتاق ہے"

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت بلالؓ سے دریافت فرمایا۔

لم سبقتنی الی الجنة یا بلال

اے بلال تم کونسا عمل کرتے ہو جس کی وجہ سے میں نے تمہیں جنت میں اپنے آگے دیکھا ہے اور تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔

حضرت بلالؓ نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے جب بھی وضو کیا ہے دو رکعت **تحیة الوضو** ضرور ادا کرتا ہوں۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے بلالؓ تو نے یہ سعادت اس عمل کی وجہ سے پائی ہے۔ (بخاری شریف)

ویسے بھی حضرت بلالؓ کا معمول تھا کہ آپ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے احتیاطاً چلا کرتے تھے۔ اسی لئے جنت میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے صدقے خادم رسولؐ حضرت بلالؓ کو رفاقت کا شرف حاصل ہو گیا۔

سیدنا حضرت بلالؓ جب یہ واقعہ ہجرت مدینہ کے بعد صحابہ کرامؓ کو سناتے تھے تو شدت غم ہجراں حبیبؐ کے سبب ان کی آنکھیں اشکبار ہو جایا کرتی تھیں۔

توحید کے علمبردار اور عاشقِ رسول ﷺ حضرت بلالؓ کو یہ بلند مقام و مرتبہ صرف خدائے **واحدہ لا شریك** سے بے پناہ محبت اور سرکار حضور اکرم ﷺ سے عشق صادق کی بدولت حاصل ہوا۔ واقعہ معراج درحقیقت سیدنا حضرت بلالؓ کی قسمت کی معراج کا مظہر ہے۔

شعبِ ابی طالب اور سیدنا حضرت بلالؓ

روح فرساں شدید مظالم کے باوجود قریش مکہ تحریک اسلامی کا راستہ روکنے میں ناکام ہے۔ کارواں توحید بڑھتا ہی گیا تو انہوں نے (محرم ۷ھ) نبوی پیغمبر اسلام ﷺ اور خاندان بنو ہاشم کے سماجی مقاطعہ کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ اس پر بنو ہاشم اور آل عبدالمطلب (ماسوائے ابو لہب کے) آنحضرت ﷺ کی جان خطرے میں پاکر شہر سے نکل کر شعبِ ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ یہ پہاڑ کے دامن میں ایک گھاٹی جو بنو ہاشم کی ملکیت تھی اور ابو طالب کے نام سے معروف تھی۔ آپ ﷺ اور آپؐ کے خاندان کے لوگ تین سال تک اس گھاٹی میں محصور رہے یہ بڑا ابتلا کا دور تھا۔ کفار مکہ کی طرف سے تحریکِ اسلامی کو کچلنے کی یہ بہت بڑی منظم سازش تھی۔ حضور ﷺ حج کے ایام میں حاجیوں کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے تھے لیکن کامیابی نہیں ہوتی تھی۔ آپؐ کے ان تبلیغی دوروں میں حضرت بلالؓ آپؐ کے ہمراہ ہوتے اور ہر ممکنہ خدمت بجا لاتے ایسے ہی ایام کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے ایک بار فرمایا۔

"اللہ کی راہ میں مجھے ڈرانے اور دھمکانے کے لئے وہ کچھ کیا گیا کہ کسی دوسرے کے لئے نہیں کیا گیا اللہ کی راہ میں مجھے اتنا دکھ دیا گیا کہ کسی دوسرے کو نہیں دیا گیا اور مجھ پر تیس دن رات مسلسل ایسے گزرے کہ میرے اور بلالؓ کے لئے کوئی ایسا کھانا مہیا نہیں ہوتا جسے جاندار کھاتے ہوں بجز اس شے کے کہ جسے

(چھوٹی سی پوٹلی بنا کر) بلالؓ اپنی بغل میں دبا لیتے'' (ترمذی شریف)

دراصل قریش مکہ کا سوشل بائیکاٹ (معاشرتی مقاطعہ) کا معاہدہ جس پر چالیس سرداروں کے دستخط تھے۔ سفارتِ حبشہ کی ذلت آمیز ناکامی کا ردعمل تھا۔ اس ناکامی کے بعد قریش مکہ کو ایک اور سانحہ کا صدمہ بے قرار کئے ہوئے تھا۔ یہ سانحہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا تھا۔ ان واقعات سے کفار مکہ بوکھلا اٹھتے تھے۔ انہوں نے ہر قیمت پر آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کا عزم صمیم کر لیا تھا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ بنو ہاشم محمد ﷺ کا سماجی مقاطعہ کریں یا محمد ﷺ کے دعوے سے باز آجائیں۔ ان کا خیال تھا کہ اسلام کو صحرا کے حوالے کر دیا جائے جہاں وہ اپنی تمام جزئیات سمیت سورج کی ہولناک تپش و تمازت میں جل بھن کر اپنی موت مر جائے۔ اس سازش اور حکمت عملی کا موجد دشمنِ اسلام ابو جہل تھا۔

تین سالوں کے اس عرصہ میں اہل ایماں پر کیا گزری؟ یہ داستاں خونچکاں ناقابل بیان ہے۔ شدید موسم، آگ برساتے صحرا کی گرمی اور ریگستاں کی جاں لیوا سردی۔ شدت بھوک اور پیاس۔ اور پھر مجبوری ہی سب کچھ تھا۔ سورج کی گرمی نے کتنے بچے ہلاک کر دیئے اور پھر کتنے ضعیف رات کی سردی کی نذر ہو گئے یہ صبر آزما گھڑیاں۔ اس برداشت میں بھی سبق تھا۔ آخر کار اہل ایمان کا یہ مختصر سا قافلہ آزمائش کے صبر آزما سفر کو طے کر کے سرخرو اور مضبوط بن کے ابھرا۔

قبل از ہجرت کے حالات و معمولات

امیہ بن خلف سے خرید کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سیدنا حضرت بلالؓ کو جب سے آزاد کیا تھا۔ آپ سیدنا حضرت ابو بکرؓ کے دولت کدہ پر ہی آرام فرماتے اور وہیں انکے قیام و طعام کا بندوبست تھا۔ آپ صبح سویرے اٹھتے اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوتے اور آپؐ کی خدمت بجالاتے۔ بازار سے سودا سلف خرید لاتے۔ چکی پیستے۔ مشکیزے بھر لاتے اور گھر کے معمولی کام کاج میں حضرت خدیجہؓ کی معاونت کرتے اور جب فارغ ہوتے تو محفلِ نبوی میں آبیٹھتے۔ آپؐ کی غلامی میں آ جانے کے بعد سیدنا حضرت بلالؓ کو مسلسل رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اتنی قربت کی سعادت شاید ہی کسی اور صحابی کو نصیب ہوئی ہو۔

پیغمبر اعظم ﷺ کو شعبِ ابی طالب سے واپسی کے بعد بھی سکھ چین نصیب نہ ہوا۔ آپؐ کے مصائب میں اور بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ۱۰ نبوی میں آپؐ کی مونس اور غمگساری بیوی حضرت خدیجہؓ رحلت فرماگئیں پھر تین دن کے بعد آپؐ کے سرپرست اور آپؐ کے چچا حضرت ابو طالب بھی داغِ مفارقت دے گئے۔ اب آپؐ یکا و تنہا رہ گئے۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابو طالب کی وفات ایک بہت بڑا سانحہ تھا۔ اس طرح ۱۰ نبوی آپؐ کے لئے حزن و غم کا پیغام لے کر آیا۔ ان دو ہستیوں کے اٹھ جانے سے آپؐ خود کو بے سہارا سا محسوس کرنے لگے ادھر ابو جہل اور ابو لہب اور ان کے ساتھیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ ان کی

سازشوں اور مظالم میں دن بدن اضافہ ہونے لگا۔ سیدنا حضرتِ بلالؓ نے یہ سارے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ قریش مکہ سے تنگ آکر آپؐ نے طائف جاکر تبلیغ اسلام کا پروگرام بنایا۔

سیدنا حضرتِ بلالؓ نے خود رسول اللہ ﷺ کو حضرت زید بن حارثہؓ کے ہمراہ رخصت کیا۔ آپؐ طائف پہنچ کر عمرو بن اُمیہ کے بیٹوں جو کہ سردارانِ طائف تھے کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنیکی بجائے توہین آمیز سلوک کیا۔ شہر کے غنڈوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے آپؐ پر اسقدر سنگباری کی کہ آپؐ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ آپؐ کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ حضرت زید بن حارثہؓ آپ کو کندھوں پر اٹھاکر شہر سے باہر ایک باغ میں لائے۔ وہاں عتبہ و شیبہ کے عیسائی غلام عداس نے آپ کی خدمت میں انگورول کا خوشہ پیش کیا۔ کتنا خوش نصیب تھا عداس جس نے انگوروں کے ایک خوشے کے عوض جنت کا سودا کر لیا۔ زندگی کتنا بڑا جوا ہے اور حادثات کسی کسی کے لئے کتنے خوش آئند ہوتے ہیں۔ جنت کا راستہ طویل بھی ہے۔ اور مختصر بھی۔

آنحضور ﷺ دو ہفتے بعد طائف سے لوٹے۔ سیدنا حضرتِ بلالؓ نے دیکھا کہ آپؐ اتنے نحیف و کمزور ہو چکے تھے۔ کہ پہچانے نہیں جاتے تھے۔ جسم پر جگہ جگہ زخم تھے۔ آپؐ مشکل سے قدم اٹھاتے تھے۔ آپؐ نے آتے ہی پانی مانگا۔ پانی پی کر خاموشی سے اندر چلے گئے اور جاکر بستر پر لیٹ گئے۔ نہ آپؐ نے کچھ کہنا مناسب سمجھا اور نہ ہی کسی کو کچھ پوچھنے کی جرات ہوئی۔ بعد میں حضرت زیدؓ نے تمام ماجرا سنایا۔ کفار مکہ کے مظالم انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ مشیت ایزدی کا خفیہ ہاتھ پیغمبر خدا ﷺ اور اہل ایمان کی نجات کا سامان کرنے کے لئے مصروف تھا۔

قادر مطلق اپنے محبوب بندوں کو آزماتا ضرور ہے۔ مگر انہیں بے یارومددگار نہیں چھوڑتا۔ ان ہی دونوں مدینہ کی سمت سے بادِ نسیم کے جاں افزا ٹھنڈے جھونکے آنے لگے۔ ایامِ حج کے دوران رسول ﷺ ایک چاندنی کو اپنی خفیہ قیام گاہ عقبہ کی گھاٹی میں صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ یثرب (مدینہ) کے بارہ افراد پر مشتمل وفد سے آپؐ کی ملاقات ہوئی۔ یہ لوگ آپؐ کو مدینے میں قیام کی دعوت دینے آئے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ رسول کریم ﷺ ان کے شہر میں چل بسیں اور اہل یثرب جو باہمی عناد اور نزاع کا مستقل شکار ہیں میں صلح کرا دیں۔ یثرب کے دو قبائل اوس اور خزرج باہمی جنگ و جدل کا شکار تھے۔ انہوں نے سن رکھا تھا مکہ میں ایک پیغمبر ہے۔ جو اخوت کا سبق دیتا ہے۔ اس شہرت کی بنا پر وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ان کو امید تھی۔ کہ شاید ان کی وجہ سے یہ فساد ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے اور اہل مدینہ امن و سکون سے زندگی گذارنے لگیں۔ انہیں اس تعلق کا بھی علم تھا کہ محمد ﷺ کے والد اور والدہ دونوں مدینہ میں دفن ہیں۔ آپؐ نے ان کو مہلت دی تاکہ وہ لوگ پیغمبر خدا کے موقف اور اپنے آپکے بارے میں اچھی طرح سوچ وچار کر لیں۔ آپؐ نے تبلیغ کی غرض سے ان کے ہمراہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو روانہ کیا۔ جو نہایت خوش پوش تھے۔ اور ان کی شکل و صورت بھی آنحضور ﷺ سے متشابہ تھی۔ پورے ایک سال بعد یہ لوگ ۱۳ء نبوی میں واپس ایام حج میں عقبہ کی خفیہ اماجگاہ میں آپؐ سے ملے۔ اس بار ان کی تعداد 75 تھی۔ ان میں دو عورتیں اور حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی تھے ۔ انہوں نے پھر وہی پہلے والی پیشکش دہرائی کہ آپؐ ان کے شہر میں آکر سکونت اختیار کریں اور ان کے تنازعات کا تصفیہ کریں۔ آپ نے ایک لمحے کے

توقف کے بعد اپنے سر کی ہلکی سی جنبش سے ان کی درخواست منظور کرلی۔ آپؐ کی اسی ایک لمحے کی سوچ نے دنیا کی تاریخ کو بدل دیا۔ اس کے اثرات قیامت تک کے عرصہ پر محیط تھے۔ اسی ایک لمحے کے اندر اقوام کا مستقبل، انسان کی دنیوی و دینی نشو و نما، عالم انسانیت کا فکری ارتقاء، تہذیب و تمدن کے عالمگیر معیار کا فروغ اور سب کچھ اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔ یہ ایک لمحہ اپنے اندر ایک عظیم انقلاب لئے ہوئے تھا۔ جس کا اسوقت کسی کے ذہن میں وہم و گمان تک بھی نہ تھا آپؐ نے اہل یثرب سے عہد لیا:

آپ لوگ وعدہ کریں اللہ کی عبادت کریں گے۔ کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ خواتین کے ساتھ نیک سلوک کریں گے۔ اپنی بیٹیوں کو قتل نہیں کریں گے۔ جھوٹ نہیں بولیں گے۔ چوری نہیں کریں گے اللہ کے قوانین پر کاربند رہیں گے اور ان لوگوں کو تحفظ دیں گے۔ جو اللہ کے رسول کے ساتھ مدینے جائیں گے۔ (سیرت النبی از علامہ شبلی نعمانی)

اکثر اہل سیر و مغازی نے یہ بیعت بیعت عقبہ اول سے منسوب کی ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے بھی یہ بیعت اُن لوگوں سے منسوب کی ہے۔ جو بیعت عقبہ اول سے تعلق رکھتے ہیں۔ بیعت عقبہ ثانی کے وقت آپؐ نے انصار مدینہ سے یہ بیعت لی تھی۔

(۱) میری بات سنو گے اور اسکو بجالاؤ گے خوش دلی کی حالت میں بھی اور ماندگی اور افسردگی کی حالت میں بھی

(۲) تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تنگ دستی میں بھی اور فارغ البالی کی حالت میں بھی۔

(۳) تم نیکی کا حکم کرو گے اور بُرے کاموں سے روکو گے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے لئے گفتگو کرو گے اور کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرو گے۔

(۵) نیز اس بات پر کہ جب میں تمہارے پاس یثرب آؤں تو تم میری مدد کرو گے۔ اور ہر اس چیز سے میرا دفاع کرو گے جس سے تم اپنی جانوں اپنی بیویوں اور اپنے بچوں کا دفاع کرتے ہو۔

اس موقع پر آپؐ کے چچا حضرتِ عباسؓ نے انصار سے خطاب فرمایا اور کہا:

اے گروہِ خزرج محمد ﷺ کا جو مقام ہماری نگاہوں میں ہے اس سے تم باخبر ہو اپنی قوم قریش کے ساتھ ہم عقیدہ ہوتے ہوئے بھی ہم نے قریش کے مقابلہ میں آپ کا دفاع کیا ہے۔ وہ اپنی قوم میں معزز ہیں اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔ انہوں نے اب طے کر لیا کہ مکہ چھوڑ کر تمہارے ہاں مستقل ہو جائیں۔ اور تمہارے پاس رہائش پذیر ہوں گے۔ اگر تم یہ دیکھتے ہو کہ جو معاہدہ تم نے ان سے کیا ہے اس کو ہر قیمت پر پورا کرو گے اور ان کے دشمنوں سے ان کا دفاع کرو گے تو تم جانو اور تمہارا کام لیکن اگر یہ تمہارا خیال ہے کہ کسی مرحلہ پر بھی ان سے دست کش ہو جاؤ گے اور انہیں بے یارومددگار چھوڑ دو گے تو آج ہی دستبردار ہو جاؤ کیونکہ وہ اپنے شہر میں معزز اور محفوظ ہیں۔

انصار نے جواب دیا! اے عباسؓ جو آپ نے کہا ہم نے سن لیا یارسول اللہ اب آپؐ ارشاد فرمایئے اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے جو شرائط آپؐ پسند فرماتے ہیں وہ ہم سے منوا لیجیے آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

میں اپنے رب کے لئے تم سے یہ شرط منوانا چاہتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو

گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھراؤ گے اور اپنے لئے تم سے یہ شرط منوانا چاہتا ہوں کہ تم برابر اس دشمن سے دفاع کرو گے ،جس سے تم اپنی مستورات اور اولاد کا اور جانوں کا دفاع کرتے ہو۔

انصار مدینہ میں سے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے سوال کیا۔

اس کے عوض ہمیں کیا ملے گا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لفظ میں جواب دیا۔

"جنت"

حضرت براء بن مسعود نے آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدائے واحد کی قسم ہم جان و مال سے آپؐ کی حفاظت کریں گے۔ ہم نے تلواروں کی چھاؤں میں پرورش پائی ہے۔ اور جنگ آمازئی ہمیں ورثے میں ملی ہے"

ابوالہیثم نے سوال کیا۔

"یارسول اللہ کہیں ایسا تو نہیں ہو گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قوت و اقتدار پا کر ہمیں چھوڑ دیں اور واپس اپنے قبیلے میں چلے جائیں"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر جواب دیا:

میرا خون تمھارا خون تمھاری ذمہ داری میری ذمہ داری تمھارا دشمن، میرا دشمن، تمھارا دوست، میرا دوست میں تمہارا اور تم میرے"

یہ سن کر سب سے پہلے کعب بن مالکؓ، ابوالہیثم اور سعد بن زرارہؓ نے بیعت کی اور دوسرے تمام انصار نے اور آپؐ نے مستوارت کی بیعت سر کے اشارے سے قبول کی۔

بیعت عقبہ ثانی ایک دو طرفہ معاہدہ ہے جو بظاہر سادہ سے الفاظ کا مجموعہ ہے بعض لوگ اسے معاہدہ عقبہ ثانی بھی کہتے ہیں اور بعض اسے بیعت عقبہ ثانی کا نام دیتے ہیں۔ در حقیقت معاہدے کے ان سادہ الفاظ میں عواقب کے لحاظ سے ایک مکمل تاریخ پوشیدہ ہے۔ جس کو اسوقت شاید کسی نے سمجھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ہو۔ سادہ الفاظ پر کون غور کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ ان سادہ الفاظ کی گہرائیوں میں مضمر انقلابات اور تاریخی اہمیت کے حامل واقعات کو صرف پیغمبر ﷺ نے ہی سمجھا ہوگا۔ پیغمبر تو ہوتے ہی بلند نگاہ لوگ ہیں۔ بہر حال عقبہ کے مقام پر پہاڑیوں کے درمیان دریا کی ایک سوکھی گودی میں کی جانے والی بیعت ایک غیر معمولی واقع تھا۔ جو قدسی صفات لوگوں کے درمیان طے پایا اور وہ بھی ایک چاندنی رات کی پچھلے پہر جب ربِ ذوالجلال والاکرام مقامِ محمود پر جلوہ افروز ہو کر اہل زمین پر رحمتوں کی باراں برسانے کے موڈ میں ہوتے ہیں۔ عقبہ کی اس بیعت کے بعد لوگوں نے دیکھا کیا کیا انقلاب آئے۔

حضرتِ بلالؓ کی ہجرت

اسلام دنیا بھر کے تمام مذاہب میں سب سے اچھا مذہب ہے۔ یہی وہ دین ہے جو خودی کے سرِ نہاں کا انکشاف کرتا ہے۔ نسل آدم کو انسانیت کی معراج تک لے جاتا ہے۔ اس دین پر عمل پرائی سے اس زمین پر بسنے والوں پر قدسیوں کو بھی رشک آنے لگتا ہے۔ اس دین کے فلسفہ توحید کے رازدانوں اور عشاق کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ جنت ان کی مشتاق ہو جاتی ہے، جب وہ زمین پر چلتے ہیں تو انکے قدموں کی آہٹ جنت میں بھی سنائی دینے لگتی ہے ۔لیکن یہ راہ بڑی کٹھن اور پُر مصائب ہے۔ یہ دین جب تقاضا کرے تو اس کے لئے جان و مال کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑتا ہے۔ وطن کو بھی خیرباد کہنا پڑتا ہے۔ دین تقاضا کرے تو بعض دفعہ دینا کی ہر چیز نثار کرنی پڑتی ہے۔ قریش مکہ کا جور و ستم جب انتہا کو چھونے لگا تو اہل ایمان نے اپنا دین بچانے کے لئے سن پانچ نبوی اور پھر سن سات نبوی میں اپنا سب کچھ قربان کر کے ملک حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی لیکن جب شعب ابی طالب میں محصوری کے تین سالہ پُر آشوب دور میں ہونے والے مظالم اور سفر طائف کے جاں گسل سانحہ کے باوجود کفارِ مکہ کی آتش انتقام ٹھنڈی نہ ہوئی تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے تیرہویں سال مکے سے ہجرت کا فیصلہ کر لیا۔ کفار مکہ کے عذاب سے بچنے اور دین کو بچانے کا صرف یہی ایک راستہ تھا۔ اہل ایمان کی منزل مقصود مدنیہ بڑی ہی پرکشش خوب صورت اور شاداب جگہ تھی سب کو مدینے جانا تھا۔ حکمتِ عملی یہ تھی کہ لوگ

چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں صحرا میں نکل جائیں اور رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر الگ الگ راستوں سے ہوتے ہوئے مدنیہ پہنچ جائیں۔ یہ کام نہایت احتیاط اور ذمہ داری سے کیا گیا۔ ہر ٹولی کی ہجرت کی رات اور وقت رسول کریم ﷺ خود متعین فرماتے تھے۔ حضور ﷺ مہاجرین کی ہمت بڑھاتے تھے۔ اور انکے زاد راہ کا انتظام کرتے تھے۔ ان کو خدشہ تھا کہ دشمن کہیں صحرا میں مسلمانوں کو گھیر کر ان کا قتل عام نہ کر دیں۔ اس لئے حکم یہ تھا کہ ٹولیاں فاصلے فاصلے سے چلیں اور جب تک اطمینان نہ ہو جائے کہ اب دشمن کی دسترس سے باہر ہیں تب تک کسی جگہ اکٹھے نہ ہوں۔ ہر ٹولی کا ایک قائد مقرر کیا جاتا تھا۔ سیدنا حضرت بلالؓ کو بھی ایک ٹولی کا قائد مقرر کیا گیا جس میں چھ مرد، دو عورتیں اور تین بچے تھے۔ رسول خداؐ نے خود ایک بچے کو اٹھایا اور ایک میل تک اس ٹولی کے ساتھ مکے سے باہر آئے۔ اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کر کے واپس لوٹ آئے۔ مدینہ مکہ کے شمال میں تین سو میل (ساڑھے چار سو کلو میٹر) کے فاصلے پر تھا اونٹوں پر سفر کریں تو دس بارہ دن لگتے ہیں۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ گرمی کے باعث صحرا آگ اگلتا سمندر لگتا تھا۔ باد سموم کا بھی خطرہ تھا تاہم یہ سفر خیر و عافیت سے طے ہو گیا۔ کوئی ناخوشگوار واقع پیش نہ آیا۔ طوفان باد سے بھی اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ پانچویں دن دور چند بدو دکھائی دیئے۔ لیکن وہ بھی نظروں سے اوجھل ہو گئے تاہم کبھی کبھار بیمار ہوتے رہے۔ ایک ساتھی کا پاؤں زخمی تھا لیکن اس نے ظاہر نہ ہونے دیا اور اس نے کمال سے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اور اسطرح یہ گروہ سیدنا حضرت بلالؓ کی قیادت میں مدینہ منورہ میں پہنچ گیا۔ اور یہ مختصر سا کارواں مدینہ میں حضرت سعد بن خثیمہ انصاری کے گھر ٹھہرا۔

یہ حضرت رسول کریمؐ کے انتظار میں بے تاب تھے آپؐ کی مفارقت ناقابل برداشت تھی۔ جب حضرت عمرؓ ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو حضرت بلالؓ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسالتمآب ﷺ کی خیریت اور آپؐ کی ہجرت کے بارے میں دریافت کیا جس کے جواب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مسلمان ایک ایک کر کے موقع ملنے پر ہجرت کر رہے ہیں۔ تاہم آنحضور ﷺ اپنے دو محبوب صحابہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے ہمراہ تاحال مکہ میں قیام فرما ہیں۔

ہجرتِ رسولؐ اور کمالات

رسول کریم ﷺ قاتلوں اور دشمنوں میں کھلے عام پھر رہے تھے اور جان کا خطرہ مول لے کر یکا و تنہا اہل ایمان کی ہجرت کا بندوبست کر رہے تھے۔ یہ بے خوفی یقیناً اللہ کی دین تھی۔ آپؐ کے سرپرست مطعم بن عدی کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ جب تک وہ زندہ تھے کسی کو حضورؐ کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔ اس کے بعد تو کفار اور مشرکین کو کھلی چھٹی تھی۔ آپؐ کو مکہ میں تنہا پا کر مشرکین کے لئے آنحضورؐ کو راستہ سے ہٹانے کا سنہری موقع تھا۔ سرداران قریش کے زرخیز ذہن اس سے غافل نہ تھے۔ آخر کار وہ جمع ہوئے اور ایک خطرناک جامع منصوبہ تیار کیا۔ یہ منصوبہ ابو جہل کے ابلیسی ذہن کا شاہکار تھا۔ طے کیا گیا کہ آپؐ کو شہید کر دیا جائے۔ تجویز یہ تھی کہ سات قبیلوں سے سات نوجوان منتخب کئے جائیں جو بیک وقت آپؐ پر حملہ آور ہوں تاکہ ان کے خون کی ذمہ داری فرد واحد پر نہ آئے۔ سات قبیلوں کے آدمی اگر مل کر کسی کو قتل کر دیں تو مکہ کے قانون کے مطابق محمدؐ کا خون سات قبیلوں میں تقسیم ہو جائیگا اور ان سے بدلہ لینا ناممکن ہو گا۔ اس شبِ تاریک میں دشمن کے سات نیزے ہوا میں لہرائے ضرور لیکن اٹھے کے اٹھے رہ گئے۔ کسی کو مارنے کی نوبت نہ آئی۔ ہجرت کی تمام تیاریاں مکمل تھیں۔ آپؐ لوگوں کی امانتیں ہجرت سے قبل واپس کر دینا چاہتے تھے اس لئے کہ آپؐ امین تھے۔ آپؐ نے تمام امانتیں حضرت علیؓ کے سپرد کر دیں تاکہ وہ آپؐ کی روانگی کے بعد لوگوں کو واپس کر دیں۔ اگر آپؐ خود واپس کرتے تو سارے مکے کو

ان کے جانے کا علم ہو جاتا اور وہ آپ کو ہرگز زندہ نہ چھوڑتے لیکن مکے کے امین کے لئے انہیں واپس نہ کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ آپؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سلا دیا۔ اور خود نیزے برداروں کے محاصرے سے سورہ یٰسین تلاوت فرماتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ پھر دونوں مکہ سے کچھ فاصلے پر واقع غار ثور میں جا چھپے۔ ابو جہل کو آپ کی ہجرت کی اطلاع ملی تو پھر سرداران قریش کا ہنگامی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں اعلان کیا گیا کہ جو شخص محمدؐ کو زندہ یا مردہ لے کر آئے گا اسے سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے اتنا بڑا انعام اور پھر کفار کی مردم آزار طبعیت کے لئے حضور اکرم کی تلاش بڑی دلچسپ مہم تھی چنانچہ بہت سے گھڑ سوار صحرا میں حضور کا کھوج لگانے کے لئے پھیل گئے، حضرت انسان جب کبھی انسان کے شکار پر تل جاتا ہے تو بے رحمی اور خون خواری کا ایسا مظاہرہ کرتا ہے کہ جنگل کے درندوں کی درندگی بھی ہیچ نظر آتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابو بکرؓ اپنے باپ حضرت ابو بکرؓ اور رسول کریم کو غار ثور تک چھوڑنے گئے اور واپس لوٹ آئے۔ عبداللہ رات کے وقت ہر روز غار ثور جاتے اور انہیں کھانا پہنچاتے اور شہر کی ساری خبریں بتاتے۔

ا۔ کھوجی۔ سو اونٹوں کا انعام کوئی معمولی انعام نہ تھا کہ چھوڑ دیا جاتا۔ عام طور پر ہر صحرا نورد ریت پر نشان دیکھ کر صورت حال کا جائزہ لینے کی پیدائشی مہارت رکھتا ہے لیکن اتفاق سے ان دنوں مکہ میں حبشہ سے ایک سیاہ فام نہایت ماہر کھوجی آیا ہوا تھا۔ اس کا بڑا شہرہ تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ہوا کو سونگھ کر اڑتے ہوئے پرندوں کی خبر دیا کرتا تھا۔ پتھروں پر قدموں کے نشان پہچان لیتا تھا۔ اس کے دوست کہتے تھے۔

کہ وہ ہوا کو دیکھ بھی سکتا ہے۔ جب سب لوگ شمال کی سمت آپ کی تلاش میں نکل پڑے تو یہ کھوجی واحد شخص تھا جو مخالف سمت میں جنوب کی طرف گیا۔ ابو سفیان امیہ بن خلف اور ابو جہل اور ان کے ساتھی جنہوں نے اس کی خدمات حاصل کی تھیں اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے لیکن وہ ایک ہی فقرہ کہے جا رہا تھا۔ میں خود نہیں جا رہا۔ محمدؐ کے قدموں کے نشان ادھر لئے جا رہے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عبداللہ کی آمدورفت کے نشانات مٹانے کے لئے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ آپکے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ روزانہ آپ کی بھیڑوں کا ریوڑ مکہ سے غار ثور تک لے آتے اور دودھ دیکر واپس پلٹ جاتے۔ ہجرت کی شب بھی عامر بن فہیرہ بھیڑوں کا گلہ لیکر پیچھے پیچھے گئے تھے لیکن کھوجی نے بھیڑوں کے چھوٹے چھوٹے پاؤں کے نشانات میں اونٹوں کے کچھ بڑے بڑے نشان دیکھ لئے تھے۔ ابو جہل امیہ بن خلف اور دیگر کفار غار ثور کے باہر کھڑے حالات کا جائزہ لے رہے تھے اور آپس میں سرگوشیاں بھی کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کے قدموں کی آہٹ سنی تو غار کے اندر سے باہر جھانک کر دیکھا اور بولے۔

"بس اب خاتمہ ہے یا رسول اللہ! باہر آٹھ دس آدمی کھڑے ہیں اور ہم صرف دو ہیں"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی میں جواب دیا۔

"غلطی نہ کرو ابو بکر! خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تم، میں اور اللہ کی ذات ہم تین ہیں"

۲۔ خس آشیاں اور تار عنکبوت: بیشک اللہ بڑا حکمت والا ہے اس وقت مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا اور کبوتروں کے سفید جوڑے نے غار کے دہانے پر واقع جھاڑی کی شاخ پر گھاس کے تنکوں کا گھونسلہ بنا

ڈالا۔ اور انڈے دیکر ان پر بیٹھ گئے۔ حضرت محمدؐ اور حضرت ابو بکرؓ تاریک غار کے اندر دبکے بیٹھے تھے اور خدا کی یہ پیاری ننھی مخلوق غار کے باہر مصروف کار تھی۔ ابو جہل اور امیہ آگے بڑھے اور غار کے منہ تک پہنچ گئے کبوتر اڑ گئے اور مکڑی بھی کہیں چھپ گئی۔ ان دشمنان دین نے غار کے منہ پر تنا ہوا جالا اور گھونسلہ دیکھا تو سوچ میں پڑ گئے۔ بغیر جالا توڑے کون اندر داخل ہو سکتا ہے؟ یہ جالا اور گھونسلہ۔ پرندے انسانوں کے قریب گھونسلے بنا کر بسیرہ نہیں کر سکتے۔ ابو جہل نے وہیں کھڑے کھڑے کھوجی کو بے نطق سنائیں اور خفگی کی حالت میں واپس مکہ چلا گیا۔ کھوجی بھی پلٹ گیا۔ اس واقع کے بعد اس نے کھوج نہ لگانے کی قسم کھالئی۔ راہِ وفا کے مسافروں کا غار ثور میں تیسرا دن تھا۔ چوتھی شب کو عبداللہ اپنی ہمشیرہ اسماء کے ہمراہ آئے۔ اسماء گھر سے بہت سا کھانے کا سامان ایک تھیلے میں باندھ کر لائی تھیں۔ ان کے ساتھ عامر بن فہیر تھے جو دو اونٹیاں لائے تھے اور راہبر عبداللہ بن اریقط بھی اپنی اونٹی کے ساتھ موجود تھے۔ ابن اریقط کو راہبری کے لئے مقرر کیا گیا تھا اگرچہ وہ مسلمان نہ تھا مگر بے حد قابل اعتماد تھا۔ وہ صحرا کے چپے چپے سے واقف تھا۔ توشہ دان کو جب اونٹ کے کجاوے سے باندھا جانے لگا تو رسی نہیں تھی حضرت اسماءؓ نے اپنا پٹکا پھاڑ کر دو حصے کیے ایک سے توشہ دان باندھا اور دوسرا حصہ کمر میں باندھلیا اسی وجہ سے ذات النطاقطین (دو پٹکوں والی) مشہور ہو گئیں۔ سرور کائنات ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ غار سے باہر نکلے حضرت ابو بکرؓ نے حضور اکرمؐ کو جو اونٹنی پیش کی اس کا نام قصوی تھا آپؐ نے فرمایا۔

میں اس اونٹنی پر سواری نہیں کروں گا جو میری نہیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے کہا:

"یارسول اللہ یہ آپؐ ہی کی ہے"

حضور اکرمؐ نے فرمایا:

نہیں ابوبکر! تم نے اس کی کیا قیمت ادا کی ہے۔؟

حضرت ابوبکر نے رقم بتائی تو حضور اکرمؐ نے فرمایا۔

"میں اسے اس قیمت پر خریدتا ہوں۔

چنانچہ حضور اکرمؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ دوسری اونٹنی پر۔ انہوں عامر بن فہیر کو اپنے ساتھ بٹھالیا۔ عبداللہ بن اریقط اپنی اونٹنی پر بیٹھ گئے (ضیاء النبی بحوالہ سیرت ابن ہشام)

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے لکھا ہے کہ آپؐ جس اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اس کا نام الجدعاء تھا۔ اس کے علاوہ آپؐ کی ایک اور اونٹنی تھی جس کا نام العقباء تھا۔ اس دوسری اونٹنی کا ذکر حدیث میں ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ قیامت کے دن اسے بھی زندہ کیا جائیگا۔ حضرت صالحؑ اسپر سوار ہونگے۔

ایک آدمی نے عرض کیا!

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپؐ بھی اس روز اپنی ناقہ العضباپر سوار ہوں گے۔ فرمایا نہیں اس ناقہ پر میری لختِ جگر فاطمہ سوار ہو گی۔ میری سواری کے لئے اس روز براق پیش کیا جائے گا۔ وہاں قریب ہی سیدنا حضرت بلالؓ کھڑے تھے۔ ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اور یہ شخص اس روز جنت کی اونٹیوں میں سے ایک پر سوار ہو گا۔ (بحوالہ الروض الانف ج ۲ صفحہ ۳۱۔ ۲۳۰) عبداللہ اور اسماء واپس مکہ لوٹ گئے۔ چار افراد پر مشتمل یہ قافلۂ نور افشاں یکم ربیع الاول ۱۳ھ نبوی

کو غار ثور سے روانہ ہوا اس روز آپ کی عمر ۵۳ سال پوری ہوئی اور ۵۴واں سال شروع ہوا۔ اسطرح بعثت کا تیرہواں سال ختم ہوا اور چودہویں سال کا آغاز ہوا (بحوالہ محسن انسانیت اور مولف نعیم صدیقی)

غار ثور سے قبا تک

یہ مسافر مغرب کی سمت بحرہ احمر کی طرف جا رہے تھے۔ دو دن میں پچیا س میل کا سفر طے کر کے ساحل سمندر پر پہنچے۔ اور ساحل کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کیا۔ راہِ حق کے مسافر دو دن دو رات سفر کرتے رہے تھے۔ انہوں نے نہ آرام کیا تھا۔ اور نہ سوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک چٹان کے سائے میں جگہ صاف کر کے آپ ﷺ کو سلا دیا۔ اسی جگہ ایک چرواہا اپنی بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ آیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے چراوہے سے بکری کا دودھ لیکر پلایا۔ (ابن کثیر جلد ۲)

اُمِ معبد

چٹان کے سائے میں دو پہر گذرانے کے بعد پھر سفر ہجرت شروع ہوا۔ چلتے چلتے یہ قافلہ ایک خیمے کے قریب سے گذرا جس کے باہر ایک باوقار خاتون بیٹھی ہوئی تھی اس کا تعلق بنو خزاعہ سے تھا اس کا اصل نام عاتکہ بنت خلف بن معد بن ربیعہ تھا اور کنیت ام معبد۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس سے دریافت کیا کہ اس کے پاس فروخت کرنے کے لئے گوشت اور کھجوریں ہیں۔ اس نے جواب دیا اگر ہمارے پاس کوئی چیز ہوتی تو ہم تمھاری میزبانی میں کبھی کوتاہی نہ کرتے۔ آپؐ نے خیمے کے ایک کونے میں ایک لاغر اور نحیف بکری دیکھ کر فرمایا۔ اِم معبد یہ بکری کیسی ہے۔ اس نے عرض کیا یہ وہ بکری ہے جو کمزوری کیوجہ سے دوسرے ریوڑ کیساتھ چرنے نہیں جا سکی اور یہیں کھڑی رہ گئی۔ آپؐ نے پوچھا اس کیکھیری میں کچھ دودھ ہے۔ اس نے عرض کیا یہ لاغر ہے دودھ کہاں۔ پھر آپؐ نے ام معبد کی اجازت سے اللہ کا نام لے کر دودھ دوھنا شروع کیا تو برتن بھر گیا آپؐ نے پہلے ام معبد کو دودھ پلایا پھر اپنے ساتھیوں کو۔ آخر میں آپؐ نے خود نوش فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ ساقی القوم آخرھم (قوم کو پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے) حضور اکرمؐ نے پھر دودھ دوھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ برتن پھر بھر گیا آپؐ نے ام معبد کے حوالے کیا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد بوڑھی اِم معبد کا خاوند ابو معبد اپنے لاغر بکریوں کے ریوڑ کو ہانکتا ہوا گھر

آیا۔اس نے جب دودھ کا بھرا برتن دیکھا تو حیران ہو کر پوچھنے لگا اے اُم معبد یہ دودھ کی نہر کہاں سے جاری ہو گئی۔ گھر میں تو کوئی شیر دار جانور نہیں تھا۔اُم معبد نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔اس کے خاوند نے کہا اس شخص کا حلیہ تو بیان کر د۔خدا کی قسم مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کی تلاش میں قریشی مارے مارے پھر رہے ہیں اُم معبد نے پیکر نور کی تصویر کشی بہت خو بصورت انداز میں کی۔ابو معبد سرور انبیاء ﷺ کا دلکش اور دل آویز حلیہ سنا تو کہا بخدا یہ وہی شخص ہے جس کی تلاش میں قریش سرگرداں ہیں۔اگر مجھے زیا رت کی سعادت نصیب ہوتی تو یقیناً حضور کی ہمراہی کا شرف حاصل کرتا۔کچھ عر صہ بعد دونوں میاں بیوی نعمتِ ایمان سے مشرف ہوئے۔دونوں اپنی صحرائی خیمہ گاہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔(ضیا النبی)

طبقات ابن سعد اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں ام معبد سے روا یت کی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ وہ بکری جسے رحمت عالیشان نے اپنے دستِ مبا رک سے چھوا تھا اسکی کھیری سے دودھ کی ندیاں بہنے لگی تھیں وہ بکری ۱۸ ہجری تک ہمارے پاس رہی۔خشک سالی کے اس زمانہ میں بھی ہم اسے صبح و شام دوہا کرتے تھے حالانکہ علاقہ کی دوسری بکریوں میں دودھ کا قطرہ تک نہ تھا۔

سراقہ

انعام کے لالچ میں کئی طالع آزما حضور اکرمؐ کی جستجو میں چار سو نکل پڑے تھے قبیلہ مُدلج کا ایک ماہر شمشیر زن اور تیر افگن نوجوان بھی اس مہم پر نکل کھڑا ہوا اور آپؐ کا تعاقب کرتا ہوا بالکل قریب پہنچ گیا لیکن پتھریلی زمین پر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور اسکی ٹانگیں گھٹنوں تک سنگلاخ زمین میں دھنس گئیں۔ اور ساتھ ہی سراقہ بھی زمین پر آگرا لیکن سنبھل کر وہ پھر اٹھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھا لیکن وہی ہوا حتی کہ تین بار مسلسل اس کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر زمین میں دھنسا اس پر سراقہ آنحضور ﷺ سے معافی کا خواستگار ہوا اور زادِ راہ سواری کے جانوروں کی پیشکش کی لیکن آپؐ نے اس کی پیشکش کو مسترد کر دیا۔ صرف اتنا فرمایا: ہمارا راز فاش نہ کرنا۔ سراقہ نے گذارش کی کہ مجھے ایک نوازش نامہ لکھ دیجئے جس میں تحریر ہو کہ حضور ﷺ نے اس مجرم کو معاف کر دیا ہے۔ اور اس کو امان دے دی ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امان نامہ لکھ کر دینے کا حکم دیا۔ آپ نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان نامہ لکھ دیا اور سوئے منزل روانہ ہو گئے۔

علامہ ابن اثیر الکامل میں لکھتے ہیں:

"جب سراقہ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو رسول خدا ﷺ نے اسے فرمایا:

اے سراقہ اسوقت تیری کیا شان ہو گی جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں

گے۔ اس نے سراپا حیرت ہو کر عرض کی کسریٰ ابن ہرمز کے کنگن آپؐ نے فرمایا ہاں! "سراقہ واپس چلا گیا اس واقعہ کا کسی سے تذکرہ نہ کیا ۸ھ میں مکہ فتح ہوا بیت اللہ شریف اصنام کی نجاستوں سے پاک کیا اہل مکہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حنین اور طائف کے معرکے سر ہوئے تو سراقہ جعرانہ کے مقام پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امان نامہ دکھا کر حاضر ہوا۔ اور دولت ایمان سے مالا مال ہوا۔ حضرت فاروق اعظم کے عہد خلافتؓ ملک فارس فتح ہوا تو کسریٰ شاہ فارس کا تاج، کمر بند، کنگن ودیگر نوادرات مسلمانوں کے ہاتھ لگے جو فاروق اعظم کی خدمت میں پیش کیے گے تو آپ نے سراقہ کو یاد فرمایا۔ اور اسے شاہ ایران کا تاج کنگن اور اس کا مرصع کمر بند عطا کیا گیا۔ اور اسے حکم دیا گیا کہ وہ اپنے ہاتھ بلند کرے اور ان کلمات سے خداوند قدیر کی حمد و ثنا کرے۔

اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ سَلَبَ ھٰذَا کِسرٰی اَلۡمَلِكِ الَّذِیۡ کَانَ یَزۡعَمُ اَنَّہٗ رَبُّ النَّاسِ وَ کَسَاھَا عَرَابِیاً مِنۡ بَنِیۡ مُدلَجٍ

ترجمہ۔ "سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے یہ زیورات کسریٰ سے چھین لئے جو یہ گمان کرتا تھا کہ وہ لوگوں کا رب ہے۔ اور بنو مدلج کے ایک بدو کو پہنائے۔"

سراقہ نے انہیں کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی (ضیا النبی بحوالہ الروض والانف)

چلتے چلتے ایک قافلہ نمودار ہوا جو مکہ سے حضرت زبیر بن عوام کی قیادت میں تجارت کیلئے شام گیا ہوا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے آپؐ کی خدمت میں سفید کپڑوں کا جوڑا پیش کیا۔ جو آپؐ نے قبول کر لیا۔ اسی سفر میں اہل اسلام کا ایک اور تجارتی قافلہ مکہ مکرمہ واپس جاتا ہوا ملا۔ اسکے سربراہ حضرت ابوبکرؓ کے

عم زاد حضرت طلحہ بن عبید اللہ تھے۔ انہوں نے شامی کپڑے کے دو نفیس جوڑے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیے ایک آپؐ کے لئے اور ایک حضرت ابو بکرؓ کے لئے آپؐ نے قبول فرمائے اور آگے روانہ ہو گئے

بریدہ بن مُصَیُب الاسلمی

ایک اور طالع آزما بریدہ بن مصیب الاسلمی جس کا تعلق قبیلہ بنی سلمیٰ کی شاخ بنو سہم سے تھا سو اونٹوں کے انعام کے لالچ میں حضور اکرمؐ کی تلاش اور تعاقب میں تھا۔ اس کے ساتھ اس کے قبیلہ کے ستر شہسوار تھے۔ جب وہ آپؐ سے متعارف ہوا تو پیکرِ نور کی ایک جھلک دیکھتے ہی اسکی آنکھیں روشن ہو گئیں اور اسی وقت کلمہ طیبہ پڑھا اور اپنے تمام ہمراہیوں کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ رات گزری اور صبح ہوئی تو بریدہ نے آپؐ سے عرض کی۔ اے اللہ کے محبوبؐ آپؐ پرچم لہراتے ہوئے مدینہ میں قدم رنجہ فرمایئے۔ انہوں نے اپنا عمامہ کھولا اور نیزے کی انی کے اوپر اسے باندھا اور پرچم لہراتے ہوئے قافلے کے آگے آگے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ رسول کریم ﷺ اپنے رفیق حضرت ابو بکرؓ کی معیت میں سعد کے پاس آئے۔ یہ وہ شخص تھا۔ جن کے پاس حضرت ابو بکرؓ کی ایک بیٹی رضاعت کے لئے لائی گئی تھی۔ آپؐ نے مدینہ کی طرف مختص راستہ سے سفر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا سعد نے عرض کی۔ آپؐ رکوبہ سے غامر کے راستہ سے تشریف لے جائیں لیکن وہاں بنی اسلم قبیلہ کے دو چور رہتے ہیں جنھیں المہانان کہا جاتا ہے اگر آپؐ چاہیں ہم ان کے پاس لے چلتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا" بے شک ہمیں ان کے پاس لے چلو" سعد کہتے ہیں جب ہم روانہ ہوئے تو وہ دونوں چور راستہ میں کھڑے تھے۔ ایک نے حضورؐ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوسرے کو کہا۔ **ھذا یمانی** (یہ یمانی ہیں)۔

رسول کریم ﷺ نے ان کو اپنے پاس بلایا اور ان پر سلام پیش کیا انہوں نے بغیر کسی حیل و حجت کے اسلام قبول کر لیا۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا! تمہارے نام کیا ہیں۔ انہوں نے کہا نَحْنُ الْمُہَانَانِ" مہان کا لغوی معنی ذلیل ہے۔ یعنی ہم ذلیل ہیں۔ آپؐ نے فرمایا فَقَالَ بَلْ اَنْتُمَا الْمُکْرَمَان (یعنی تم اسلام لانے کے بعد ذلیل نہیں رہے بلکہ تم عزت و شرف کے مالک بن گئے ہو اور تم دونوں محترم و مکرم ہو گئے ہو۔ (بحوالہ سیرت ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۶۵) حضور نے انہیں حکم دیا کہ وہ قافلے کے آگے آگے چلیں اور ہمیں مدینے تک چھوڑ آئیں۔

قبا میں آمد اور قیام

یثرب میں اہل ایمان کا بچہ بچہ حضور اکرم ﷺ کی دید کے لئے بے تاب اور بے چین تھا۔ انصار و مہاجرین شوقِ انتظار میں صبح سویرے گھروں سے آپؐ کے استقبال کے لئے نکلتے سورج ڈھلنے تک انتظار کرتے اور واپس لوٹ جاتے۔ یہ ۱۲ ربیع الاول کا مبارک دن تھا اور سفر کا بارھواں دن جب آپؐ وادی عقیق میں داخل ہوئے ایک اونچے پہاڑ کو عبور کر کے جب اترائی شروع ہوئی تو مدینہ کے باغات دکھائی دینے لگے۔ سورج اس وقت نصف النہار پر تھا گرمی اور لو کی ایسی شدت کہ الامان والحفیظ۔ اب خوابوں کی تعبیر سامنے تھی سخت حدت اور تھکاوٹ کے باوجود یہ نورانی قافلہ بغیر رکے بڑھتا گیا۔ آج بھی اہل شوق اپنے آقا کی راہ میں حسب سابق دیدہ و دل فرشِ راہ بنانے کے مدینہ سے باہر جمع تھے جب دوپہر تک ان کے مقصود و مطلوب نظر نہ آئے تو وہ مایوس ہو کر آہستہ آہستہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹنے لگے۔ اتنے میں ایک یہودی جو اپنے کسی کام کے سلسلہ میں ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا تھا نے ایک مختصر قافلہ نور افشاں دیکھ لیا جو قبا کی طرف آرہا تھا۔ جھٹ اس نے بلند آواز سے نعرہ لگایا جس سے یثرب کی ساری وادیاں گونج اٹھیں اور فضا خوشی و مسرت سے چہک اٹھی اس نے چلا کر کہا۔

”اے بنی قیلہ! تمہارا بخت بیدار، دیکھو یہ تمہارے پاس آگیا ہے۔

سب بے تاباں اور شاداں گھروں سے نکل پڑے۔ حضور اکرم ﷺ اور

صدیق اکبرؓ ایک کھجور کے سائے میں پہنچ گئے اپنی اونٹنیوں کو بٹھایا اور ان سے اتر کر کھجور کے سائے میں تشریف فرما ہو گئے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میری عمر اس وقت ۸ سال کی تھی یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ ہمارے در و دیوار حضور کی طلعتِ زیبا کے انوار سے چمک رہے ہیں گویا سورج طلوع ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضور اکرمؐ کے ہم عمر تھے بہت کم فرق تھا اہل مدینہ کہتے ہیں کہ ہم میں اکثر نے حضور اکرمؐ کو پہلے دیکھا نہ تھا اس لئے پہچاننے میں دقت ہو رہی تھی۔ چند لمحوں میں زائرین کی بھیڑ لگ گئی۔ حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کی پریشانی کو بھانپ لیا۔ انہوں نے اٹھ کر سرور کونین ﷺ پر اپنی چادر تان کر سایہ کر دیا۔ اس سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ خادم کون ہے اور مخدوم کون۔ آقا کون ہے اور غلام کون۔ یہیں آپؐ نے نماز ظہر ادا کی۔ اس طرح سر زمین یثرب میں آنحضور ﷺ کی یہ اولین نماز تھی (نقوش جلد ۸ صفحہ ۳۳۳ رسول نمبر)

قبا میں آپؐ نے قبیلہ عمرو بن عوف کے سردار کلثوم بن ہدم کے گھر قیام فرمایا جب لوگ ملاقات کے لئے جمع ہو جاتے تو آپؐ کلثوم کے گھر سے نکل کر سعد بن خثیمہ کی حویلی میں تشریف لے جاتے۔ سعد کے بیوی بچے نہ تھے۔ اس لئے یہاں آسانی اور بے تکلفی سے زائرین سے ملاقات ہو سکتی تھی۔ اسی لئے ان کے گھر کو بیت العزاب کے نام سے مشہور تھا۔ عزاب جمع ہے عزب کی اور اس کے معنی ہیں وہ مرد جس کے ساتھ اس کی بیوی نہ ہو۔ سیدنا حضرت علیؓ بھی آپؐ سے اسی جگہ آ ملے اور کلثوم کے گھر میں اقامت کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے قبا کی نواحی بستی السخ میں حبیب بن اساف کے گھر سکونت اختیار کی (ضیا النبی بحوالہ سیرت ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۷)

قبامیں آنحضور ﷺ کے قیام کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ بعض کی رائے ہے کہ آپؐ ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار بعد دوپہر تشریف لائے اور منگل، بدھ اور جمعرات یہاں قیام فرمایااور جمعہ کے روز چاشت کے وقت مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

۲۔ ابن عقبہ سے روایت ہے کہ آپؐ بائیس دن قبا میں تشریف فرما رہے

۳۔ امام بخاری اور امام مسلم کے مطابق آپؐ نے قبامیں چودہ دن قیام فرمایا۔

قبامیں آپؐ نے اسلام کی پہلی مسجد کلثوم بن ہدم کے پیش کردہ قطعہ اراضی میں تعمیر کی جسے مسجد قبااور مسجد تقویٰ کہا جاتا ہے۔ حضرت اُسید بن حضیرؓ نے رسول کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔

''مسجد قبامیں نماز کاثواب عمرہ کے برابر ملتا ہے''۔

قبا سے آپؐ بوقت چاشت جمعہ کے روز سوئے مدینہ روانہ ہوئے۔ دن ڈھلے آپؐ بنو سالم کے محلے میں پہنچے تو وہاں آپؐ نے نماز جمعہ پڑھائی۔ مدینہ مقدس میں یہ پہلا جمعہ تھا۔ اس کے بعد آپ اندرون شہر کی طرف بڑھے۔ ٹھاٹھیں مارتا ہوا ہجوم آپؐ کے استقبال کے لئے جمع تھا مکانوں کی چھتوں پر خواتین ترانے پڑھ رہی تھیں ہر ایک کی خواہش تھی کہ آپؐ ان کے مہمان بنیں لیکن آپؐ نے فرمایامیں وہاں ٹھہروں گا یہاں میری ناقہ ٹھہرے گی چنانچہ یہ سعادت بنو نجار کے رئیس ابو ایوب خالد بن زید انصاری کو حاصل ہوئی آپؐ نے نو ماہ تک انہی کے گھر قیام فرمایا۔ قباء سے حضرت ابو ایوب کے گھر تک پہنچنے کے سفر میں سیدنا حضرت بلالؓ آپ کی خدمت میں حاضر رہے۔

مدینہ کی آب وہوا اور یاد وطن

مدینہ کی آب وہوا اور یاد وطن

وطن سے ہر ایک کو پیار ہوتا ہے۔ مدینہ آکر مہاجرین کو اکثر مکہ کی یاد ستاتی۔ سیدنا حضرت بلالؓ کے دل سے مکہ کی یاد باوجود شدید مظالم اور مصائب کے محو نہ ہو سکی۔ حالانکہ مدینہ مہاجر صحابہ اکرام کو بہت محبوب تھا۔ لیکن مکہ کی یاد اکثر انہیں ستاتی۔ حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کو بھی مدینہ سے بے پایاں محبت تھی آپؐ جب کسی سفر سے واپس لوٹتے اور جب مدینہ کے مکانات کی دیواریں دکھائی دیتیں تو آپ سواری کو تیز کر دیتے اور یوں دعا مانگتے اس میں داخل ہوتے "اے اللہ! اس شہر کو ہمارے لئے قرار گاہ بنا دے اور ہمیں خوبصورت رزق عطا فرما"۔ اکثر صحابہ کرام کو مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی اور تمام مہاجر صحابہ کرامؓ بیمار ہو گئے اور انہیں ملیریا بخار ہو گیا۔ سیدنا ابو بکرؓ سیدنا حضرت بلالؓ اور عامر بن فہیرہؓ تینوں ایک ہی مکان میں سکونت پذیر تھے۔ تینوں کو بیک وقت بخار ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ کی علالت جب ایک موقع پر خوفناک صورت اختیار کر گئی تو ام المومنین حضرت عائشہؓ ان کی عیادت کے لئے گئیں۔ آپؓ فرماتی ہیں۔ "حضورؐ کی یہاں (مدینہ) تشریف آوری سے پہلے یہ شہر مختلف وبائی بیماریوں کی اماجگاہ تھا۔ اس کا پانی بدمزہ اور بدبودار تھا جس سے صحابہ کرام مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔

آپؓ کہتی ہیں کہ حضرت ابو بکر حضرت عامرؓ اور حضرت بلالؓ ایک ہی مکان میں تھے تو انہیں بخار آنے لگا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کی عیادت کے لئے

ان کے پاس گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ شدید بخار میں مبتلا ہیں پہلے میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئی۔ میں نے پوچھا ابا جان آپ کا کیا حال ہے

آپؓ نے فرمایا: "ہر آدمی اپنے اہل خانہ کے ساتھ صبح کرتا ہے اور اسکی جوتی کے تسمہ سے زیادہ موت اس کے قریب ہے"۔

یہ سن کر میں نے کہا کہ والد ماجد پر غشی طاری ہو گئی۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ عامر کی بھی یہی حالت تھی وہ بھی بے ہوشی میں بولے جا رہے تھے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ بلالؓ کا بخار جب اترتا تو وہ مکان کے صحن میں آکر لیٹ جاتے پھر بلند آواز میں یہ شعر پڑھتے:

"کاش کبھی وہ وقت آئے کہ میں وادی میں رات بسر کروں گا اور میرے ارد گرد اذخر اور جلیل کے خشبودار گھاس ہونگے۔

کیا کبھی ایسا ہو گا کہ میں مجنہ کے چشمے پر وارد ہوں گا کیا میں ایسی جگہ اتروں گا جہاں شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں نظر آرہی ہوں گی۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے یہ سارا ماجرا بارگاہِ رسالت میں عرض کیا۔

حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔

"اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے اس طرح محبوب بنا دے جس طرح تو نے مکہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کی آب و ہوا کو صحت بخش بنا دے اور ہمیں اس کے پیمانوں اور وزنوں میں برکت عطا فرما۔ اور اس کی وباء کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے"۔

امام بخاری ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے ایک سیاہ رنگت والی عورت کو دیکھا

جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں وہ مدینہ سے نکل کر معیبہ میں جااتری۔ پھر فرمایا میں نے اس خواب کی یہ تاویل کی ہے کہ مدینہ کی وباء جحفہ منتقل کر دی گئی"۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے "

اے اللہ ! جو برکت تو نے مکہ کو دی اس سے دوگنی برکت مدینہ کو عطا فرما"۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے مروی ہے۔

"ابراھیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا۔ میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اور اس کے پیمانوں اور وزنوں کے لئے برکت کی دعا کرتا ہوں جس طرح حضرت ابراھیمؑ نے مکہ کے لئے دعا فرمائی (ضیاء النبی)۔

سیدنا حضرت بلالؓ کے ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ آپؓ کو مکہ کے درودیوار سے کس قدر محبت تھی۔ آپ کو مدینہ کے خوبصورت شہر میں آکر ہر طرح سے آرام وراحت میسر تھا پھر بھی مکہ کی محبت کو اپنے دل سے نہ نکال سکے حالانکہ مکہ میں آپؓ کو بے انتہا شدائد اور عقوبتوں کا شکار ہونا پڑا تھا۔ پھر بھی آپ کو مکہ کی گلیاں چشمے پہاڑ اور آگ اگلتا صحرا بہت یاد آتا تھا۔ یہ وہی گلیاں وادیاں اور صحرا کی ریت اور لہو فام پہاڑ تھے یہاں آپ کو بے تحاشہ گھسیٹا گیا۔ تپتی ریت پر لٹایا گیا اور پتھروں تلے دبا گیا تھا مگر اس وطن کی محبت اس سے والہانہ پیار آپ کو مدینہ میں اکثر تڑپایا اور اداس کر دیتا ہے۔ وطن سے پیار ایک فطری بات ہے پرندے سارا دن ادھر ادھر دانہ چگتے پھرتے ہیں لیکن شام ہوتے ہی اپنے بسیروں کا رخ کرتے ہیں

پہلا مؤذن

آنحضرت ﷺ اپنی ناقہ سے اترے تو آپؐ نے بلند آواز سے فرمایا۔

"یہاں رہوں گا یہیں میری مسجد ہو گی۔ اور یہیں میں دفن ہوں گا"

ناقہ جس احاطہ میں بیٹھی وہ آپؐ کے ننھیالی خاندان بنو نجار کے ایک شخص رافع بن عمرو کے بیٹوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھا آپؐ نے ناقہ سے اتر کر اس احاطے کا جائزہ لیکر مسجد کے لئے پسند فرمایا۔ یہ قطعہ زمین حضرت ابو ایوبؓ اور حضرت سعد بن زرارہ کے گھروں کے سامنے تھا۔ آپؐ نے یہ جگہ دس مثقال میں خرید لی۔ قیمت حضرت ابو بکرؓ نے ادا کر دی۔ حضرت سعدؓ اس جگہ پر نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اس جگہ پر کھڈے، جھاڑیاں اور بعض جگہوں پر کھجور کے درخت تھے۔ اور ایک جگہ پر پرانے مکان کو ملبہ تھا۔ اس جگہ پر مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ صحابہ کرام اور خود رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا مسجد کی تعمیر میں کچی اینٹیں اور گارا استعمال ہوا۔ سرور کائنات ﷺ کی مدد کے لئے مدینے کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی آپؐ کی مدد کرتے لیکن مدد کی بجائے کام بگڑ جاتا مگر آپؐ ان کو منع نہیں کرتے تھے۔ سیدنا حضرت بلالؓ نے کام میں خلل پڑتے دیکھا تو ان کو منع کرنے کی کوشش کی تو حضورؐ نے فرمایا:

"بچو دیکھو بلال بے چارہ اکیلا کام کر رہا ہے اس کے ساتھ کوئی نہیں۔ ذرا اس کی مدد کرو" یہ سننا تھا کہ سارے بچے حضرت بلالؓ کے گرد جمع ہو گئے۔

حضرت بلالؓ کو ان سے جان چھڑانی مشکل ہو گئی یہاں تک کہ آپؓ کو درخت پر چڑھنا پڑا۔ حضور اکرمؐ اپنا پسینہ پونچھتے جاتے تھے اور حضرت بلالؓ کے حالت پر تبسم فرماتے تھے۔ مسجد تیار ہو گئی۔ یہ چھپر نما تھی چھت پر کھجور کے تنے کے شہتیر اور پتے استعمال کئے گئے زیادہ حصہ کھلا تھا کھجور کے درخت کاٹ کر تنوں سے ستونوں کا کام لیا گیا تھا۔ جب مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی ہر شخص مسرور تھا لوگ تھک کر مسجد کے فرش پر آرام کرنے لگے۔ مسجد کی ساخت پر تبصرے ہونے لگے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا! "میرے خیال میں مسجد میں ایک کمی ہے"۔ سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے چھت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "وہاں کچھ ہونا چاہیے۔ کچھ ایسا انتظام جس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلایا جائے" صحابہ کرام میں یہ مسئلہ موضوع بحث بن گیا سرور کائنات ﷺ بھی بڑی دلچسپی سے یہ بحث سنتے رہے۔ کسی نے کہا مسجد کے دروازے پر نماز کے وقت جھنڈا گاڑھ دیا جائے اور نماز کے بعد اتار لیا جائے۔ کسی کی یہ رائے تھی کہ یہود کی طرح سنکھ بجایا جایا کرے۔ کسی کی یہ تجویز تھی کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس (گھنٹیاں) بجایا جایا کرے۔ کسی نے یہ مشورہ دیا کہ مجوس کی طرح کسی بلند مقام پر آگ روشن کی جایا کرے لیکن سرور کون و مکاں نے ان سب تجاویز کو اس لئے ناپسند فرمایا کیوں یہ سب غیر مسلموں کے طریقے تھے۔ حضرت عمرؓ نے رائے دی کہ نماز کا وقت ہو تو ایک شخص بلند آواز سے اس کا اعلان کر دے۔

آپؐ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور آخر کار حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ "یَا بِلَالُ قُمْ مُنَادِ بِالصَّلٰوۃِ" (اے بلال اٹھو اور لوگوں میں نماز کے وقت کا اعلان کر دو)

اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن زیدؓ انصاری بھی تھے۔ رات کو جب وہ سوئے تو انہوں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے دو سبز چادریں اوڑھی ہوئی تھیں اور ہاتھ میں ناقوس پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ نے اس سے پوچھا کہ اے بندۂ خدا کیا تم یہ ناقوس بیچو گے اس نے پوچھا تم اسے لے کر کیا کرو گے آپؓ نے کہا ہم اس کے ذریعے لوگوں کو نماز کی دعوت دیں گے۔ اس نے کہا کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں۔ حضرت عبداللہ نے کہا بڑی نوازش ہو گی اس شخص نے کہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ آپؐ لوگوں کو نماز کی دعوت اس طرح دیا کریں :

الله اکبر الله اکبر الله اکبر الله اکبر

اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله

اشهد انّ محمدًا رسول الله اشهد ان محمدًا رسول الله

حی علی الصلوة حی علی الصلوة

حی علی الفلاح حی علی الفلاح

الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله

حضرت عبداللہ بن زیدؓ انصاری نے یہ خواب حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کیا۔ رسول کریم ﷺ نے یہ خواب سن کر فرمایا! یہ سچا خواب ہے انشاءاللہ۔ حضرت عمرؓ نے بھی اسی رات کو ایسا ہی خواب دیکھا تھا لیکن آپؓ نے سوچا کہ صبح ہو گی تو عرض خدمت کروں گا۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا :

"عبداللہ تم بلالؓ کو یہ الفاظ یاد کرا دو"۔ پھر حضور اکرمؐ نے پکار کر فرمایا !

" بلال تمہاری آواز سب سے اچھی ہے اس کو اللہ کی راہ میں استعمال کرو"

اسی اثناء میں نماز کا وقت ہو گیا تو آپؐ نے حضرت بلالؓ کو فرمایا" جاؤ چھت پر چڑھ جاؤ اور وہاں سے لوگوں کو نماز کے لئے پکارو"

چنانچہ حضرت بلالؓ نے مسجد نبوی سے ملحق بنو نجار کی ایک خاتون کے کچے مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور آپؓ نے اذان دی۔ اذان کی آواز جب مدینہ طیبہ کی فضا میں گونجی تو حضرت عمر فاروقؓ نے بھی سن لی۔ آپ سے ضبط نہ ہو سکا اور جلدی میں گھر سے اس طرح نکل پڑے کہ ان کی چادر گھسٹ رہی تھی۔ آپ سیدھے دربار نبوت میں میں حاضر ہوئے اور عرض کیا !

"یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کیساتھ مبعوث فرمایا میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ جو عبداللہ بن زیدؓ نے دیکھا ہے۔

یہ سن کر آپؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا!

"سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں"

اسلام کی یہ پہلی اذان تھی اور سیدنا حضرت بلالؓ کو اسلام کے پہلے مؤذن ہونے کا شرف حاصل ہوا اذان سن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے ان کے لئے یہ بہت بڑا عجوبہ تھا سب شاداں اور مسرور تھے آپؐ خاموش تھے۔

پھر آپؐ نے فرمایا ! "بلالؓ تو نے میری مسجد مکمل کر دی ہے"

رسول کریم ﷺ نے سیدنا حضرت بلالؓ سے فرمایا !

"جب تم اذان پڑھو تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور جب اقامت کہو تو جلدی کہو اور اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اتنا فاصلہ رکھو کہ کھانے والا کھانے سے اور پانی پینے والا پینے سے اور قضائے حاجت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے"

اور یہ بھی فرمایا کہ اذان پڑھتے وقت شہادت کی انگلیاں کانوں میں دے لیا کرو اس سے آواز بلند ہو گی (مؤذن رسولؐ از علی اصغر چوہدری) آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب تک مجھے حجرے سے آتا ہوا دیکھ نہ لو کھڑے مت ہوا کرو۔

اذان کا آغاز ۲ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوا تھا۔ سیدنا حضرت بلالؓ بڑے خوش الحان تھے۔ آپؓ جب کیف و مستی اور ترنگ سے اذان پڑھتے تو اہل مدینہ اس آواز کے طلسم سے مسحور ہو کر کام کاج چھوڑ دیتے اور اذان پر متوجہ ہو جاتے تھے۔ آپؓ کی آواز میں بلا کی دل آویزی اور پُرکشش نغمگی تھی کہ ہر شخص ساکن اور ساکت ہو جاتا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر سیدنا حضرت بلالؓ نے سرور کائنات ﷺ کے حکم سے جب خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دی تو کفار مکہ جل اٹھے چنانچہ ان میں سے بعض لوگوں نے حارث بن ہشام سے کہا! تم دیکھ رہے ہو آج یہ غلام اوپر چڑھا ہوا ہے۔ انہوں نے حکمت عملی سے کام لیکر ان کو ٹال دیا کہ ''ارے بھائی جانے دو اگر خدا کو ناپسند ہو گا تو اس کو بدل دے گا''

کہا جاتا ہے کہ آپ کی زبان میں لکنت کے سبب زبان مبارک سے ''شین'' کا تلفظ درست طور پر ادا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن آپؓ کے دل کی گہرائیوں سے جب ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' نکلتا تو سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ نماز کا وقت قریب ہوتا تو رسول کریم ﷺ آپؓ سے فرماتے

''قُمْ یَا بِلَالُ اَرِحْنَا بِالصَّلٰوۃ''

ترجمہ: (بلال اٹھو اور اذان پڑھ کر نماز شروع کرو اور میرے دل کو راحت پہنچاؤ)

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سیدنا حضرت بلالؓ اذان پڑھنے کے بعد آپؐ کے حجرہ

مبارک کے قریب ہو کر فرماتے "الصلوۃ یا رسول اللہ ﷺ" یہ سنتے ہی آپؐ حجرہ سے باہر تشریف لے آتے۔ آپ کا معمول تھا کہ اذان شروع ہوتے ہی باہر تشریف لے آتے۔ ایک روز باہر آنے میں ذرا دیر ہو گئی تو اضطرار کی حالت میں سیدنا حضرت بلالؓ کی زبان مبارک سے نکل گیا:

" الصلوۃ خیر من النوم "

ترجمہ: (نماز نیند سے بہتر ہے)

آپؐ یہ سنتے ہی مسجد کے صحن میں تشریف لے آئے۔ سیدنا حضرت بلالؓ کے منہ سے بے ساختہ نکلنے والے اس کلمہ کو آپؐ نے بہت پسند فرمایا۔ اس دن کے بعد اس کلمے کو فجر کی اذان میں "حی علی الفلاح حی علی الفلاح" کے بعد بڑھانے کا حکم صادر فرمایا دیا۔

سیدنا حضرت بلالؓ اذان دینے سے پہلے اذان دینے کے انتظار میں بیٹھے رہتے اور جب اذان کا وقت ہو جاتا تو اذان شروع فرماتے۔ اذان سے پہلے شریں آواز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

" اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَحۡمَدُکَ وَ اَسۡتَعِیۡنُکَ عَلٰی قُرَیۡشٍ اَنۡ یُّقِیۡمُوۡا دِیۡنَکَ "

ترجمہ: اے اللہ عزوجل میں تیری حمد و ثنا کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں۔ (اے اللہ) قریش کو اپنا دین قبول کرنے کی ھدایت فرما۔

سرور کائنات ﷺ کا جب رحال ہوا تو آپ کو آغوش لحد کے سپرد کیا گیا تو سیدنا بلالؓ نے مٹی کے برابر کر کے خود اس پر پانی چھڑکا پھر غمگین اور

افسردہ دل کے ساتھ دورِ نبوی کی آخری اذان پڑھی جب آپ نے **اشهد ان محمداً رسول الله** کے کلمات کی تکرار کی تو اصحابہ کرام اجمعین کانپ اٹھے اور حضرت بلالؓ اس وقت شدت کیفیت میں ایسے کھو گئے کہ نڈھال ہو کر گر پڑے (طبقات ابن سعد صفحہ ۶۸)

اس کے بعد آپؓ نے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران کبھی اذان نہ دی۔ وصال نبوی کے بعد مسجد قبا کے موذن حضرت سعد قرظیؓ حضرت بلالؓ کے اذان پڑھنے سے معذرت پر آپؓ کی اجازت سے مسجد نبوی کے موذن مقرر کیے گئے۔

آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ میں حضرت بلالؓ کے علاوہ مسجد نبوی میں نابینا اصحابی حضرت عمرو بن ام مکتومؓ بھی اذان دیا کرتے تھے۔ غزوہ حنین سے واپسی پر مکہ مکرمہ کے چند بچوں نے حضرت بلالؓ کی اذان سن کر نقل اتاری۔ سرورِ کائنات ﷺ کو بچوں کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ ان بچوں میں حضرت ابی محذورہؓ بھی تھے ان کی آواز بلند اور شریں تھی۔ آپؐ نے بڑی شفقت سے ان کو اذان کے الفاظ سکھائے اور فرمایا تو اہل مکہ کا موذن ہے بعد میں حضرت ابی محذورہؓ کو مسجد حرام کا موذن مقرر کیا گیا۔

مشہور سیرت نگار محمد بن اسحاق بنی نجار کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی تھیں کہ میرے گھر کا صحن مسجدِ نبوی سے متصل تھا میں دیکھتی تھی کہ سیدنا حضرت بلالؓ ہر روز طلوع فجر سے قبل دیوار پر بیٹھ جاتے اور طلوع فجر کا انتظار فرماتے جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت بلالؓ پہلے یہ دعا کرتے۔

"اے اللہ میں تیری حمد و ثناء کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں۔

اے اللہ تو قریش کو ھدایت کر کہ وہ تیرے دین کو قبول کریں۔
اور اس پر قائم ہوں "

پھر اذان شروع فرماتے۔ وہ عورت فرماتی تھیں کہ میں نہیں جانتی کہ حضرت بلالؓ نے ایک روز بھی اس دعا کو ترک کیا ہو۔ سیدنا حضرت بلالؓ سحر کی اذان تہجد کے آخر وقت دیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے مدینہ منورہ میں آج تک فجر سے قبل دو اذانیں ہوتی ہیں۔ ایک سحر کی اور دوسری نماز فجر کے لئے۔ (بخاری شریف باب الاذان فجر)

سیدنا حضرت بلالؓ ایک روایت یوں بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک کڑاکے کی سردی والی رات میں صبح کی اذان دی مگر کوئی آدمی مسجد میں نہ آیا۔ میں نے دوبارہ اذان دی مگر پھر بھی کوئی نہ آیا۔ حضورؐ نے فرمایا! لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا سردی نے انہیں روک رکھا ہے آپؐ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! سردی کو توڑ دے۔ حضرت بلالؓ کہتے ہیں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ صبح کے وقت گرمی کی وجہ سے دستی پنکھوں سے ہوا حاصل کر رہے ہیں (نقوش)

مواخات

ہجرت مدینہ سے قبل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت بلالؓ کا دینی بھائی بنا دیا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بھی حضرت بلالؓ سے قربت اور محبت کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اور اس کو اپنے اور حضرت بلالؓ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل و انعام تصور کرتے تھے۔ اسی لئے دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت اور پیار فرماتے تھے۔ حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی کا خاص خیال رکھتے تھے لیکن ضیاء النبی (جلد سوم) کے مطابق حضرت بلالؓ کے دینی بھائی حضرت عبیدہ بن حارثؓ تھے۔ اُسد الغابہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کے اور ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے درمیان مواخات کرا دی تھی۔

ہجرت مدینہ کے نتیجہ میں ایک ہزار مہاجرین اپنا وطن مالوف مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ جیسے نئے شہر میں آ بسے تھے۔ یہ لوگ اپنے بیوی بچے اور دیگر اہل خانہ کے علاوہ اپنے گھر بار اور جائیدادیں چھوڑ کر صرف اپنے جسم کے کپڑوں کے ساتھ ہجرت کر کے آئے تھے۔ ان لٹے پٹے بے سروسامان مہاجرین کی آباد کاری بہت بڑا مسئلہ تھا۔ مکہ ایک تجارتی شہر تھا جب کہ مدینہ منورہ ایک چھوٹا سا زرعی شہر تھا۔ دونوں شہروں کی آب و ہوا میں بھی بڑا فرق تھا۔ مہاجرین کی معاشی سماجی اور نفسیاتی بحالی بڑا پیچیدہ اور گھمبیر مسئلہ تھا جو شب و روز کا موضوعِ گفتگو بن چکا تھا آخر اللہ کے رسولؐ نے یہ ساری مشکلات اپنی پیغمبرانہ فراست سے حل کر دیں۔

ایک دن رسول کریم ﷺ نے مہاجرین مکہ کے تمام خاندانوں کے سربراہوں اور انصار کے متمول لوگوں کو حضرت انس بن مالک کی والدہ اُم سلیمؓ کے گھر کے احاطے میں بلوایا۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو حضورِ اکرم ﷺ بھی تشریف لے آئے اور حسب عادت مسکرا کر انصار سے مخاطب ہوئے اور مہاجرین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ سب آپ کے دینی بھائی ہیں اور اسی دینِ برحق کے نام پر جو آپ کا بھی دین ہے۔ اپنا سب کچھ نثار کر کے یہاں آئے ہیں۔ ان مہاجرین کی مدد آپ کا فرض ہے۔ آپؐ نے تجویز پیش کی کہ انصار کا ہر خاندان مکے کے ہر مہاجر خاندان کو اپنے خاندان میں شامل کر لے۔ اپنے دکھ سکھ میں شریک کر کے مقدور بھر اس کا بوجھ بانٹ لے۔ یہ فیصلہ اخوتِ اسلامی کا عملی مظاہرہ تھا۔ جو آج تک دنیا والوں نے نہ دیکھا تھا۔ یہ کوئی جزوقتی عارضی اور سطحی مصلحت کیشی نہ تھی۔ انصار و مہاجرین نے اس بندھن کو اپنے آقاؐ کے حکم پر مرتے دم تک ٹوٹنے نہ دیا۔ مواخات کا یہ نظریاتی تعلق رنگ و نسل اور خاندانی عصبیت کے تمام امتیازات اور اختلافات سے بالاتر تھا۔ یہ رشتہ اور بندھن صرف اور صرف دین برحق سے وابستگی اور رضائے رسول کریم کی بنیاد پر قائم تھا۔

ہادیٔ برحق ﷺ نے اس مواخاتی رشتے کی وضاحت فرمائی کہ اب تک جو ایک تھا دو ہو گیا جو دو تھے وہ چار ہو گئے یہاں ایک محنت کرتا تھا وہاں دو محنت کریں گے جہاں دو کماتے تھے۔ وہاں چار کمائیں گے کام زیادہ ہو گا تو آمدنی بھی زیادہ ہو گی کوئی کسی پر بوجھ نہ ہو گا۔ اس طرح کئی سو خاندان ایک لمحے میں گزر اوقات کے وسائل حاصل کرنے کے قابل ہو گئے۔

رسول مکرم ﷺ ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کو مواخات کی تسبیح میں

پرورش پا رہے تھے۔ سیدنا حضرت بلالؓ کو حضرت ابو رویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن انصاری کا دینی بھائی بنایا گیا۔ دونوں میں بہت زیادہ پیار اور محبت تھی۔

دونوں میں بڑی گہری دوستی تھی۔ جب حضرت بلالؓ شام کی طرف کوچ کرنے لگے تو انہوں نے اپنا نام حضرت ابو رویحہؓ کے ساتھ درج کرا دیا جب حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کے ناموں کا رجسٹر تیار کروایا اور حضرت بلالؓ سے دریافت کیا کہ وہ کس کے ساتھ درج کروانا چاہتے ہیں تو انہوں نے حضرت ابو رویحہؓ کے ساتھ شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی اور فرمایا کہ اسی دینی اخوت کی وجہ سے جو رسول اللہ ﷺ نے میرے اور حضرت ابو رویحہؓ کے درمیان قائم فرمادی ہے میں کبھی ان سے جدا ہونا گوارا نہ کروں گا۔

سیدنا حضرت بلالؓ اور حضرت ابو رویحہؓ کو ایک دوسرے سے بے پناہ محبت تھی ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ حضرت بلالؓ کو کہیں جانا پڑتا تو اپنے تمام امور کی ذمہ داری حضرت ابو رویحہؓ کو سونپ جاتے۔ علامہ ابن سعد سے مروی ہے کہ دور فاروقی میں حضرت بلالؓ جب جہاد میں شرکت کیلئے شام روانہ ہونے لگے تو امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ان سے پوچھا کہ بلال تمہارا وظیفہ کون وصول کرے گا؟

تو انہوں نے فرمایا:

"ابو رویحہؓ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ ان کا جو رشتہ اخوت قائم کر دیا ہے وہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا"

حضرت اُم سُلیم (والدہ حضرت انس بن مالک) کے گھر جمع ہونے والے انصار و مہاجرین کی تعداد ۹۰ تھی۔

اصحابِ صفہ اور حضرت بلالؓ

مہاجرین میں سے جو مجرد تھے۔ یعنی بیوی بچوں کے بغیر تھے ان کی اقامت گاہ صفہ تھی۔ مسجد نبوی کے صحن میں ایک کونے پر ایک چبوترہ تھا جس پر سائبان پڑا ہوا تھا اسے صفہ کہا جاتا تھا یہاں وہ اصحابہ کرام اقامت پذیر تھے جن کے کفیل سرور کائنات ﷺ تھے۔ ان صحابہ کرام نے اپنے آپ کو تعلیم تربیت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ یہ بزرگ صحابہ دن رات اس چبوترے پر پڑے رہتے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ دن کو روزے رکھتے اور رات کو عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ شام کے کھانے کے وقت انہیں بلاتے اور صحابہ میں تقسیم کر دیتے۔ حضور اکرمؐ کے پاس کہیں سے صدقہ کی کوئی چیز آتی تو آپؐ کے پاس بھیج دیتے۔ فرمان رسول ﷺ ہے کہ :

"اے اصحاب صُفّہ تمہیں بشارت ہو۔ میری امت میں سے جو شخص اپنے رب سے اس حال میں ملے گا جس حال میں تم ہو اور وہ اپنے اس حال پر راضی برضا ہو گا تو وہ جنت میں داخل ہو گا"

اصحاب صُفّہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ ان کی مجموعی تعداد چار سو تک پہنچی تھی اس سے زیادہ کی گنجائش صفہ میں نہ تھی۔ اصحابِ صفہ دن کو مزدوری بھی کرتے تھے بعض دن کو جنگل میں چلے جاتے تھے اور وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور بازار میں فروخت کر کے جو کچھ ملتا اس سے اپنا اپنے دوستوں کی ضروریات کا بندوبست کرتے تھے۔

جب کبھی کہیں مبلغ بھیجنے ہوتے توان ہی بزرگ اصحابہ سے انتخاب کیا جاتا تھا۔ سیدنا حضرت بلالؓ کا گھر یہی صفہ تھا۔ آپ کازیادہ تر وقت اسی صفہ میں گزرتا اور آپ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے اور آپؐ کی ضروریات کا خیال رکھتے اور احکام کی تعمیل بجالاتے تھے۔ سیدنا حضرت بلالؓ بن رباح اپنا زیادہ تر وقت اپنے محبوب آقا حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت گزارنا چاہتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کو بھی آپ سے بہت محبت تھی۔ آپ انتہائی عبادت گذار تھے اور تجرد پسند بھی آپ فضل واحسان کے دلدادہ تھے۔ آپ اللہ تعالےٰ پر سراسر توکل اور بھروسہ رکھنے والے تھے۔ آپ سابقون الاولون تھے اس لئے آپ کو دینِ اسلام اور اہل ایمان سے حد درجہ محبت تھی۔

کہا جاتا ہے کہ تصوف اس بات کا نام ہے کہ انسان تمام ذرائع اور وسائل چھوڑ کر (سیدنا حضرت بلالؓ کی طرح) محض اللہ تعالےٰ پر توکل وبھروسہ کرے۔ (نقوش جلد نمبر ۸ رسول نمبر صفحہ نمبر ۴۶۰)

احادیث سے ثابت ہوتا ہے رسول ﷺ کو آپ کی تعلیم وتربیت کا بے حد خیال تھا اور ہمیشہ مختلف نتائج سے سرفراز فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا:

"اے بلالؓ مومن کا سب سے بڑا بہترین عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔"

"اے بلالؓ ہمیشہ فقر اور غربت کی حالت میں زندگی بسر کرا اور غربت کی حالت میں ہی جان جان آفریں کے سپرد کرنا۔"

صفہ اسلام کی اولین عظیم درس گاہ عظیم صحابہ کی اقامت گاہ اور طالبان اسلام کا ہوسٹل جس کے نگہبان سرپرست اور ناظم امور تدریس خود رسالت مآب ﷺ تھے۔ صفہ اور اہل صفہ کتنے خوش نصیب تھے اور یہاں تربیت پانے والے لوگ

کتنے بلند مرتبہ تھے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ نور ایمان کی شمع روشن کرنے والے۔ اندھیروں کو ایمان کی روشنی عطا کرنے والے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ حق دکھانے والے یہ لوگ خدا کے محبوب اور جاں نثار صحابہ کی عظمت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ سرور دو عالم ﷺ کے اطاعت گذار اور تربیت یافتہ صحابہ کرام کی قسمت کا ستارا اسی صفہ میں رہ کر چمکا۔ کیونکہ ان کا محبوب آقا تاجدار دو جہاں نبی محترم ﷺ ہر وقت ان پر نگاہ شفقت فرمائے رکھتے تھے۔ سیدنا حضرت بلالؓ اسی صفہ میں سکونت اختیار کئے رکھی اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت کے فرائض بجا لاتے رہے۔ یہ صفہ اور صاحبِ صفہ کی نظر کرم کا فیضان تھا کہ سیاہ فام حبشی غلام حضرت بلالؓ بن رباح سرکار دو عالم ﷺ کے خازن ،پاسبان نجیب خاص اور سید المؤمنین کا بلند مرتبہ مقام ملا جو دوسروں کو نصیب نہ ہو سکا۔ حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا:

نعم المرء بلال و ھو سید المؤذنین

بلالؓ کس قدر اچھا آدمی ہے وہ تمام موذنوں کا سردار ہے (نقوش جلد ۸ ص ۱۶۴)

ترمذی میں تحریر ہے کہ حضرت بلالؓ سرکار نور مجسم ﷺ کے نجیب خاص مصاحب اور بارگاہ نبوت ﷺ کے حاجب تھے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کو سات نجیب اور رفیق ملے ہیں اور مجھے چودہ عطا کئے گئے ہیں ہم نے عرض کیا "وہ کون ہیں"؟ آپؐ نے فرمایا "تم (حضرت علی مرتضیٰ) تمہارے بیٹے حسنؓ و حسینؓ، جعفر بن ابی طالبؓ، حمزہ بن عبد المطلبؓ، ابو بکرؓ، عمر فاروقؓ، مصعب بن عمیر، سلمان فارسیؓ، مقدادؓ، حذیفہ بن یمانؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عمار بن یاسرؓ اور بلالؓ (ترمذی)

پاسبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

پیکرِ محبت و وفا حضرت بلالؓ بن رباح جناب سید الابرار ﷺ کے ہمراہ غزوات و امن اور سفر و حضر میں ہر وقت ایک خادم محافظ اور جاں نثار کے طور پر رہتے تھے۔ عموماً آپ سرور کائنات ﷺ کے در دولت پر حاضر رہتے تھے تاکہ آپؐ کے احکامات کی بر وقت تعمیل کی جا سکے۔ آپؓ رسالتماب ﷺ کی سچے عاشق تھے آپؐ سے قربت کا ایک اور مقصد یہ بھی تھا کہ فرائض کی ذمہ داری اور ادائیگی کے ساتھ ساتھ ہمہ وقت آپؐ کے دید بھی ہوتی رہے۔ اور حضور انورؐ کی رفاقت اور مصاحبت میں قلبی راحت و سکون ملتا رہے۔ دربار نبوت میں جب بھی کوئی حضور اکرمؐ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوتا تو پہلے پاسبان رسولؐ سیدنا حضرت بلال سے ملنا پڑتا تھا۔ حضرت بلالؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں مہمان کی آمد کی اطلاع پہنچاتے تھے۔ جہاں حضرت بلالؓ کو حضور اکرمؐ کے اہل خانہ سے بے پناہ محبت تھی وہاں رسول کریمؐ کے اہل خانہ بھی حضرت بلالؓ سے بے حد شفقت فرماتے۔ آپؐ سے گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے سلوک کرتے تھے۔ عیدین اور استسقاء کی نمازوں کے موقع پر سیدنا حضرت بلالؓ ہاتھ میں علم (نیزہ) لئے آگے آگے چلتے۔ یہ علم شاہِ حبشہ (نجاشی) نے دیگر تحفوں کے ساتھ رسالتمابؐ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ آپؐ نے یہ نیزہ حضرت بلالؓ کو عطا کر دیا تھا۔ حضرت بلالؓ تقریبات کے موقع پر اسکو لیکر نکلتے اور مصلے کے مقابل زمین پر گاڑ دیتے۔

اسی طرح حجتہ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی ناقہ کی مہار حضرت بلالؓ نے ہی تھام رکھی تھی۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں سرور انبیا ﷺ کے ساتھ عید کے موقع پر موجود تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے بلا اذان واقامت کے نماز شروع کرادی پھر جب نماز سے فارغ ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے اٹھے حضرت بلالؓ کو اپنے برابر کھڑا کر کے اور ان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور حمد و ثناء کے بعد وعظ فرمایا اور اللہ کے احکام یاد دلائے اللہ کی فرمانبرداری پر ابھارا پھر بلالؓ کو لئے ہوئے عورتوں کے قریب تشریف لائے۔ اور عورتوں کو اللہ سے ڈرنے کا حکم فرمایا۔ اور اللہ کے احکام یاد دلائے۔ (مشکواۃ)

حضرت بلالؓ رسول اللہ ﷺ کے حاجب کے فرائض بھی سرانجام دیا کرتے تھے ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب نبی محترم ﷺ سے صدقہ کے بارے میں ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لئے کاشانہ مبارک پر تشریف لا رہی تھی کہ ان کی ملاقات ایک انصاری عورت سے ہوئی وہ بھی اسی مقصد کے لئے جا رہی تھیں۔ یہ دونوں خواتین جب کاشانہ نبوت پر پہنچیں اور سوچ رہی تھیں کہ اپنا مسئلہ کس طرح حضور اکرمؐ سے پوچھا جائے اسی دوران حضرت بلالؓ کاشانہ مبارک سے باہر تشریف لائے تو ان دونوں خواتین نے ان سے کہا کہ ہمارا یہ مسئلہ سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں عرض کر کے اس کے جواب سے ہمیں آگاہ کیجئے۔ آپ اندر گئے اور ان مستورات کا مسئلہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ سوال یہ تھا کہ کیا ہم اپنے شوہروں پر اور اپنی پرورش میں یتیم بچوں پر اپنے صدقے کا مال خرچ کر سکتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ سے دریافت کیا کہ یہ خواتین کون ہیں۔ انہوں نے بتایا ایک حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ زنیب ہے

اور دوسری کوئی انصاریہ ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شوہروں اور رشتہ کے یتیموں پر خرچ کرنے سے دوہرا اجر ملے گا ایک اپنوں پر خرچ کرنے کا اور دوسرا خیرات کرنے کا۔ (مشکواۃ)

خادم رسول کے شب و روز حضور اکرم ﷺ اور اہل بیت نبوی کی خدمت اور حفاظت و پاسبانی کے لئے وقف تھے اور یہ سلسلہ تادم آخر جاری رہا۔ سیدنا حضرت بلالؓ کی آنحضرت ﷺ سے بے حد و حساب محبت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے۔ کہ جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو ان کی اہلیہ ان کے قریب بیٹھی تھیں اور زار و قطار رو رہی تھیں اور جب انہوں نے کہا "واحزنا" یعنی ہائے کیسا غم ہے تو آپؓ نے فرمایا "وافرحا" یعنی کتنی خوشی کی بات ہے جب روتے ہوئے غم کا اظہار کرتیں تو آپؓ جواباً خوشی و مسرت کا اظہار فرماتے کہ کتنی خوشی کی بات ہے کہ کل میں اپنے محبوب آقا ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے جاملوں گا اور جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا دوسرے روز آپ کا انتقال ہو گیا حضرت فاروق اعظمؓ نے سنا تو فرمایا

"آج ہمارا سردار فوت ہو گیا" (اسد الغابہ جلد اول)

خازنِ رسولؐ کے معمولات

غزوہ بدر کے بعد جنگی قیدیوں اور مال غنیمت کے بارے میں قوانین کا نزول اور نفاذ عمل آیا تو اللہ تعالے نے سرکار دو عالم ﷺ کو مال غنیمت کے خمس سے نوازا۔ جس کا ایک حصہ اعلائے کلمتہ اللہ اور اقامت دین حق کے لئے وقف تھا جبکہ دوسرا جز آپؐ کے اہل و عیال اور آپؐ کے رشتہ داروں جو کہ آپؐ کی کفالت میں تھے کے لئے مخصوص تھا۔ سیدنا حضرت بلالؓ حبشی سرور کونین ﷺ کے اخراجات اور مصارف کے ذمہ دار اور خازن تھے۔ جنگ کے خاتمے پر حضرت بلالؓ پکار کر اعلان کرتے تھے کہ جو مال کسی کے ہاتھ لگا ہے وہ یہاں لے آئے۔ آپ ایک جگہ بیٹھ جاتے اور مجاہدین اسلام سارا مال غنیمت ان کے پاس جمع کرا دیتے تھے۔ مال غنیمت سے خمس نکال کر باقی مال مجاہدین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اور حضور اکرمؐ کا حصہ یعنی خمس آپ کے پاس جمع رہتا تھا۔ جس سے آپ حضور اکرمؐ کے گھر کے اخراجات پورے کرتے اور مہمانوں پر خرچ کرتے علاوہ ازیں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں اگر کوئی حاجت مند آجاتا تو آپؐ حضرت بلالؓ کو اس کی حاجت پوری کرنے کا حکم ارشاد فرما دیتے تھے اور وہ اس کی ضرورت پوری کر دیتے تھے اگر مال موجود نہ ہوتا تو کسی سے قرض لے کر اس کی ضرورت پوری کر دیتے تھے۔

نقوش (رسول نمبر) جلد نمبر ۸ صفحہ ۴۶۰ پر تحریر ہے کہ عبداللہ الھوزنی کہتے ہیں کہ میں حضرت بلالؓ سے ملا تو ان سے پوچھا کہ حضور ﷺ کے اخراجات

کیسے چلتے تھے ؟

حضرت بلالؓ نے بتایا کہ آپؐ کے اخراجات کے انتظامات آپؐ کی وفات تک میرے سپرد تھے۔ لیکن کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہ تھا۔ جب کوئی مسلمان شخص آتا اور اس کے جسم پر کپڑا نہ ہوتا تو آپؐ مجھے حکم فرماتے میں قرض لے کر کپڑے خریدتا اور اس کو کپڑے پہنادیتا اور اس کے کھانے کا بھی انتظام کرتا۔

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی مکرم ﷺ حضرت بلالؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے پاس کھجوروں کا ڈھیر تھا۔ آپؐ نے پوچھا بلال یہ کیا ؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ آپؐ اور آپؐ کے مہمانوں کی خاطر ذخیرہ کر رکھا ہے یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کیا تو اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تیرے لئے یہ آگ کا ایندھن بنے۔ اے بلال ! اسے خرچ کر ڈال اور عرش والے مہربان رب سے بھوک کا خوف نہ کر۔ ابو سعید خدری حضرت بلالؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے بلال فقیر ہو کر مرنا نہ کہ غنی ہو کر۔ میں (بلال) نے عرض کیا یہ کس طرح ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا تجھے جو رزق دیا جائے۔ اسے چھپا کے نہ رکھ اور جو کچھ تجھ سے مانگا جائے اسے روک کر نہ رکھ۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ! ایسا میرے واسطے کیسے ممکن ہو گا؟

آپؐ نے فرمایا ! یہ چیز ہو گی یا پھر آگ۔

حضرت بلالؓ صدقات وغیرہ بھی جمع کرتے تھے اور جب پونجی ختم ہو جاتی تو آپ کسی سے قرض لے کر کام چلاتے اور حضور اکرم ﷺ کی ضروریات پوری فرماتے تھے۔ پھر جب کہیں سے مال وغیرہ خمس یا تحائف آجاتے تو وہ قرضہ واپس کر دیتے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے عید الفطر کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی پڑھی ہے اور حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ بھی یہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں اس وقت بھی گویا وہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ رسول کریم ﷺ منبر سے اترتے ہیں اور اپنے دستِ مبارک کے اشارے سے لوگوں کو بٹھا رہے ہیں پھر صفوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے گروہ تک پہنچ گئے ہیں اور حضرت بلالؓ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ہیں۔ آپؐ نے عورتوں کے پاس پہنچ کر سورۃ الممتحنہ کی چند آیات تلاوت فرمائیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے نبی ﷺ جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان لائیں گی۔ جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (یعنی موضع ولادت) میں اٹھائیں گی۔ اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی۔ تم ان سے بیعت لو۔ اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک اللہ مہربان ہے" اور اس کے بعد (عورتوں کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ کیا تم اس عہد پر قائم ہو؟ اس کے جواب میں صرف ایک عورت نے جس کو اس وقت آپؐ نے شناخت نہیں فرمایا تھا یہ کہا! "ہاں یارسول اللہ ﷺ" ہم اس پر قائم ہیں آپؐ نے یہ سن کر فرمایا "اگر ایسا ہے تو پھر صدقہ دو"

حضرت بلالؓ نے کپڑا بچھا دیا اور کہنا شروع کیا "میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، لاؤ" عورتوں نے حضرت بلالؓ کے کپڑے میں بغیر نگینہ کی بڑی انگوٹھیاں اور معمولی انگوٹھیاں ڈالنی شروع کیں۔ (مسلم)

سیدنا حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک مشرک سے میری ملاقات ہوئی اس نے کہا میرے پاس مال موجود ہے جب ضرورت پڑے تو مجھ سے قرض لے لیا کرو۔ میں نے کہا اس سے بہتر کیا ہوگا۔ چنانچہ میں نے اس سے قرض لینا شروع کردیا۔ جب بھی رسول رحمتؐ کا ارشاد ہوتا میں اس مشرک سے قرض لے لیتا۔ ایک دن میں وضو کرکے اذان دینے کے لئے تیاری کررہا تھا کہ وہ مشرک چند آدمیوں کے ہمراہ آگیا اور مجھ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا "مہینہ ختم ہونے کے قریب ہے" اس نے کہا چار دن باقی ہیں اگر مہینہ ختم ہونے تک میرا قرض واپس نہ کیا تو تجھے غلام بنالوں گا اور تو پہلے کی طرح بکریاں چراتا پھرے گا۔ اتنا کہہ کر وہ چلا گیا لیکن مجھے اس کی ان باتوں کا بڑا صدمہ ہوا۔ دن گزر گیا تو رات کو نماز عشاء کے بعد میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا اور سارا ماجرا بیان کردیا۔ اور بتایا کہ اس وقت قرض ادا کرنے کے لئے فوری انتظام نہ آپؐ کے پاس ہے اور نہ ہی میں اس پوزیشن میں ہوں۔ لیکن وہ مشرک تو شور مچائیگا اور اس کی باتیںؐ سننا پڑیں گی۔ اس لئے اگر آپؐ کی اجازت ہو تو میں کہیں روپوش ہو جاؤں جب آپؐ کے پاس اس کے قرض ادا کرنے کا بندوبست ہو جائیگا تو میں حاضر ہوں گا۔ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ گذارش کرکے میں گھر لوٹ آیا۔ سفر کے ارادے سے میں نے تلوار ڈھال اور جوتا لیا اور صبح کا انتظار کرنے لگا کہ صبح کے قریب کہیں نکل جاؤں گا۔ صبح ہونے کو تھی ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا دیکھا چار اونٹنیاں سامان سے لدی ہوئی بیٹھی ہیں۔ رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا !

" تم کو خوشخبری کی بات سناؤں ؟ اللہ عزوجل نے تمہارے قرض کی ادائیگی کا انتظام فرمادیا ہے۔ فدک کے رئیس نے یہ ھدیہ مجھے بھیجا ہے۔ یہ اونٹنیاں اور سارا سامان جوان پر لدا ہوا ہے لے جاؤ اور قرض ادا کرو" میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اونٹنیوں کو مع سامان خوشی خوشی لے گیا اور قرض ادا کر کے واپس آیا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک مسجد میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ! اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ اس نے آپؐ کو تمام قرض سے سبکدوش کر دیا اور اب ذرہ برابر بھی قرض باقی نہیں رہا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ! اس سامان میں سے کچھ باقی ہے۔ میں نے عرض کیا ! جی ہاں ! کچھ باقی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ! اسے بھی تقسیم کر دو تاکہ مجھے راحت ہو۔ میں اس وقت تک گھر نہیں جاؤں گا جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے۔ سارا دن گزر گیا نماز عشاء کے بعد سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وہ باقی مال تقسیم ہو گیا کہ یا نہیں ؟ میں نے عرض کیا کچھ موجود ہے ضرورت مند نہ آئے اس لئے ختم نہ ہو سکا۔ یہ سن کر آپؐ نے اس رات مسجد میں ہی قیام فرمایا اور گھر تشریف نہ لے گئے۔

دوسرے دن پھر نمازِ عشاء کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس مال میں سے کچھ باقی ہے یا سب ختم ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اللہ راحت عطا فرمائے وہ سب ختم ہو گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء فرمائے اور گھر تشریف لے گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔

میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑا کرتی تھی اور اضطراب سے آپؐ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی جو فاقوں سے دب گیا تھا۔ اور عرض کیا کرتی میری

جان آپؐ پر قربان اللہ کے لئے دنیا میں اتنا قبول فرمالیجئے جو جسمانی قوت کو قائم رکھنے کے لئے کافی ہو۔

توآپؐ فرماتے :

"عائشہ مجھے دنیا سے کیا کام۔ میرے بھائی اولوالعزم رسول تواس سے بھی سخت حالت پر صبر کیا کرتے تھے اور وہ اس چال پر چلے اور خدا کے سامنے گئے اور خدا نے ان کو نوازا، اور پورا بدلہ دیا۔ اب اگر میں آسودگی کی زندگی بسر کرتا ہوں تو مجھے شرم آتی ہے کہ کل میں ان سے کم رہ جاؤں گا دیکھو جو چیز مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے وہ یہی ہے کہ اپنے بھائیوں (انبیاء کرام) سے جاملوں"۔

نیز آپؐ نے دعا فرمایا کرتے تھے۔

یاالٰہی میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کے لئے کھانا ملے۔ بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں اور تجھ سے مانگا کروں اور کھاکر تیری حمد و ثناء بیان کروں سرور دوعالم ﷺ کی تمام حیات طیبہ عسرت و تنگدستی سے عبادت ہے۔ جبکہ آپؐ اسلامی مملکت کے حکمران بھی تھے خصوصا! اس دور میں جب کہ غزوات سے بڑی مقدار میں مال غنیمت بیت المال میں آرہا تھا لیکن آپؐ کی زندگی کے معمولات میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ آپؐ کی جودو سخا اور بے حدو حساب داد و دھش بے مثل تھی۔ آپ کو تحائف ھدایا اور مال غنیمت میں اونٹوں بکریوں کے علاوہ سونا و چاندی کی بڑی مقدار ملتی لیکن آپؐ سب لوگوں میں تقسیم کردیتے اور خالی ہاتھ گھر تشریف لاتے آپؐ کے پاس وسائل کی کمی نہ تھی آپؐ کی تنگدستی کی اصل وجہ بے کراں سخاوت تھی۔

نقوش رسول نمبر جلد ۸ صفحہ ۴۵۴ پے تحریر ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ ایک دن ابو طلحہؓ نہ آئے (صفہ میں) تو نبی مکرم ﷺ کھڑے ہو کر اہل صُفہ کو پڑھا رہے تھے۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے رسالت مآب ﷺ کے بطن مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا جو آپ کی کمر کو سیدھا کئے ہوئے تھا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ ہم ضعفاء مسلمان (اہل صفہ) کے پاس تشریف لائے اتفاق سے ایک شخص اس وقت ہمیں قرآن پڑھا کر سنا رہے تھا اور ہمارے لئے دعا کر رہا تھا لباس کی قلت کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کے ساتھ متصل بیٹھ کر ستر پوشی کر رہے تھے آپؐ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ حلقہ بنا کر بیٹھ جاؤ چنانچہ آپؐ کے ارد گرد حلقہ میں سب لوگ بیٹھ گئے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا تم کیا کر رہے تھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ شخص ہمیں پڑھ کر سنا رہا تھا اور ہمارے لئے دعا کر رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے کام میں دوبارہ مشغول ہو جاؤ بعد میں آپؐ اپنے خالق و مالک حقیقی کی اس نعمت کا شکر بجا لائے کہ اس نے آپؐ کی امت میں ایک ایسا گروہ اور جماعت پیدا کر دی ہے جن کے ساتھ آپؐ کو بیٹھنے کا حکم ہوا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے فقراء مسلمانوں کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔ تمہیں خوشخبری سناتا ہوں اس بات کی تم روزِ محشر کو امراء سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہو گے تم لوگ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہو گے جبکہ امراء کا طبقہ ابھی حساب کتاب میں پھنسا ہو گا۔ ان واقعات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضور اکرم ﷺ کے معاشی حالت کیسی تھی لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور اکرمؐ، انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ کو دنیا کے مال کی کے حصول کی ہر گز تمنا نہ تھی اور نہ ہی مال دنیا کو اپنے پاس

جمع رکھنے کی بلکہ گروہِ انبیاءؑ اور اللہ کے دیگر اہل ایمان اور محبوب بندوں کا مقصد دنیاوی مال کی بجائے ان انعامات کا حصول ہے۔ جو دوسری دنیا میں اللہ کے پاس ہیں۔ پس یہی وجہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس جو مال آتا اسے تقسیم کر دیتے اور خود خالی ہاتھ گھر تشریف لاتے کیوں کہ آپ کو اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آ جائے اور دنیا کا مال ان کے پاس بچا رہے۔ اسی لئے آپؐ نے سیدنا حضرت بلالؓ کو بھی یہ تاکید فرمائی تھی کہ

" اے بلالؓ فقیر ہو کر مرنا نہ کہ غنی ہو کر "

خادم رسول سیدنا حضرت بلالؓ ایک جاں نثار کی حیثیت سے ہر وقت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ رسول مکرمؐ کے کاشانہ مبارک اور ازواج مطہرات کی جملہ ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری بھی حضرت بلالؓ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ ضروریات زندگی کی تمام اشیاء کا انتظام کرنا۔ بجٹ کا خیال رکھنا، قرض لینا اور اس کی ادئیگی کرنا وغیرہ آپؓ کے معمولات کا حصہ تھا۔ پانچوں وقت اذان دینا نمازوں مجالس وعظ بیان وغیرہ میں کسی قسم کا خلل نہ پڑنے دینا بھی آپؓ کے روز مرہ فرائض میں شامل تھا۔ حضرت بلالؓ نماز فجر سے قبل حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دینے اور جگانے کی سعادت حاصل کرتے تھے۔

سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ ۲۰۹ پر مذکور ہے کہ آپ اذان دے لیتے تو لوگ جمع ہو جاتے تو آپ نہایت ادب کے ساتھ آستانہ نبوت پر کھڑے ہو کر کہتے

حی علی الصلوۃ ، حی علی الفلاح ، الصلواۃ یا رسول اللہ

یعنی یارسول اللہ ، نماز تیار ہے آپؐ تشریف لائیے اور حضرت بلالؓ کی صدائے سامعہ نواز تکبیر امامت کے نعروں سے بندگان توحید کو بارگاہ ذوالجلال والاکرام

میں سربسجود ہونے کے لئے صف بصف کھڑے کر دیتی (بحوالہ طبقات ابن سعد اول جز ثالث صفحہ ۱۷۶) معمولات حضرت بلالؓ میں یہ بھی شامل تھا کہ جب بھی کبھی غزوہ کا موقع آتا تو آپ ہی حضور اکرم ﷺ کے حکم سے مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں اعلان جہاد فرماتے اور اصحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اس اعلان کی سماعت فرماتے ہی فوراً مناسب تیاری شروع کر دیتے۔ آنحضرت ﷺ کی سواری مبارک اور سامان حرب وضرب کی آراستگی بھی ہر موقع پر سیدنا حضرت بلالؓ ہی فرماتے تھے۔ نماز کے آغاز میں تکبیرِ اقامت کہنا بھی آپ کے معمولات میں سے تھا۔ اقامت پڑھتے وقت آپ حضور اکرمؐ کے عقب میں پہلی صف میں کھڑے ہوتے۔ ایک دن آپ نے معمول کے مطابق اذان کہی اور کسی کام کے لئے باہر چلے گئے واپسی پر نماز فجر کا وقت ہو چلا تھا کہ آپ حضرت علیؓ کے مکان کے قریب پہنچے تو حضرت امام حسینؓ کے رونے کی آواز سنی۔ سیدہ فاطمہؓ چکی پیس رہی تھیں۔ آپ نے حضرت فاطمہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حکم ہو تو میں چکی پیس دوں اور آپ شہزادہ حسنؓ کو بہلائیں اس طرح کچھ دیر وہاں رکنا پڑا مسجد میں پہنچے تو اقامت ہو چکی تھی جب حضور اکرم ﷺ کا تاخیر کی وجہ بتائی گئی تو آپؐ نے تبسم فرمایا۔ سیدہ فاطمہؓ کو حضرت بلالؓ نے مکہ میں گود میں کھیلایا تھا اور مدینہ میں بھی گھر کا کام کاج کر دیا کرتے تھے جب حضرت فاطمہؓ نے رحلت فرمائی تو آپ زاروقطار روئے اور فرمایا کہ "خاتون جنت آپ کو خدمتِ رسالت مآب ﷺ میں پہنچنے کی کس قدر جلدی تھی کہ صرف چھ ماہ بعد بابا جان سے جا ملیں" سیدنا حضرت بلالؓ کا معمول تھا کہ آپ جمعہ کے روز غسل کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ صاف ستھرے اجلے کپڑے پہن کر مسجدِ نبوی میں سب سے پہلے

پہنچتے اور درود سلام پڑھتے جب نمازی جمع ہو جاتے تو آپ تشریف لاتے اور بلند آواز سے اسلام علیکم فرما کر منبر پر جلوہ افروز ہوتے۔ سیدنا حضرت بلالؓ رسول کریم ﷺ کے بالکل روبرو کھڑے ہو کر اذان دیتے خطبہ ثانی کے بعد اقامت پڑھنے کا شرف حاصل کرتے پھر نماز شروع ہوتی۔ ماہ صیام میں افطار کے وقت حضور اکرم ﷺ حضرت بلالؓ سے فرماتے :

''بلالؓ ! لاؤ ہمارا شربت افطار کا وقت ہوا چاہتا ہے۔''

آپؓ شربت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور صحابہ کرامؓ کو بھی اطلاع کرتے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے روزہ افطار کر لیا ہے۔ رمضان المبارک کی ایک سحری کا واقعہ ہے کہ سیدنا بلالؓ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرمؐ سحری تناول فرما رہے تھے حضرت بلالؓ کے خیال میں وقت ختم ہو چکا تھا۔

عرض کیا رسول اللہ ! سحری ختم ہو چکی ۔

حضور ﷺ نے سنا لیکن کھانے سے دست مبارک نہ روکا۔ حضرت بلالؓ نے پھر عرض کیا۔ خدا کی قسم سحری کا وقتِ آخر ہو لیا۔'' یوں ہی حضرت بلالؓ نے قسم کھائی تو حضور انورؐ نے نوالہ ہاتھ سے رکھ دیا سرور کائنات ﷺ نے بعد میں کسی کے پوچھنے پر فرمایا کہ حضرت بلالؓ اپنے اندازے کے مطابق سحری کے اختتام کا اعلان کر رہے تھے لیکن ہماری نظر اسوقت آفتاب کے اس مرکز پر تھی جہاں سحری کے خاتمے میں چند منٹ باقی تھے لیکن جیسے ہی بلالؓ نے قسم کھائی اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کو سچا کرنے کی خاطر آفتاب کو حرکت دے کر اس خط تک پہنچا دیا جہاں سحری کا وقت واقعی ختم ہوتا ہے

حضرت بلالؓ اور غزوہ بدر

قریش کے شدید مظالم سے تنگ آکر حبیب کبریا ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہ کرامؓ اپنے گھر بار جائیدادیں اور املاک کو چھوڑ کر مدینہ جا بسے تھے۔ جہاں وہ خوشگوار ماحول میں آزادی سے زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ کفار مکہ کی ابلیسی فطرت کو ہر گز ہر گز یہ گوارہ نہ تھا۔ کہ مسلمان مکہ سے تین سو میل دور مدینہ میں رہ کر پُر سکون زندگی بسر کریں۔ وہ غیض و غضب کی آگ میں جل رہے تھے اور پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ انہوں نے مدینہ کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کو دھمکی لکھ بھیجی کہ تم نے ہمارے باغیوں کو مدینہ میں پناہ دے رکھی ہے ان کو وہاں سے نکال دو ورنہ ہم تم پر حملہ کر دیں گے تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے۔

کفار مکہ اور اہل ایمان کے درمیان سرد جنگ کا راستہ ہموار ہو رہا تھا اور سردارن قریش مسلمانوں سے مسلح تصادم کے بہانے تلاش کرنے میں مصروف تھے۔ حضرت سعد بن معاذ خزرجی اور سیدنا بلالؓ کے سابقہ آقا امیہ بن خلف کے درمیان زمانہ جاہلیت سے دوستانہ مراسم تھے امیہ جب مدینے آتا تو اس کا قیام حضرت سعد بن معاذ کے گھر ہوتا۔ اور جب کبھی حضرت سعدؓ مکہ تشریف لے گئے اور آپؓ امیہ بن خلف کے گھر ٹھہرتے تھے۔ اسی دوستی اور ناطے سے حضرت سعد بن معاذؓ عمرے کے ارادے سے مکہ تشریف لے گئے اور آپ نے امیہ بن خلف کے گھر

قیام فرمایا آپؓ نے امیہ بن خلف سے فرمایا کہ مجھے ایسے اوقات میں طواف کرا دو جب حرم خالی ہو۔ چنانچہ دوپہر کے وقت امیہ بن خلف ان کو طواف کے لئے لے گیا۔ وہاں عین حرم کے دروازے پر ابو جہل نے ان کو ٹوک کر کہا:

"تم ہمارے دین کے مرتدوں کو پناہ دو اور ان کے مدد کرو اعانت کا دم بھرو اور تمہیں اطمینان سے مکہ میں طواف کرنے دیں، بخدا اگر تم امیہ بن خلف کے ہمراہ نہ ہوتے تو یہاں سے زندہ نہ جاسکتے"

حضرت سعدؓ نے جواب دیا۔

" بخدا اگر تم نے مجھے اس چیز سے روکا تو میں تمہیں اس چیز سے روک دوں گا جو تمہارے لئے اس سے شدید تر ہے یعنی ہم تمہارے تجارتی قافلے مدینہ کے قریب سے نہیں گذرنے دیں گے"

حضرت سعدؓ نے ابو جہل کو سخت جواب دیا تو امیہ نے ان سے کہا:

"اس (ابو جہل) سے سخت کلامی نہ کرو یہ اس وادی کے لوگوں کا رئیس ہے۔ حضرت سعدؓ نے جواب دیا چھوڑو بھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان تمہیں قتل کر دیں گے"

امیہ نے جب یہ سنا تو بہت پریشان ہوا اس نے حضرت سعدؓ سے پوچھا۔

"کیا یہ لوگ مجھے مکہ میں قتل کر دیں گے؟"

حضرت سعدؓ نے فرمایا!

"مجھے نہیں معلوم"

امیہ بن خلف نے حضرت سعد بن معاذؓ کا یہ فرمان اپنی بیوی کو سنایا تو اس نے کہا: "خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ نہیں بولتے"

اس واقعہ کے بعد کفار مکہ کی مسلمانوں کے خلاف سرگرمیاں تیزی سے جاری رہیں۔ کفار مکہ نے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ان ہی کی جائیدادیں ضبط کر کے اس کارواں عظیم کی دولت میں اضافہ کیا جو شام کی طرف عازم سفر تھا یہ قافلہ غصب شدہ مال کی کمائی اونٹوں پر لاد کر مدینہ کے مغرب سے ستر میل کے فاصلے سے گذرا۔ اللہ تعالےٰ نے سرور کائنات کو وحی کے ذریعہ خبر کر دی کہ وہ اللہ کی راہ میں نکلیں گے تو قریش کے دو قافلوں میں سے ایک ضرور آپؐ کے ہاتھ لگے گا۔ کفار مکہ سے جہاد کے احکامات پہلے ہی نازل ہو چکے تھے جیسا کہ سورۃ البقرہ میں صاف صاف حکم ہے۔

"اللہ کی راہ میں جنگ کروان کے خلاف جو تم سے جنگ کرتے ہیں جنہوں نے تمہیں بے گھر کیا لڑو مگر خود جنگ نہ کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ جنگ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور پھر جب تمہارا دشمن جنگ روک دے تو تم بھی جنگ روک دو" آخر جنگ کا فیصلہ ہو ہی گیا۔ اس تجارتی قافلے کو مسلمانوں سے بچانے کے لئے کفار مکہ کا ایک ہزار پر مشتمل لشکر ابوسفیان کی مدد کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ ادھر سرور دو عالم ﷺ بھی تین سو تیرہ جاں نثاروں کے قافلے کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے اسلام کے دفاع کی خاطر نکل پڑے یہ جنگ خالصتاً دفاعی تھی، ہوائے نفس کے لئے نہیں صرف اور صرف اصولوں کے لئے لڑی جانے والی جنگ۔ دونوں فوجیں بدر کے مقام پر ایک دوسرے کے سامنے مدمقابل خیمہ زن تھیں۔ اہل ایمان صرف تین سو تیرہ تھے ان میں ۸۶ مہاجر تھے خزرج کے ایک سو ستر اور اوس کے اکسٹھ آدمی تھے ان کے پاس ستر اونٹ دو گھوڑے سات زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں جبکہ کے مخالف لڑنے والی فوج کی تعداد ایک ہزار

آدمی تھے انکے پاس 750 اونٹ ایک سو گھوڑے وافر اسلحہ اور زرہ بکتر اور سر پر فولادی خول تھے مسلمانوں نے اپنے جسم پر درختوں کی چھالیں باندھ کر ڈالوں کا کام لیا تاہم وہ مدینہ سے تعلیم و تنظیم کے ساتھ چلے تھے۔ سیدنا حضرت بلالؓ کو حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے جنگ بدر سے قبل شمشیر زنی کی ٹریننگ دی تھی لیکن آپ کا ماہر حرب وضرب ثابت ہوئے چنانچہ آنحضور ﷺ نے سپاہ اسلام کے راشن کا انتظام سیدنا حضرت بلالؓ کے ذمہ لگا دیا۔ جسے آپ نے بطریقہ احسن سرانجام دیا۔ آپ نے سپاہ اسلام کے لئے خوراک جمع کرنے کے لئے تمام ممکن حربے استعمال کئے۔ کسی سے مانگا کسی سے خریدا اور کسی سے قرض لیا۔ آپ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ میدان جنگ اور عریشہ رسولؐ کے مابین پیغام رسانی کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے آپ ہی اہم اعلانات کے نقیب تھے غزوہ بدر میں قواعد جنگ کا اعلان آپ ہی نے فرمایا۔ بچوں کے بارے میں آنحضور ﷺ نے دو مرتبہ اعلان کرنے کا حکم سیدنا حضرت بلالؓ کو دیا۔ میدان بدر میں نماز کے وقت سیدنا حضرت بلالؓ نے اذان دی۔

۱۶ رمضان المبارک ۲ھ کی شام فخرِ موجودات ﷺ نے سیدنا حضرت بلالؓ کو بلایا جنگ سے متعلق ضروری ھدایات دیں اور آپؐ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو اس سے پہلے کبھی میں نے اتنا خاموش اور آپ ہی آپ میں اتنا گم نہیں دیکھا تھا۔ اسی شب محبوب خدا ﷺ بارگاہِ ایزدی میں مسلمانوں کی فتح کے لئے سربسجود رہے۔

دوسرے دن ۱۷ رمضان المبارک کو صبح ہوتے ہی فوجوں کی تنظیم و تربیت شروع ہوگئی جب انتظامات مکمل ہوگئے تو حضرت بلالؓ نے ایک بلند مقام

پر کھڑے ہو کر سپاہِ اسلام کو نبی محترم ﷺ کی ھدایات سے بلند آواز میں مطلع کیا۔ پھر جنگ ہوئی یہ اسلام کی پہلی جنگ تھی تلواریں ٹکرائیں صحرا کی ریت پر گرم گرم خون گرا آسمان نے لاشے زمین پر گرتے اور تڑپتے دیکھے سارا دن معرکہ جاری رہا اور آخر اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح دی حق جیت گیا اور باطل ذلیل ہوا۔ اس جنگ میں اس امت کا ابلیس ابو جہل (عمرو بن ہشام) دو کمسن مجاہدین معاذؓ اور معوذؓ (فرزندان عفرا) کے ہاتھوں مارا گیا۔ جنگ ختم ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اس امت کے فرعون کی لاش تلاش کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سرور کائنات ﷺ کے حکم کی تعمیل میں ابو جہل کی تلاش میں نکلے تو انھوں نے اسے ایک جگہ گرا ہوا پایا وہ جان بلب تھا اس کا سارا جسم فولادی زرہ میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے اپنی تلوار رانوں پر رکھی ہوئی تھی۔ وہ بے حس و حرکت زمین پر پڑا تھا جان کنی حالت میں بھی اس کی نحوت کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کی گردن کاٹنے کے لئے اس کی چھاتی پر چڑھ گئے تو وہ بولا:

" اے بکریوں کے حقیر چرواہے تو نے دشوار زینے پر قدم رکھا ہے "

(بحوالہ سیرت ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۵۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنی تلوار سے اس کے سر پر ضربیں لگانی شروع کر دیں انہیں یاد آگیا کہ وہ کبھی ان کے بالوں کو کھینچا کرتا تھا۔ تلوار پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اس نے جان کنی کی حالت میں سر اٹھایا اور پوچھا فتح کس کو ہوئی عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا اللہ کا شکر ہے جس نے اے اللہ کے دشمن تجھے ذلیل کیا۔ میں نے اس کا خود اتارا تلوار کا وار کیا تو گردن کٹ کر سامنے جا گری۔ پھر میں نے اس کے

ہتھیار زرہ اور لباس وغیرہ اتار لیا اور اس کا سر اٹھا کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کی! یا رسول للہ اللہ کے دشمن ابو جہل کا یہ سر ہے حضور اکرمؐ نے تین بار ارشاد فرمایا ''اللہ کا شکر ہے جس نے اسلام کو اہل اسلام کو عزت عطا فرمائی'' پھر آپؐ سربسجود ہو گئے اور فرمایا ہر امت میں ایک فرعون ہوا ہے امت مسلم کا فرعون ابو جہل تھا۔ امت کا فرعون ابو جہل جب مرنے لگا اس وقت بھی اس کی اسلام دشمنی اور سرکشی میں کمی نہیں آئی بلکہ اضافہ ہوا علامہ ابن کثیرؒ نے منظر کشی کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ٹانگیں کٹ گئیں ہیں سارا جسم زخموں سے چور چور ہے۔ سفر آخرت درپیش ہے حیات مستعار کے چند لمحے باقی ہیں۔ بایں ہمہ اسلام اور بانی اسلام کی دشمنی کا لاوا پھوٹ پھوٹ کر ابل رہا ہے اس نے عبداللہ بن مسعودؓ پر نگاہِ واپسیں ڈالی اور کہا۔ اپنے نبی کو میرا پیغام پہنچا دینا کہ میں عمر بھر اس کا دشمن رہا ہون اور اس وقت بھی میرا جذبہ عداوت بہت شدید ہے۔ (ضیاء النبی بحوالہ سبل الہدا) آغاز جنگ سے پہلے جب دونوں طرف سے صف بندی ہوئی اور ابو جہل اس منظر کو کھڑا دیکھ رہا تھا۔

تو ابو البختری نے ابو جہل سے پوچھا اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

ابو جہل نے جواب دیا!

''بخدا یہ شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے؟

اس نے پوچھا تو پھر اس سے کیوں لڑتا ہے؟

ابو جہل بولا! خدا کی قسم! عمر بن ہشام (ابو جہل) کا گھٹنا بلالؓ کے گھٹنے سے چھو نہیں سکتا میں مرتے دم تک لڑوں گا۔

سیدنا حضرت بلالؓ کا سابق آقا امیہ بن خلف بھی جنگ بدر میں گرفتار ہوا۔ یہ بڑا بزدل آدمی تھا وہ جنگ کے نام سے خوفزدہ ہو جاتا تھا اس نے جنگ بدر میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا ایک دن وہ حرم میں اپنی قوم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ابو جہل کے کہنے پر عقبہ بن معیط اس کے پاس کانگڑی لئے ہوئے آیا جس میں کچھ انگارے تھے اس نے اس پر بخور ڈالا ہوا تھا۔ اس نے امیہ کے سامنے لا کر رکھ دیا اور کہا محترمہ آپ دھونی لیں آپ مرد نہیں عورت ہیں۔ امیہ نے اسے گالیاں سنائیں پھر ابو جہل خود آگیا اور کہا اے ابو صفیان !

تم اس علاقے کے سردار ہو جب لوگ دیکھیں گے کہ تم جنگ میں شرکت نہیں کر رہے تو وہ بھی باز رہیں گے اور اس سے بُرا اثر پڑیگا ۔ آپ ایسا کریں کہ یہاں سے روانہ ہوں اور دو تین دن کے بعد بیشک واپس آجانا۔ امیہ کے خوفزدہ ہونے کی وہ دھمکی تھی جو حضرت سعد بن معاذؓ نے اسے دی تھی۔ چنانچہ وہ ابو جہل کے کہنے پر مجبوراً جنگ میں شمولیت پر آمادہ ہو گیا وہ گھر آیا تو اپنی بیوی سے کہا میرا سامان جنگ تیار کر و اس نے پوچھا کیا تم نے اپنے یثربی بھائی (حضرت سعد بن معاذؓ) کی بات کو فراموش کر دیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ بس لوگوں کو دکھانے کے لئے تھوڑی دور لشکر کے ساتھ جاؤں گا پھر لوٹ آؤں گا۔

امام بخاری اور امام محمد بن اسحاق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور امیہ درست تھے میرا پہلا نام عبد عمرو تھا۔ اسلام لانے کے بعد عبدالرحمٰن رکھ لیا۔ امیہ جب مجھے ملتا تو از راہِ طعن کہتا کہ اے عبد عمرو تم نے اپنا نام ترک کر دیا ہے جو تیرے باپ نے رکھا تھا میں کہتا بیشک۔ اس نے کہا میں تمہیں عبدالرحمٰن کے نام سے نہیں پکاروں گا بلکہ عبد الالہ کہوں گا

کیونکہ پہلا نام تو تو نے ترک کر دیا ہے۔ چنانچہ ہم نے باہمی مشورہ سے اس نام پر متفق ہو گئے۔ اس کے بعد وہ جب کبھی میرے پاس سے گزرتا تو عبدالالہ کہہ کر بلاتا میں اس کا جواب دیتا۔ جنگ بدر میں ہم دونوں اکٹھے ہوئے تو میں نے خیال کیا اسے جنگ میں شرکت نہ کرنے کو کہوں جنگ کے بعد میں نے دیکھا امیہ اپنے بیٹے علی کا ہاتھ تھامے چلا آ رہا ہے میرے پاس چند زرھیں تھیں جو میں نے اپنے مقتولوں سے اتاری تھیں۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پہلے نام سے پکارا عبدِ عمرو۔ میں نے جوب نہیں دیا پھر اس نے مجھے عبدالالہ کہہ کر پکارا۔ میں نے "ہاں" سے جواب دیا پھر اس نے مجھے کہا کیا تجھے میری سلامتی کی ضرورت ہے تو پھر ان زرھوں کو پھینکو اور مجھے بچانے کی فکر کرو میری جان ان زرھوں سے زیادہ قیمتی ہے میں نے زرھیں پھینک دیں۔ پھر اس کا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان کو لے کر چلا۔ راستے میں اس کے بیٹے علی نے پوچھا اے عبدالالہ! یہ کون شخص ہے جس کے سینے پر شترمرغ کا پر بطور علامت سجا ہوا ہے۔ میں نے کہا۔ یہ حمزہ بن عبدالمطلب ہے۔ وہ بولا یہی وہ شخص ہے جس نے ہم پر بجلیاں گرائی ہیں۔ میں انہیں لے کر جا رہا تھا۔ کہ حضرت بلال ؓ نے اچانک اسے میرے ساتھ دیکھ لیا۔ یہ وہی امیہ تھا۔ جو حضرت بلال ؓ کو سلام لانے کے جرم میں سخت اذیتیں دیا کرتا تھا۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی بلند آواز سے پکارا :

یہ ہے کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف۔ اگر آج وہ بچ کر نکل گیا تو پھر میرا بچنا محال ہے آپ نے گروہِ انصار کو مدد کے لئے پکارا چند نوجوان انصاری لپک کر ان کے پاس آگئے اور ہمارے تعاقب میں نکلے جب میں نے دیکھا کہ وہ ابھی ہمیں آلیں گے تو میں نے امیہ کے بیٹے کو ان کے حوالے کر دیا تاکہ وہ ان کے ساتھ الجھ کر

مشغول ہو جائیں اور اتنے میں امیہ کو میں کسی محفوظ جگہ پر پہنچادوں گا۔ امیہ لحیم و شحیم تھاوہ تیزی سے نہیں چل سکتا تھا۔ میں نے اسے کہابیٹھ جاؤاور میں اس پر سپر بن کر لیٹ گیا۔ تاکہ اسے سیدنا حضرت بلالؓ کی تلوار کے وار سے بچا سکوں۔ یہاں تک کہ حضرت بلالؓ اور ان کے ساتھیوں نے ہمیں گھیرے میں لے لیاوہ اس پر جھپٹ رہے تھے اور میں اس کا بچاؤ کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں کسی نے اس کے بیٹے علی کی ٹانگ کاٹ دی اور وہ دھڑام سے زمین پر گرا۔ امیہ نے یہ منظر دیکھ کر ایسی دردناک چیخ ماری کہ لوگوں کے دل دہل گئے میں نے ایسی دل دوز چیخ پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے امیہ کو کہا اس کو چھوڑو اب اپنی جان بچاؤ میں اب تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ حضرت بلالؓ اور آپ کے ساتھیوں نے اس کے پرزے اڑا دیئے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف بعد میں کہا کرتے تھے :

"اللہ بلالؓ پر رحم کرے میری زرہیں بھی چلی گئیں اور میرے دو قیدیوں کو قتل کر کے مجھے ان کے زرِ فدیہ سے بھی محروم کر دیا"

وہ حبشی بلالؓ جو دولتِ ایمان سے مشرف ہونے سے پہلے بنی جمح کی ایک مشرک عورت کا زر خرید غلام تھا۔ دن رات ان کی خدمت گذاری میں جتا رہتا تھا۔ اس نے جب تعلیمات نبوی ﷺ کو قبول کر لیا تو دعوتِ توحید کی شرب کا ایسا نشہ چھا گیا کہ کیف و مستی میں اس کی زبان سے **احد احد** ہی نکلتا تھا

کفر و شرک کے سرغنے ابو جہل اور امیہ بن خلف اس طرح طرح کی سزائیں دیا کرتے تھے۔ کبھی آپ کے گلے میں رسی ڈال کر اوباشوں کو پکڑا دیتے جو انہیں مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے اور جب آپ کا سر کسی پتھر سے ٹکراتا تو قہقے لگا کر ہنستے اور غشی کی حالت میں بھی بلالؓ کے منہ سے **احد احد** کی آواز نکلتے۔

آج وہ بلالؓ سیاہ فام حبشی غلام کمزور اور بے نوا بلالؓ قوتِ ایمان اور ساتھیوں کے تعاون سے اتنا طاقتور ہو کر میدانِ بدر میں ابھرا کہ آج مکہ کے ایک رئیس اعظم اور اس کے نوجوان بیٹے پر ان کی تلوار ایسی اٹھی کہ ان کا خون چاٹ گئی اور کوئی ان کو اس سے نہ چھڑا سکا۔ اس روح پرور منظر کی عملی تصویر کشی اللہ تعالےٰ نے کلام پاک میں اس طرح کی ہے۔

اور ہم نے چاہا کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں کمزور بنا دیا گیا تھا۔ ملک (مصر) میں بنادیں انہیں پیشوا اور بنادیں (فرعون کے تاج و تخت کا) وارث اور تسلط بخشیں انہیں سرزمین (مصر) میں ہم دکھائیں فرعون اور ہامان اور ان فوجوں کو ان کی جانب سے (وہی خطرہ) جس کا وہ اندیشہ کیا کرتے تھے (سورۃ القصص ۵۔۶) (بحوالہ ضیاء النبی جلد ۳ صفحہ ۳۴۴) اسد الغابہ میں امام ابی الحسن علی نے صرف اتنا لکھا ہے کہ امیہ بن خلف حضرت بلالؓ کو تکلیف دیتا تھا اور پے در پے انہیں عذاب کرتا تھا پس اللہ سبحانہٗ تعالےٰ نے ایسا کیا کہ بلالؓ ہی نے بدر میں اسے قتل کر دیا۔

ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی نے "عاشق رسولؐ حضرت بلال کے صفحہ ۹۷ پر لکھا ہے۔ کہ ابن خلف کو اپنے قتل ہونے کا خوف پریشان کر رہا تھا۔ وہ اپنی جان بچانے کے لئے پہاڑ کی طرف بھاگا تو حضرت بلالؓ نے دیکھ لیا اور پکار کر فرمایا ! انصار وہ دیکھو دشمنِ خدا بھاگا جا رہا ہے۔ انصار اس کی طرف دوڑ کر گئے اور اسے گرفتار کر کے لائے اور امیہ گرفتار ہونے کے بعد حضرت بلالؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ امیہ بن خلف قتل ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو مبارک باد دی۔

" مبارک ہو بلالؓ اللہ تعالےٰ تمہیں خیر و برکت سے نوازے تم نے دشمنِ خدا

واقدی نے لکھا ہے کہ سیدنا حضرت بلالؓ جنگ بدر میں حضور اکرم ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ امیہ بن خلف اور اس کا بیٹا علی جنگ کے اختتام پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے معیت میں چلے آرہے تھے۔ امیہ اور عبدالرحمٰن باہم دوست رہے تھے۔ حضرت بلالؓ اس وقت آٹا گوندھ رہے تھے جب ان کی نظر ان دونوں پر پڑی آپؓ نے آٹا گوندھنا چھوڑ دیا۔ آپؓ کو امیہ کی اسلام دشمنی یاد آگئی اور وہ پکارنے لگے۔

''اے گروہِ انصار! امیہ سرغنہ اہل کفر ہے اگر یہ بچ گیا تو میں نہ بچوں گا یہ سن کر مسلمان تیزی سے امیہ کی طرف دوڑے۔ حضرت خبیب بن سیافؓ نے آگے بڑھ کر امیہ کا مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت دفاعہ بن رافعؓ نے سخت مقابلے کے بعد امیہ کو قتل کر دیا۔ ایک تیسری روایت میں ہے کہ حضرت معمر بن خبیب نے امیہ اور سیدنا بلالؓ نے اس کے بیٹے علی کو قتل کر دیا۔ مستند کتب تاریخ کے مطابق سیدنا بلالؓ نے ہی امیہ بن خلف کو واقعہ بدر کے دن قتل کیا۔ واللہ عالم۔ غزوہ بدر کا قابل ستائش پہلو یہ ہے کہ تمام رشتوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب آگئی اور اہل ایمان نے اس معرکہ کارزار میں خاندان قبائل رنگ و نسل برادری اور قومیت کے بت اسلام کی محبت کے مقابلے میں توڑ ڈالے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے باپ عبداللہ بن الجراح کو قتل کیا

حضرت مصعب بن عمرؓ نے اپنے ہاتھوں سے عبید بن عمر کو ہلاک کیا

حضرت عمرؓ نے اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا

حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہ بن الحارث نے عتبہ شیبہ اور ولید کو قتل کیا ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ اے میرے والد محترم غزوہ بدر میں آپ کئی مرتبہ میری تلوار کی زد میں آئے لیکن میں نے چھوڑ دیا
حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ! بیٹا اگر تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو میں کبھی نہ چھوڑتا۔

غزوہ بدر سے متعلق ایک اور ایمان افروز واقعہ اس طرح ہے کہ ابو عزیز حضرت مصعب بن عمرؓ کا حقیقی بھائی تھا ان کا بیان ہے کہ بدر کے روز کعب نامی ایک انصاری میرے بازو باندھ رہا تھا کہ میرے سگے بھائی مصعب بن عمیر میرے قریب سے گذرے انہوں نے میری سفارش کی بجائے اس انصاری کو کہا کہ اس کے دونوں بازوں کو خوب کس کر باندھو۔ اس کی ماں بڑی دولتمند ہے وہ تمہیں گراں قدر فدیہ دیکر اسے چھوڑائے گی۔ ابو عزیز بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے کہا! تم بھائی ہو کر یہ بات کہتے ہو؟

حضرت مصعبؓ نے جواب دیا:

"تم اس وقت میرے بھائی نہیں ہو بلکہ انصاری میرا بھائی ہے جو تمہیں باندھ رہا ہے" (ضیاء النبی جلد ۳ صفحہ ۳۸۴)

حضرت بلالؓ اور سیدۃ النساء کا عقد

۲ ھ کو سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کا عقد سیدنا حضرت علی مرتضےٰؓ سے ہوا۔ سیدہ بلوغ کو پہنچیں تو خاندان قریش کے متعدد سرداروں نے جو مال و دولت، اثر و رسوخ اور اپنی اسلامی خدمات کے باعث عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کے رشتہ کے لئے بارگاہ نبوی میں درخواست کی لیکن حضور ﷺ نے سب کو یہی جواب دیا جیسا اللہ چاہے گا۔ سیدنا حضرت علیؓ کی بھی دلی آرزو تھی کہ وہ سعادتِ عظمیٰ سے بہرہ ور ہوں لیکن انہیں اپنی تہی دامانی نظر آتی تو پھر عرض مدعا کی جرأت نہ ہوتی۔ بڑی پس و پیش کے بعد آپ نے حرفِ مدعا عرض کرنے کا عزم مصمم کر ہی لیا ایک روز لجاتے اور شرماتے ہوئے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور سراپا ادب بن کر بیٹھ گئے لیکن ہمت نے ساتھ نہ دیا زبان گنگ ہو گئی۔ یارائے تکلم نہ رہا۔ آخر آپؐ نے مہر سکوت توڑا اور فرمایا:

"علی کیسے آئے کیا کوئی کام ہے؟"

آپ پھر بھی نہ بول سکے نبی محترم ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا:

"کیا فاطمہ کے رشتہ کے لئے آئے ہو؟"

عرض کیا ہاں یا رسول اللہ!

آپؐ نے پوچھا تمہارے پاس حق مہر ادا کرنے کے لئے کوئی چیز ہے۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ!

بخدا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا وہ زرہ جو میں نے تمہیں پہنائی تھی وہ کدھر گئی۔ عرض کی وہ تو میرے پاس ہے۔ رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں زرہ کے عوض اپنی بچی کا نکاح تمہیں کر دیتا ہوں۔ یہ مژدہ جاں فزا سن کر آپ باہر نکلے۔ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات ہوئی تو انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی فاطمہ کا رشتہ مجھے دے دیا ہے یہ دونوں حضرات بھی بڑے مسرور ہوئے اور دونوں مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک رہا تھا۔ انصار و مہاجرین کو جمع کیا گیا اور نبی مکرم ﷺ نے دونوں کا عقد فرمایا۔ پھر حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا اب جاؤ اور زرہ بیچ کر اس کی رقم میرے پاس لاؤ۔ سیدنا علیؓ فرماتے ہیں میں نے وہ زرہ چار سو درھم میں حضرت عثمانؓ کو فروخت کر دی۔ جب میں نے زرہ ان کے حوالے کی اور میں نے روپے ان سے لے لئے تو حضرت عثمانؓ نے مجھ سے کہا کہ اس زرہ کی قیمت میں نے آپ کو ادا کر دی ہے۔ اب میری طرف سے زرہ بطور تحفہ آپ قبول فرمایئے۔ میں نے زرہ بھی لے لی اور روپے بھی اور انہیں لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور دونوں چیزیں میں نے حضور اکرمؐ کے قدموں میں ڈال دیں اور حضرت عثمانؓ نے جو سلوک میرے ساتھ کیا تھا۔ وہ بھی عرض کیا۔ سرور عالم ﷺ نے حضرت عثمان کے لئے دعائے خیر فرمائی پھر صدیق اکبر کو حکم دیا کہ جاؤ اور میری بیٹی کے لئے ضروری چیزیں خرید کر لے آؤ۔ حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت بلالؓ کو ساتھ بھیجا تاکہ وہ سامان اکٹھا کر کے لے آئیں۔

حضرت بلالؓ اور غزوہ احد

سیدنا حضرت بلالؓ نے غزوہ بدر سے لیکر تبوک تک تمام غزوات میں رسول کریم ﷺ کی معیت میں شرکت فرمائی۔ جنگ سے پہلے یا جنگ کے دوراں اگر کوئی اہم اعلان یاھدایات صحابہ کرامؓ تک پہنچانا ہوتا تو سیدنا حضرت بلالؓ ہی آپ کے نقیب کے فرائض سرانجام دیتے۔ آپ سرکار دو عالم ﷺ کے عاشقِ صادق تھے۔ سفر حضر میں ہر منزل پر رحمت دو عالم کی خدمت میں حاضر رہنا آپ کا معمول تھا۔ اکثر آپ حضور اکرم ﷺ کے آگے آگے نیزے اٹھائے چلتے تھے۔ جہاں کہیں نماز کا وقت ہوتا آپ ہی کو اذان اور تکبیر کہنے کی سعادت حاصل تھی۔

۳ھ کو کفار مکہ نے بدر کا انتقام لینے کے لئے تین ہزار لشکر کے ساتھ میدان احد میں خیمہ زن ہوئے تو فخر کائناتؐ کو بھی کفر کے لشکرِ طاغوت کو دندان شکن جواب دینے کے لئے مقابلے پر آنا پڑا۔ چنانچہ آپؐ ایک ہزار کے لشکر کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مقام شیخین پر لشکرِ اسلام نے قیام فرمایا جہاد میں شرکت کے لئے رسول اللہ کے حکم کے مطابق سیدنا حضرت بلالؓ نے ہی مسلمانوں میں اس کا اعلان فرمایا اور شیخین کے مقام پر آپ نے ہی اذان اور تکبیر کہی۔ اسی مقام پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تین سو ساتھیوں کے ہمراہ لشکرِ اسلام سے جدا ہو کر واپس لوٹ گیا۔ ہفتے کے روز مجاہدینِ اسلام شوط نامی بستی کے

قریب سے گذرے اور خفیہ راستے سے ہوتے ہوئے احد پہنچ گئے۔ اور آپ اپنے لشکر کے ہمراہ گھاٹی میں اترے۔ یہ مقام وادی قناۃ سے جبل احد کی اونچائی پر واقع ہے۔ جبل احد کے ساتھ ساتھ وادی قناۃ واقع ہے۔ وادی قناۃ کے جنوبی کنارے پر ایک ایک ٹیلہ ہے جسے جبل عینین کہا جاتا ہے۔ یعنی دو چشموں والا کیونکہ یہاں سے دو چشمے نکلتے ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے یہاں حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی قیادت میں تیر اندازوں کا دستہ تعنیات فرمایا تھا۔

لشکر اسلام مقام شیخین سے ہفتے کے روز سحری کے وقت روانہ ہوا تھا اور جب احد کی گھاٹی پر پہنچا تو فجر کا وقت ہو گیا تھا نبی مکرم ﷺ نے سیدنا حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا تو آپ نے حسب ارشاد اذان اور اقامت کہی۔ اللہ کے محبوب بندوں نے اس کے محبوب رسول کی اقتداء میں نمازِ فجر باجماعت ادا فرمائی۔ آپ نے اس موقع پر تاریخ ساز خطبہ دیا جو رہتی دنیا تک اہل ایمان کے دلوں کو حرارت مہیا کرتا رہے گا۔ آخر تین ہزار کفار کا لشکر جو ہر قسم کے اسلحہ سے آراستہ تھا سات سو جاں نثاران اسلام سے معرکہ آراء ہوا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے کفر کی صفیں شیرِ نیستان حضرت حمزہؓ اور شیرِ خدا سیدنا حضرت علیؓ کی شمشیر خارا شگاف نے پلٹ دیں وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مجاہدین اسلام نے میدان مار لیا لیکن حضرت حمزہؓ لڑتے لڑتے جب کفار کی صفوں میں گھس کر دشمن سے جنگ میں مصروف تھے۔ تو ہندہ [illegible] شی غلام جس کا نام وحشی تھا نے حضرت حمزہؓ پر تاک کر ایسا نیزہ مارا کہ دوسری [illegible] ف نکل گیا آپؓ گرے اور جامِ شہادت نوش کر گئے۔ وحشی میدان جنگ سے کھسک کر طائف چلا گیا۔ ہندہ نے حضرت حمزہؓ کے خون سے اپنا چہرہ آلود کیا اس نے حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ چبایا تھا۔

لشکرِ کفار جب میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا تو ان کے عورتوں کے دستے نے بھی اپنی قائد ھند کے ہمراہ راہ فرار اختیار کی یہ عورتیں پہنچے چڑھائے بھاگ اٹھیں لیکن ان میں عمرہ نے بھاگنے والوں کا راستہ روک لیا اور للکار کر کہا بے غیرتو !

کہاں بھاگے جا رہے ہو اگر لڑ نہیں سکتے تو خیموں میں جاؤ اور بچوں کو سنبھالو ہم مسلمانوں سے لڑیں گی اور اپنے سر کٹائیں گی۔ اہل مکہ کے آخری علمبردار صُواب کے مارے جانے کے بعد ان کا جھنڈا زمین پر پڑا تھا۔ اسے اٹھانے کی کسی میں جرأت نہ ہو رہی تھی۔ عمرہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا اٹھالیا اور فضا میں لہرا دیا ۔ عمرہ کی شجاعت نے دشمن میں ایک جذبہ اور خروش پیدا کر دیا۔ دشمن نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔

مسلمانوں کو گمان بھی نہ تھا کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے والا دشمن پلٹ آئے گا وہ مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف تھے۔ گھاٹی کے تیر اندازوں نے بھی رسول اللہ کے حکم کی نافرمانی کی اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ خالد اور عکرمہ نے اس غفلت کے پیش نظر گھڑ سوار رسالے سے حملہ کر دیا۔ بد حواسی میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ گئے چند جان نثار رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ گئے دشمن نے رسالت مآبؐ پر یلغار کر دی تو صحابہ کرامؓ نے حضور اکرمؐ کو حصار میں لے لیا۔ عتبہ بن ابی وقاص کی سنگباری سے آپؐ کے سامنے کے چار دانت ٹوٹ گئے اور ہونٹ مبارک زخمی ہو گیا۔ عتبہ کو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ مار ڈالا۔ عبداللہ بن الشہاب الزہری کی ضرب سے حضور انور ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ بنی ہذیل کے ماہر زمانہ شمشیر زن عبداللہ بن قمئیہ نے تلوار کے وار سے آپؐ کے رخسارِ گل گوں کو زخمی کر دیا اور خود کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں گھس

گئیں۔ وہ پھر تلوار کا وار کرنے کے لئے آگے بڑھا تو حضور اکرمؐ اس کا حملہ روکنے کے لئے آگے بڑھے تو سامنے ایک گڑھا تھا اس میں گر پڑے یہ گڑھا ان گڑھوں میں سے ایک گڑھا تھا جو ابو عامر فاسق نے میدان جنگ میں جگہ جگہ کھدوا دیئے تھے۔ تاکہ مسلمان بے خبری میں ان میں گر پڑیں۔ سیدنا حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ نے سہارا دیکر آپ کو باہر نکالا۔ آپؐ کے گھٹنوں پر خراشیں آگئی تھیں۔

طبرانی ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن قمیہ نے تیر مارا تو کہا:

"یہ لو تیر آیا۔ میں قمیہ کا بیٹا ہوں"

سرکار دو عالمؐ نے فرمایا ! تمہیں اللہ ذلیل کرے۔

چنانچہ کچھ عرصے بعد ایک جنگلی مینڈھے نے عبداللہ بن قمیہ پر حملہ کیا اور اپنے تیز سینگوں سے اسے چھلنی کر کے پہاڑ کی بلندی سے اپنے سر سے دھکا مارا یہ لڑھکتا لڑھکتا نیچے آرہا۔ اس کا گوشت ریزہ ریزہ ہو گیا اور ھڈیاں چور چور ہو گئیں (سبل الھدا جلد ۴ صفحہ ۲۹۵)

اس حشر ساماں لمحات میں حضرت ابو دجانہؓ نے اپنے آپ کو سپر بنا رکھا۔ حضرت طلحہؓ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ متعدد صحابہ نے جاں نثاری کا مظاہرہ کیا اس کڑے وقت میں صحابہ کے گروہ میں سیدنا حضرت بلالؓ بھی شامل تھے اور آپؐ کی مدافعت کرتے رہے۔

حضرت بلالؓ کی زبانی یہ واقعہ " مؤذن رسولؐ " میں اس طرح ہے کہ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ "غزوہ احد میں میرے آقا ﷺ ایک پتھر سے زخمی ہو کر زمین پر گرے۔ مکہ کا مشہور شمشیر زن عبداللہ بن قمیہ آپؐ تک پہنچ گیا۔ یہ ایک آسان بلا کوشش ضرب کا معاملہ تھا۔ لیکن یکایک خون کے جوش مارنے سے

ابن قمئیہ جو ٹھنڈے خون اور جذبات سے عاری آدمی تھا نفرت میں پھنس کر رہ گیا۔ اس نے اپنی تلوار ضرورت سے زیادہ بلند کر لی اور جلدی میں خود نیچے آگیا۔ صحیح نشانہ لگانے کی تمام شہرت کے باوجود وہ ناکام رہا۔ میں نے خود کو پوری قوت کے ساتھ ابن قمئیہ پر پھینکا۔ میری تلوار اور میرا جسم زمین پر رگڑے گئے۔ پھر ہم سب سرکار دو عالم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ ہم کل بارہ آدمی تھے اور ہماری تلواریں خارپشت کانٹوں کی طرح اٹھی ہوئی تھیں"۔

سیدنا حضرت بلالؓ کی غزوۂ احزاب میں شرکت

۵ھ میں غزوہ خندق وقوع پذیر ہوا۔اس میں قریش کے لشکر کو یہود بنو عبس بنو ذبیان اور دیگر قبائل عرب کے جیوش کا عملی تعاون حاصل تھا سر زمین عرب پر پہلی بار اتنا بڑا لشکر جمع ہوا ان قبائل کے لشکروں کے اجتماع کے باعث اسے غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے دفاع کے لئے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے مدینہ کے اس حصہ میں جہاں پہاڑ باغات یا قدرتی طور پر دفاع کا بندوبست نہ تھا خندق کھودی یہ خندق تین میل لمبی تھی۔ خندق کی چوڑائی پندرہ فٹ اور گہرائی بھی پندرہ فٹ تھی۔ تین ہزار صحابہ کرام نے مل کر اسے چھ دن میں مکمل کیا۔ سیدنا حضرت بلالؓ نے بھی خندق کی کھدائی میں شرکت فرمائی۔ سخت سردی کا موسم تھا اور مسلمان نا مساعد حالات کا شکار تھے۔ خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آگئی جو نہ کسی سے ہلتی تھی اور نہ ہی ٹوٹتی تھی۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی موقع پر پہنچ گئے آپؐ نے حضرت عمرؓ سے کدال لیکر تین پے در پے ضربیں لگائیں۔ پہلی ضرب پر ایک شعلہ بلند ہوا جو اتنا روشن تھا کہ مدینہ کا شہر اور سارا جنوبی علاقہ روشن ہو گیا۔ دوسری ضرب لگائی تو چنگاریاں نکلیں اس مرتبہ احد اور اس کے شمال کا علاقہ روشن ہو گیا۔ تیسری ضرب پر چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی۔ اس مرتبہ جو روشنی نکلی تو تمام مشرقی علاقے میں چکا چوند ہو گئی۔ سیدنا حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں خدمت پر مامور تھا۔ سلمان فارسی البتہ وہاں موجود تھے

انہوں نے یہ تمام ماجرا مجھے سنایا۔ انہوں نے بتایا کہ جب میں نے یہ روشنیاں دیکھیں تو نبی مکرمؐ سے اسکی تعبیر پوچھی انہوں نے فرمایا! سلمانؓ پہلی روشنی میں میں نے یمن کے محلات دیکھے۔

دوسری میں مجھے شام کے محلات نظر آئے اور تیسری روشنی میں مجھے مدائن میں کسریٰ کا سفید محل نظر آیا۔ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مجھے بشارت ملی ہے کہ میرے لئے پہلی روشنی کے ذریعے یمن کی راہ کھول دی گئی ہے۔ دوسری کے ذریعے شام اور تیسری کے ذریعے مشرق کے راستے واہ کر دیئے گئے ہیں۔

خندق کی کھدائی کے دوران ایک اور معجزہ رونما ہوا۔ اصحابہ کرام کئی کئی دن فاقہ سے رہتے تھے۔ خود رسالت مآبؐ کی بھی یہی حالت تھی۔ ادھر سخت محنت کشی نے صحابہ کرام کو نڈھال کر دیا تھا۔ جب حضرت جابرؓ نے رسول اکرم سے پتھر ہلانے کے لئے مدد مانگی تھی تو انہیں کئی روز بعد حضور اکرمؐ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ حضور انہیں بہت کمزور دکھائی دیئے۔ حضرت جابرؓ نے گھر جاکر اپنی بیوی سے اپنی پریشانی کا حال سنایا تو انہوں نے کہا ہمارے گھر تو صرف بھیڑ کا چھوٹا سا بچہ تھا اور کچھ جو۔ چنانچہ انہوں نے بھیڑ کے بچے کو ذبح کیا اور جو پیس کر کچھ روٹیاں تیار کیں۔ اس دن جب رات ہوگئی۔ نظر آنا بند ہو گیا تو حضرت جابر رسول اللہ کے پاس گئے اور کھانے کی دعوت دی۔ جابرؓ یہ قصہ بڑے شوق سے بیان کرتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ نے میری ہتھیلی پر ہتھیلی رکھ دی اور انگلیاں اپنی انگلیاں میں جکڑ لیں۔ میں نے صرف انہیں دعوت دی تھی مگر انہوں نے عام اعلان کرا دیا کہ آج ہم جابرؓ کے ہاں ہم سب کی دعوت ہے میں پریشان ہو کر گھر روانہ ہوا اور اپنی بیوی کو ساری بات بتائی۔ بیوی نے ذرا تامل کے بعد سوال کیا

کہ سب کو دعوت تم نے دی ہے۔ میں نے بتایا یہ ان کا فیصلہ ہے۔ بیوی نے سن کر کہا تو پھر وہ بہتر سمجھتے ہیں۔ حضورؐ دس صحابہ کے ساتھ جابرؓ کے گھر گئے۔ کھانا ان کے سامنے رکھ دیا گیا۔ انہوں نے اللہ کا نام لے کر برکت کی دعا مانگی۔ جب سب سیر ہو کر کھا چکے تو کھانا ابھی باقی تھا۔ پھر اسی طرح دس دس کی ٹولیاں آتی رہیں اور سیر ہو کر لوٹتی رہیں۔ آخری ٹولی جانے کے بعد بھی کچھ کھانا بچ رہا تھا۔ میں خود بھی ایک ٹولی میں شامل تھا ہر شخص اپنی آنکھوں سے اللہ کی رحمت کو دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں شکر بجا لا رہا تھا۔ اللہ بزرگ کے فضل سے انتہائی نامساعد حالات کے باوجود خندق چھ دن کی محنتِ شاقہ سے تیار ہو گئی۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ حضور اکرمؐ کے حکم سے خندق کے ساتھ ساتھ تیروں اور پتھروں سے لیس مجاہدین کی چوکیاں بٹھا دیں گئیں اور خود آپؐ کا خیمہ کوہِ سلع کے دامن میں سرخ چمڑے سے تیار کیا گیا۔ دشمن کا خیال تھا کہ ان کا مسلمانوں سے مقابلہ پھر کوہِ احد کے دامن میں ہی ہو گا۔ چنانچہ قریش ساحلِ سمندر کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اور غطفان اور نجد کے قبائل کے لشکر صحرائے نجد سے گزر کر احد کے قریب جمع ہوئے ان کو یہ دیکھ کر بہت صدمہ ہوا کہ وہاں ایک تو مسلمانوں کا نام و نشان بھی نہ تھا دوسرے فصل خریف کٹ جانے کے باعث ان کے گھوڑے اور اونٹوں کے لئے خاردار جھاڑیوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا لہذا حملہ آور لشکر نے مدینہ کا رخ اختیار کیا۔ لیکن وہ خندق دیکھ کر اور بھی سراسیمہ ہو گئے۔ دوسری طرف خندق کے پار سے مسلمانوں نے تیروں اور پتھروں کی بارش کر دی۔ کفار کے لئے واپس پلٹنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ دشمن نے جولاً تیر اندازی شروع کر دی جس سے حضرت سعد بن معاذؓ زخمی ہو گئے۔ دشمن کے بھی

بہت سے جنگجو اور گھوڑے اونٹ بُری طرح زخمی ہو گئے اور ہلاکتیں بھی ہوئیں۔ اب دشمن جم کر بیٹھ گیا۔ ان کے لئے خندق ناقابل عبور تھی۔ تاہم ایک روز دشمن کے چند جانبازوں نے ایک ایسی جگہ سے یہاں خندق کم چوڑی اور کم گہری تھی۔ اپنے گھوڑے کدوا دیئے۔ عرب کا مشہور گھوڑ سوار جنگجو عبدود، ضرار بن خطاب، عکرمہ بن ابو جہل اور بنو مخزوم کے نوفل خندق عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ سیدنا حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ نے ان کا راستہ روکا اور چشم زدن میں حضرت علیؓ نے عبدوَد پر ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر آرہا باقی بھاگ کھڑے ہوئے نوفل بمعہ گھوڑے کے خندق میں گر پڑا۔ مسلمانوں نے خندق میں اتر کر اسے ھلاک کر دیا۔ دشمن نے ایک اور چال چلی۔ بنو قریظہ کا مسلمانوں سے عہد تھا بنو نُضیر کا سردار حی بن اخطب قریظہ کے سردار کعب بن سعد کو شب کی تاریکی میں ان کے گھر پر ملا اور اسے مسلمانوں سے عہد شکنی پر آمادہ کر لیا۔ آپؐ نے حضرت سعد بن عبادہ خزرجی ، حضرت سعد بن معاذ اوسیؓ ، حضرت زبیرؓ اور حضرت اُسید بن حُضیرؓ کو حالات کی تصدیق کے لئے بنو قریظہ کے پاس بھیجا تو انہوں نے حضورِ اکرمؐ کی شانِ اقدس میں گستاخانہ کلمات کہے۔ ان صحابہ کرامؓ نے واپس آکر صورتِ حال سے نبی مکرمؐ کو آگاہ کیا تو آپؐ نے باآواز بلند نعرہ تکبیر لگایا تاکہ مسلمانوں کے حوصلے بلند رہیں۔ ادھر بنو غطفان کے نعیم بن مسعود ایک دن خیمہ نبوی حاضر ہوئے اور دولتِ ایمان سے مالا مال ہوئے۔ بنو غطفان کو نعیم کے اسلام لانے کا قطعاً علم نہ ہوا۔ نعیم نے حضور اکرمؐ کے حکم سے دشمن میں پھوٹ ڈالنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ خفیہ طور پر کعب سے ملے اور ان کے ذھن میں یہ بات ڈالی کہ جنگ کا فیصلہ فریقین میں سے کسی کے حق میں بھی

ہو سکتا ہے بالفرض جنگ میں قریش اور بنو غطفان کی فتح ہوتی ہے۔ تو وہ مال غنیمت لوٹیں گے۔ لیکن اگر جنگ کا پانسہ مسلمانوں کے حق میں پلٹ گیا تو قریش اور بنو غطفان تمہیں تنہا چھوڑ کر واپس پلٹ جائیں گے ایسے میں تمہارا کیا حشر ہو گا۔ کعب کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ نعیم نے کعب کو بتایا کہ ایسی صورت میں مسلمان تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے نعیم نے کعب کو مشورہ دیا کہ بہتر یہ ہے کہ قریش اور بنو غطفان کو واقعی پابند بنانے کے لئے ان سے ان کے سر بر آوردہ اشخاص بطور ضمانت طلب کئے جائیں تاکہ وہ شکست کی صورت میں انہیں تنہا نہ چھوڑ جائیں۔ بنو قریظہ کو نعیم کی باتیں بہت پسند آئیں۔ اس کے بعد نعیم سیدھا ابو سفیان کے خیمہ میں پہنچا اور اس سے راز داری کا وعدہ لے کر کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بنو قریظہ مسلمانوں سے معاہدہ توڑ کر بہت پچھتا رہے ہیں اور بے حد پریشان ہیں۔ انہوں نے عہد شکنی کی تلافی کے لئے فیصلہ کیا ہے کہ وہ کسی طرح غطفان اور قریش کے اہم لوگ حاصل کئے جائیں اور انہیں محمدؐ کے حوالے کر کے اپنی خطا معاف کرالیں۔ اٹھتے اٹھتے پھر اس نے ابو سفیان سے وعدہ لیا کہ وہ ان کی تمام گفتگو صیغہ راز میں رکھیں گے اس کے بعد نعیم اپنے قبیلے غطفان کے پاس پہنچا اور انہیں بھی وہ کچھ کہا جو ابو سفیان سے کہا تھا ان سے راز داری کا وعدہ لیا۔ ابو سفیان بہت پریشان ہوا۔ اگلے روز اس نے بنو قریظہ کو کہلا بھیجا کہ کل مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ بنو قریظہ نے صاف صاف جواب دیا کہ کل سبت کا دن ہے۔ اس دن ہمارے مذہب میں جنگ حرام ہے اب وہ آئندہ بھی جنگ میں اس شرط پر شریک ہونگے کہ پہلے قریش اور غطفان اپنے خاص لوگ ان کے حوالے کریں۔ ابو سفیان کا شک یقین میں بدل گیا کہ نعیم نے سچ ہی کہا تھا۔

آویزش کی بنیاد پڑ گئی تھی دشمن کا ایک دوسرے سے اعتماد اٹھ گیا تھا۔ ان حالات میں یہ الرحمٰن الرحیم کا مسلمانوں پر خاص احسان تھا۔ ایک ماہ گزر چکا تھا۔ اور حالات جوں کے توں تھے قریش اور بنو قریظہ کے یہود نے اپنے اتحادیوں کو یقین دلایا تھا کہ بس ایک دو دن کی بات ہے کہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائیگا اور لوٹ مار کر کے وہ کامیاب و کامران واپس لوٹ آئینگے۔ لیکن حالات بگڑتے جارہے تھے اب ان کو کامیابی کا یقین نہ تھا۔ ادھر مسلمان بھی فاقہ کشی اور سخت سردی سے دوچار تھے۔ مشیتِ ایزدی کا خفیہ ہاتھ ان کی مدد کا فیصلہ کر چکا تھا۔ ایک یخ بستہ کو سخت کڑک اور طوفان بادوباراں اٹھا۔ دشمن کے خیمے اکھڑ گئے۔ برتنوں میں ریت بھر گئی۔ دشمن اسلام اور طاغوتی لشکر کا سب سے بڑا سرغنہ ابو سفیان نے محاصرہ توڑ کر واپس جانے کا اعلان کر دیا اور بغیر کسی کا انتظار کئے مکے پلٹ گیا۔ مسلمانوں نے کلمہ شکر ادا کیا۔ علی الصبح نبی مکرم نے سیدنا حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ ادھر سیدنا بلالؓ نے اللہ اکبر کے ا کہہ رہے تھے تو دوسری طرف دشمن کے خیموں کی تباہی اور پسپائی کا منظر ذوالجلال کی کبریائی کی تفسیر پیش کر رہا تھا۔ جب سورج کی پہلی کرنے زمین کو چھوا تو خندق کے پار کوئی ذی روح موجود نہ تھی۔

اس موقع پر سورہ احزاب کی آیت نمبر ۹ نازل ہوئی جس میں رب ذوالجلال والاکرام نے اپنے اس احسان کا بیان فرمایا ہے۔ اس کے بعد اقامت ہوئی اور نبی مکرم ﷺ نے نماز کی امامت فرمائی۔ ہر مسلمان دل ہی دل میں ہزار سجدے کر رہا تھا ہر آنکھ ارحمٰن الرحیم کے عظیم احسان پر اشکبار تھی۔ نماز سے فراغت کے بعد لوگ اپنے اپنے خیموں میں لوٹ گئے۔ سیدنا حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ میں دیر تک دشمن

کے اکھڑے ہوئے خیموں کو دیکھتا رہا (اسلحہ اور تعداد کے زعم میں مبتلا دشمن جو اللہ کے نام لیواؤں کو مٹانے آیا تھا مگر خود پلٹ گیا) میرے لبوں پر **لاحولہ ولا قوت الا باللہ العلی العظیم** کا کلمہ جاری تھا جسے میں اکثر رسول اللہ ﷺ کے منہ سے سنا کرتا تھا۔

بلاشبہ واللہ مع الصابرین مع المؤمنین ، مع الصادفین.

سیدنا حضرت بلالؓ اور غزوہ بنو قریظہ

غزوہ احزاب کے دوران بنو قریظہ نے معاہدہ شکنی کر کے مسلمانوں کے لئے خطرناک حالات پیدا کر دیئے تھے۔ اس مارِ آستین کا سر کچلنا بہت ضروری تھا محاصرہ کے خاتمے اور دشمن کی پسپائی کے بعد لشکر اسلام واپس لوٹا تو نبی محترم ﷺ ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے۔ آپؐ نے غسل فرمایا اور نماز ظہر ادا فرمائی اور خوشبو طلب فرمائی اسی اثناء میں ایک چمکدار سفید عمامے والا اونٹ سوار آیا اور اس نے کہا۔

"یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالےٰ آپ کو فتح دے آپؐ نے ہتھیار اتار دیئے حالانکہ ملائکہ نے ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے۔ جلدی اٹھئے اور اپنے ہتھیار پہنئے اور بنی قریظہ کی طرف توجہ فرمایئے۔ خدا کی قسم میں جا کر ان کے قلعہ کو اسطرح کوٹتا اور توڑتا ہوں جس طرح کہ انڈے کو پتھر پر مارتے ہیں۔ پیکر نور ﷺ نے اسی وقت سیدنا حضرت بلالؓ کو طلب فرمایا۔ آپؐ کے حکم کے مطابق حضرت بلالؓ نے مدینہ منورہ میں اعلان فرمادیا کہ اے اللہ کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ۔ ہر سننے والے فرماں بردار کو دوسری نماز بنو قریظہ میں ادا کرنی چاہیے"

اس مہم میں سیدنا حضرت بلالؓ اور ان کے بھائی حضرت خالدؓ نیزہ بدست شریک ہوئے۔ مسلمان مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں بنو قریظہ کی گڑھی پہنچے۔ بعض صحابہ کرامؓ نے وقت کی رعایت کرتے ہوئے عصر کی نماز ادا فرمائی اور بعض

نے بنو قریظہ کی بستی میں جا کر نماز ادا فرمائی۔ جب سرکار دو عالم ﷺ نے سنا تو دونوں میں کسی پر بھی ملامت یا ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا بنو قریظہ نے مسلمانوں سے عہد شکنی کر کے نہ صرف غداری کا ارتکاب کیا تھا۔ بلکہ انہوں نے حضور انور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخانہ اور نازیبا کلمات بھی کہے تھے۔ چنانچہ ان کی گڑھی کا محاصرہ کر لیا گیا جو پچیس یا تیس دن جاری رہا۔ بالآخر یہود نے اس شرط پر سپر ڈال دی کہ ان کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذؓ کریں چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ نے ان کی کتاب کے مطابق ان کا فیصلہ کیا جس کے تحت بنو قریظہ کے چار سو مرد قتل ہوئے اور زن و بچہ کو غلام بنا لیا گیا۔

تسخیرِ خیبر اور سیدنا بلالؓ

خیبر مدینہ سے ۹۶ میل کے فاصلے پر ایک سر سبز و شاداب علاقہ تھا۔ تین سن ھجری کو بنو نضیر کے یہود کو مدینہ بدر کیا گیا تا ان میں سے بیشتر لوگ خیبر کی وادی میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ تب سے خیبر مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ یہ بنو نضیر کے یہود ہی تھے جو تمام دینائے کفر کو مسلمانوں کے خلاف غزوہ خندق میں مدینہ پر چڑھا لائے تھے۔ خیبر کا معنی ہیں قلعہ۔ اس خطہ میں یہود کے نو قلعے تھے جن میں ناعم ، قطارہ ، مریطہ ، سالم ، نطاط اور قموص خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ غزوہ خندق میں طاغوت کے متحدہ لشکر کی ذلت آمیز شکست کے بعد قریش تو ہمت ہار بیٹھے تھے تاہم یہود کی سرگرمیاں اب بھی مسلمانوں کے خلاف جاری تھیں چنانچہ سرور دو عالم ﷺ نے یہود کا سر کچل ڈالنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ آپؐ نے محرم ۷ ھ کو بیس ہزار مجاہدین کے ساتھ خیبر کی طرف کوچ فرمایا۔ عساکرِ اسلام رات کے وقت خیبر پہنچا لیکن شب خون نہ مارا۔ اگلے دن صبح کے وقت جنگ کا آغاز ہوا۔ مسلمانوں نے تمام قلعے یکے بعد دیگرے فتح کر لئے تاہم قلعہ قموص کے یہودی سخت مزاحم ہوئے آخر مسلمانوں نے قلعہ قموص کا دروازہ توڑ ڈالا۔ وہاں پہ یہود کا مشہور جنگجو مرحب مارا گیا اور یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ یہود نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس جنگ میں ۹۰ یہودی مارے گئے اور بیس مسلمان شہید ہوئے۔ یہود اور مسلمانوں کے درمیان ایک

معاہدہ طے پایا کہ یہود کی تمام املاک زمین اور جائیدادوں کے مالک مسلمان ہوں گے۔ یہود اپنے گھروں میں رعایا کی طرح رہیں گے اگر خلاف معاہدہ مال وزر میں سے کوئی شے مسلمانوں سے مخفی رکھی گئی تو صلح ٹوٹ جائیگی اور مسلمانوں کو قتل و غارت اور جلاوطنی کا اختیار ہوگا۔

معاہدہ کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کے یہود سے اس مال ودولت کے بارے میں دریافت فرمایا تو وہ مدینہ سے جلاوطنی کے وقت لیکر نکلے تھے۔ تو حیّ بن اخطب کے داماد کنانہ بن ربیع نے اس کے بتانے میں عذر خواہی کی۔ لیکن ایک یہودی کی نشان دہی پر جنگل میں مدفون وہ خزانہ مل گیا۔ تو کنانہ بن ربیع کو تہہ تیغ کردیا گیا اس کے خاندان کی عورتیں اور بچے غلام بنالئے گئے ان میں حیّ بن اخطب کی بیٹی اور کنانہ کی بیوہ صفیہ بھی شامل تھی ان سب کو حضور اکرمؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپؐ نے صفیہ اور ان کی ایک کمسن بہن کو سیدنا حضرت بلالؓ کی نگرانی میں خیمہ کی طرف بھیج دیا گیا۔ جب حضرت بلالؓ ان کو لیکر خیبر کے مقتولین کے پاس سے گذرے تو چھوٹی لڑکی اس منظر کو دیکھ کر بے تحاشہ روئی۔ سرکار دوعالم ﷺ کو سیدنا حضرت بلالؓ کے اس عمل پر بہت رنج ہوا اور جس وقت حضرت بلالؓ صفیہ کو خیمہ میں پہنچا کر واپس تشریف لائے تو رحمت دوعالم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ”اے بلالؓ کیا تم نے رحم کو اپنے دل سے نکال ڈالا ہے۔ کیا تمہیں اس کمسن بچی پر رحم نہ آیا۔ تم اس کو مقتولین کی طرف سے کیوں لے کر گئے؟“ اس پر حضرت بلالؓ نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ میں چاہتا تھا کہ صفیہ کو وہ حالت دکھاؤں جو اس کو شاق تھی۔ یارسول اللہ ﷺ آپؐ مجھے اس بار معاف فرمادیں آئندہ ایسا نہ ہوگا۔

واقع لیلۃ التعریس اور سیدنا بلالؓ

تسخیر خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے واپسی کا حکم صادر فرمایا۔ عساکر اسلام نے راستے میں وادی القریٰ میں قیام فرمایا۔ رات کا وقت تھا۔ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کون ہے ایسا شخص ہے جو آج شب پہرہ دے اور صبح کی نماز کے لئے بر وقت جگا دے۔ کیونکہ رات تھوڑی رہ گئی ہے شاید ہمیں گہری نیند ہو جائے اور صبح کی نماز قضا ہو جائے" حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں جاگتا رہوں گا۔ سرکار رحمت دو عالم ﷺ اور مجاہدین اسلام آرام فرمانے لگے اور نیند آ گئی اور حضرت بلالؓ نماز میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد مشرق کی طرف منہ صبح کے انتظار میں لاٹھی کے سہارے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپؓ کو بھی اسی حالت میں نیند آ گئی اور سورج نکل آیا اور اس کی تیز تیز کرنوں نے سرکار دو عالمؐ کے قدموں کے بوسے لینے شروع کر دیئے جس کی وجہ سے نبی محترمؐ بیدار ہوئے۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو یاد فرمایا کہ:

اے بلالؓ یہ تم نے کیا کیا:

حضرت بلالؓ فوراً بیدار ہوئے اور عرض کیا:

" یا رسول اللہ ﷺ جس نے حضور انورؐ کو سلایا اسی نے مجھ کو سلایا "

نبی مکرمؐ نے فرمایا: تو سچ کہتا ہے۔ پھر آپؐ نے تمام صحابہ کرامؓ کو جگایا

اور اس وادی سے کچھ دور جا کر وضو فرمایا پھر تمام صحابہ کرامؓ نے بھی وضو فرمایا۔ اس کے بعد حضرت بلالؓ نے تکبیر کہی اور نبی محترمؐ نے باجماعت نماز ادا کی اور فرمایا:

"جب تم نماز کو بھول جاؤ تو پھر جس وقت یاد آجائے اسی وقت اس کو پڑھ لو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۔(مدارج النبوت)

فتح مکہ ۔ کعبہ کی چھت پر اذان

۶ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کرامؓ کی معیت میں زیارت کعبہ کے لئے مکہ گئے تھے لیکن کفار مکہ نے آپؐ اور صحابہ کرام کو زیارت کعبہ سے روک دیا تھا۔ فریقین میں حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ طے پایا گیا کہ دس سال تک آپس میں جنگ نہ ہوگی اور طرفین امن و سکون سے رہیں گے۔ قبائل عرب کو اجازت تھی کہ چاہیں تو قریش کے حلیف بن جائیں اور چاہیں تو وہ مسلمانوں کے ساتھ تعلقات قائم کر لیں۔ قبیلہ بنو بکر قریش کا حلیف بن گیا جبکہ بنو خزاعہ نے مسلمانوں سے دوستانہ تعلقات قائم کر لئے۔

مدینہ سے روانگی سے لیکر حدیبیہ کے درے میں قیام اور سفر واپسی میں سیدنا حضرت بلالؓ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر رہے۔ قریش کا سفیر عروہ جب مسلمانوں کے کیمپ میں آیا تو سیدنا حضرت بلالؓ ہی اسے خیمہ نبوی میں لے گئے تھے اور عروہ کا تعارف آپؐ سے کروایا۔ بات چیت ختم ہونے کے بعد عروہ نے آپؐ کی معیت میں ہی دوسرے خیموں کی سیر کی۔ بیعتِ رضوان کا والہانہ منظر بھی سیدنا حضرت بلالؓ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اس وقت آپؐ خیمہ نبوی میں تھے۔ صلح نامہ حدیبیہ طے پا جانے کے بعد مسلمان واپس مدینہ لوٹ گئے لیکن بعض صحابہ کرام کو معاہدہ کی مغلوبانہ شرائط ناپسند تھیں لیکن حضور انورؐ کے قول فیصل کے پیش نظر سب کو یہ تلخ گھونٹ حلق سے اتارنا پڑا۔ راستہ میں سورہ فتح نازل ہوئی جس میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا۔ حقیقت میں یہ صلح نامہ مسلمانوں

کے لئے فتح مبین ہی ثابت ہوا مسلمانوں کو دنیاوی لحاظ سے بہت فوئد حاصل ہو ئے خیبر فتح ہوا۔ مسلمانوں کو بہت سامال غنیمت حاصل ہوا۔ مسلمانوں سے کھلے عام میل جول سے عامتہ الناس کو سلام سمجھنے کا موقع ملا توان کی غلط فہمیاں دور ہو گئیں بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ یہی معاہدہ فتح مکہ کا دیباچہ ثابت ہوا۔ قریش مکہ کے عکرمہ بن ابو جہل، صفوان بن امیہ اور دیگر افراد نے بنو بجر کو مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ کے خلاف اکسایااور بنو خزاعہ پر شب خون مروایاان کا قتل کرایا۔ جب بنو خزاعہ کے لوگوں نے بیت اللہ میں پناہ لی تو بنو بجر نے وہاں بھی گھس کر انہیں قتل کر دیا۔ بنو خزاعہ کے سردار عمرو بن سالم خزاعی نے دربار نبوی میں حاضر ہو کر مدد کی درخواست کی جو آپؐ قبول کرلی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو لکھ بھیجا۔

(۱) بنو خزاعہ کے مقتولین کا خون بہاادا کیا جائے۔

(۲) بن وبجر سے کنارا کش ہو جائیں۔

(۳) معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا جائے

قریش کی طرف سے فرطہ بن عمر نے کہا ہمیں تیسری شرط منظور ہے اسلامی قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو اپنی غلطی کا احساس ہوااور انہوں[۱] نے جلدی میں ابو سفیان کو تجدید عہد کے لئے مدینہ بھیجا۔ رسول رحمتؐ نے ابو سفیان کی تجدید عہد کی استدعا کے جواب میں کوئی مثبت یا منفی جواب نہ دیابلکہ خاموش رہے پھر ابو سفیان نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو درمیان میں ڈالنا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا آخر وہ سیدنا حضرت علیؓ کے مشورے پر مسجد نبوی میں تجدید عہد کا خود اعلان کر کے واپس مکہ لوٹ گیا۔

سید المطہرین ﷺ نے عمرو بن سالم خزاعی کی واپسی اور ابو سفیان کی خود تجدید عہد کے اعلان کے بعد خفیہ جنگی تیاریاں شروع کر دیں گیارہ یا بارہ رمضان المبارک ۸ھ کو دس ہزار (اسلحہ سے پوری طرح لیس) مجاہدین کا لشکر حضور انور کی قیادت میں مدینہ سے روانہ ہوا راستے میں دو ہزار مجاہدین کا اضافہ ہو گیا اس طرح عساکر اسلام کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی۔ مدارج النبوت میں روانگی کا وقت بعد نماز عصر تحریر ہے لیکن عاشق رسول کے مصنف ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی نے لشکر اسلام کے مکہ کے نواح میں پہنچنے کی تاریخ گیارہ رمضان المبارک لکھی ہے۔ بہر حال یہ لشکر کوہ صفا کی اوٹ میں مر الظہران کے مقام پر شام کے وقت خیمہ زن ہوا۔ یہاں سے مکہ چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے۔ یہاں سے ایک راستہ قبیلہ بنو ہوازن کی طرف جاتا تھا یہ قبیلہ لات کا پجاری تھا اور اسلام دشمنی میں قریش مکہ سے بڑھا ہوا تھا۔ یہاں سے ایک راستہ طائف کی طرف نکلتا تھا جو لات کے مندر کے محافظوں کا سر سبز شہر تھا لیکن کسی کو کچھ معلوم نہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کا کدھر کا ارادہ ہے ہر کوئی تذبذب میں تھا نماز مغرب کے بعد حضور اکرمؐ کے حکم کے مطابق ہر شخص نے اپنا اپنا الاؤ روشن کیا تو دور دور تک آگ ہی آگ روشن نظر آنے لگی۔ اب تک قریش مکہ کو مسلمانوں کی آمد کی کچھ خبر نہ تھی تاہم وہ غمزدہ اور خوف زدہ ضرور رہا کرتے تھے کیونکہ ان کو اس بات کا علم تھا کہ حضور اکرم مکہ کا عزم رکھتے ہیں۔ چنانچہ ابو سفیان حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ خزاعی حالات کا پتہ لگانے کے لئے نکل پڑے۔ دوسری طرف حضرت عباس (آپؐ کے چچا) بھی اونٹنی یا خچر پر سوار ہو کر لشکر سے نکلے تا کہ کوئی آدمی مل جائے تو اسے حالات سے آگاہ کیا جائے کہ وہ مکہ والوں کو مطلع کر دے کہ اپنا

انجام سوچ لیں۔ کاش کہ حضور اکرمؐ اس شان و شوکت سے آئے ہیں کہ اگر دفعتاً قریش پر حملہ کر دیں تو وہ ملیا میٹ ہو جائیں اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔ ناگاہ ابو سفیان نے حضرت عباسؓ کی آواز پہچان لی اور آواز دی اے ابو حنظلہ! اس نے کہا کیا ابو الفضل ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا ہاں۔ پھر وہ کہنے لگا اے ابو الفضل میرے ماں باپ تم پر قربان۔ یہ کیا ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا تم پر افسوس ہے۔ رسول خدا نے تم پر بارہ ہزار لشکر کے ساتھ تم پر چڑھائی کی ہے۔ اس نے کہا اب کیا ہو گا۔ حضرت عباسؓ نے اسے اپنے اونٹ پر سوار کیا اور کہا کہ رسول خدا کے پاس جا کر تمہارے واسطے امان کی درخواست کروں گا۔ ابو سفیان حضرت عباسؓ کے پیچھے سوار ہو گیا۔ بدیل بن ورقہ اور حکیم بن حزام جو ابو سفیان کے ساتھ تھے واپس مکہ چلے گئے لیکن ایک روایت ہے کہ حکیم اور بدیل دونوں ہی بارگاہِ نبوت میں آکر حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے ہو سکتا ہے۔ پہلے مکہ گئے ہوں اور پھر واپس آگئے ہوں۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم فاروقؓ کے خیمے کے سامنے سے گذرے ان کی نظر ابو سفیان پر پڑی تو چھلانگ لگائی اور تلوار لیکر پیچھے دوڑے کہ ابو سفیان کو قتل کر دیں۔ بیشتر اس کے کہ وہ دربار نبوی میں پہنچنے پائے میں نے اپنا اونٹ تیز دوڑایا اور ہم فاروق اعظم کی رسائی سے قبل ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ مبارک میں پہنچ گئے اور گذارش کی کہ یا رسول اللہ میں نے ابو سفیان کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے اور عمر اس کو قتل کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اسے اپنے خیمہ میں لے جاؤ کل صبح میرے سامنے پیش کرنا۔ اگلے دن صبح کے وقت میں نے ابو سفیان کو لے کر بارگاہِ نبوی میں پیش کیا۔ آپؐ نے ابو سفیان سے دریافت کیا اے ابو سفیان! افسوس ہے تجھ پر کیا وہ وقت نہیں آیا

کہ تجھے معلوم ہو کہ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں ابوسفیان نے کہا۔ اگر کوئی ہوتا تو اس وقت ہمیں فائدہ پہنچاتا۔

پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تجھے معلوم ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ابوسفیان نے کہا۔ ابھی تک میرے دل میں اس بارے میں کچھ شک ہے۔ اس لئے میں متوقف ہوں۔ مجھے سوچنے کے لئے وقت چاہیے۔

حضرت عباسؓ نے کہا بات کو لمبا نہ کرو قیل و قال چھوڑو کلمہ توحید پڑھ لے ورنہ ابھی فاروق اعظمؓ آجائیں گے اور تمہارا سر کاٹ دیا جائے گا۔ ابوسفیان نے اسی وقت کہا:

اشہدان لاالہ الا اللہ وشہدان محمد رسول اللہ

رسول خدا نے حضرت عباسؓ کی سفارش پر ابوسفیان کے فخر و شرف پسندی کے پیش نظر ارشاد فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس کو امان ہے جو مسجد میں داخل ہو جائے وہ بھی مامون ہے۔ حضور اکرمؐ نے ابوسفیان کو گلے لگایا اور مبارک باد دی۔ حضرت سیدنا بلالؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بڑھ کر مصافحہ کیا اور نبی کریم کے الفاظ دہرائے۔

"اللہ کی طرف سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے ایمان بندے کی اپنی صفت نہیں اللہ کا عطیہ ہے"

ابوسفیان نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور کہا:

"ارے حبشی تو تو بڑا معلم بن گیا ہے"

آنحضرت ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو ایسی جگہ پر لے کر کھڑے ہو جاؤ یہاں سے وہ لشکر اسلام کا نظارہ کر سکے تا کہ اس کا کبر و نخوت

ملیامیٹ ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ ابو سفیان کو لے کر ایک گھاٹی پر کھڑے ہو گئے اس کے بعد اسلامی فوج کے دستوں نے مرالظہران کی طرف کوچ کرنا شروع کیا۔ یہ فاتحانہ دستے سمندر کی موجوں کی طرح متلاطم نظر آتے تھے مختلف قبائل کے دستے اپنے اپنے جھنڈوں کے ساتھ گذر رہے تھے جب کوئی قبیلہ گذرتا تو ابو سفیان حضرت عباسؓ سے اس کا نام دریافت کرتے اور کہتے مجھے اس سے کیا سروکار۔ آخر میں نبی رحمتؐ مہاجرین وانصار کے جلو میں تشریف لائے۔ یہ ایسا آہن پوش دستہ تھا کہ صرف ان کی آنکھیں نظر آتی تھیں۔

ابو سفیان نے پوچھا اے عباس یہ کون لوگ ہیں۔؟

حضرت عباسؓ نے فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو مہاجرین وانصار کے جلو میں تشریف لا رہے ہیں۔ ابو سفیان نے کہا ابو الفضل۔ آج تیرے بھتیجے کی بادشاہت قائم ہو گئی۔

حضرت عباسؓ نے فرمایا !

اے ابو سفیان یہ بادشاہت نہیں معجزہ نبوت ہے (نبی رحمت صحہ ٦٦ از مولانا سید ابو الحسن علی)

حضرت سعد بن عبادہؓ جب ایک ہزار انصاری ساتھیوں کے ہمراہ ابو سفیان کے برابر پہنچے تو حضرت سعدؓ نے فرمایا : آج خوں ریزی اور قتل کرنے کا دن ہے۔ آج حرمتِ حرم حلال کر دی گئی ہے آج کے دن حق تعالےٰ نے قریش کو ذلیل ورسوا کیا ہے پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اے بنو اوس اور بنو خزرج کے لوگو !

آج قریش سے روزِ احد کا بدلہ لے لو۔ حضرت سعدؓ کے ان الفاظ سے ابو سفیان

خوف زدہ ہو کر دربار نبوی میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ سے آپ کو آگاہ کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ! کیا آپؐ نے اپنی قوم کو حکم دیا ہے کہ وہ قتال کریں آپ نے ارشاد فرمایا میں نے ایسا حکم نہیں دیا۔ سعد بن عبادہ نے اپنے طور پر ایسا کیا ہے اور برا کیا ہے۔ آج تو رحم اور مہربانی کا دن ہے۔ آج تو اللہ تعالیٰ قریش کو معزز فرمائے گا۔ اور آج کے دن اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی عزت و عظمت زیادہ کرے گا۔ تم سب اطمینان رکھو اور ایمان لاؤ (مدارج النبوۃ از عبد الحق محدث دہلوی)

اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان اپنے عزیز و اقارب کی رعایت کے لئے مضطرب ہو گئے۔ اور انہوں نے بھی ابو سفیان کی طرح نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ ہم سعد بن عبادہ سے مامون نہیں ہیں ایسا نہ ہو کہ ان سے قریش کو گزند پہنچے۔ آپؐ نے قیس بن سعد کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے والد سے علم لے لیں اور نرمی اور مہربانی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں۔ اس کے بعد ابو سفیان مکہ میں داخل ہوا اور مکہ والوں کو خبر کر دی کہ حضور اکرمؐ نے حکم فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے گھر میں داخل ہو جائیگا۔ جو کوئی اسلحہ پھینک دے گا جو کوئی اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھے گا اور جو کوئی مسجد حرام میں ہو گا سب مامون ہونگے۔

قریش نے کہا (اللہ تجھے روسیاہ کرے) یہ کیسی خبر ہے۔ جو تو ہمارے لئے لایا ہے۔ دراصل قریش کو ابھی تک افواج اسلامی کے آنے کا یقین نہ تھا۔ ہندہ زوجہ ابو سفیان نے اسکی داڑھی پکڑ کر اسے رسوا کیا اور کہنے لگی اے آل غالب! اسے مار ڈالو تاکہ یہ اسطرح کی بات منہ سے نہ نکالے۔ ابو سفیان نے کہا تم جو خواری چاہو میرے ساتھ کر لو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمدؐ اپنی فوج کے ساتھ بڑی شان و شوکت کے ساتھ آپہنچے ہیں۔ اگر تم مسلمان نہ ہو گئے۔ تو ان کی گردن قلم

کر دی جائیگی۔ اور گھروں میں جا کر دروازے بند کر لو تم سب کے لئے یہی بہتر ہے مرالظہران سے چل کر عساکر اسلام ذی طویٰ پہنچا تو حضور اکرمؐ نے سپاہ کو رکنے کا حکم دیا۔ قصویٰ پر بیٹھے بیٹھے فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ میمنہ پر خالدؓ اور میسرہ پر زبیر بن عوامؓ کو مقرر فرمایا۔ تیسرے حصے کی خود قیادت سنبھالی لیکن بعد میں اس کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک پر قیس بن سعد اور دوسرے پر ابو عبیدؓ کو تعینات فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ نے حکم دیا کہ خالدؓ کو شہر کے زیریں حصے سے اور باقی تین دستوں کو مکے کے تین دروں سے الگ الگ لیکن بیک وقت شہر میں داخل ہونگے۔ سیدنا حضرت بلالؓ حضور اکرمؐ کے دستے میں شامل تھے اور آپؐ نے خود پر سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس شان سے مکہ داخل ہوئے کہ سر مبارک عبدیت اور تواضع کے غلبہ سے اسقدر جھک گیا تھا۔ کہ آپؐ کی داڑھی مبارک ناقہ کی گردن کو چھو رہی تھی آپؐ اسوقت سورہ فتح تلاوت فرما رہے تھے۔ حضرت زید بن حارث کے بیٹے حضرت اسامہؓ آپؐ کے پیچھے سوار تھے یہ کیسا وقتِ سعید اور مبارک لمحات تھے یہ وقت نور ایمان کے تاباں ہونے کا تھا۔ اور ظلمتِ کفر کے زوال و اضمحلال کا وقت تھا۔ زرا تصور کیجئے اسوقت حضور اکرمؐ کیسے مقام و حال اور کیفیت میں ہونگے۔ تمام دستے اپنے اپنے معینہ راستوں سے بخیر و عافیت گزر گئے۔ لیکن عکرمہ بن ابو جہل صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو نے اپنے اعیان و انصار کے مدد سے حضرت خالد بن ولیدؓ کا راستہ روکا اور محاربہ و مقابلہ پر اتر آئے۔ خالد بن ولیدؓ بھی جنگ پر اتر آئے۔ فریقین میں خندمہ کے مقام پر جنگ ہوئی ارر جنگ خرورہ کے مقام تک پھیل گئی جسے آجکل عرورہ کہا جاتا ہے۔

اس میں ۲۸ کافر مارے گئے اور دو مسلمان بھی شہید ہوئے ایک اور روایت کے

مطابق ستہ کافر ہلاک ہوئے (مدارج النبوت اردو صفحہ ۲۶۹) حجون کے محلے میں جنت المعلیٰ کے پاس جہاں حضرت خدیجہؓ اور حضور اکرمؐ کے صاحبزادے قاسمؓ دفن ہیں سرخ چمڑے کا ایک خیمہ نصب تھا۔ جو حضرت عباسؓ کے غلام حضرت ابو رافعؓ نے لگایا تھا یہ جگہ خانہ کعبہ سے تھوڑے فاصلے پر ہے۔ ابو رافع کو حضرت عباسؓ نے رسول اکرمؐ کی خدمت میں پیش کر دیا اور آپ نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ لیکن آزاد ہونے کے بعد بھی وہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں رہے۔ حضور اکرمؐ کی نظر خیمے پر پڑی تو انہوں نے سامنے کھڑے حضرت جابرؓ کو پاس بلا کر وہ خیمہ دکھایا۔ یہ واقعہ ۲۱ رمضان المبارک کی صبح کا ہے۔ کچھ لوگ ابو قبیس کی پہاڑیوں پر جمع تھے کچھ اپنے اپنے گھروں میں اور کچھ بیت اللہ میں جمع ہو رہے تھے۔ ام سلمیٰؓ، میمونہؓ اور فاطمۃ الزاہرہؓ خیمے میں موجود حضور اکرمؐ کا انتظار کر رہی تھیں۔ ام ہانی (حضرت علی کی بہن) بھی گھر سے وہاں پہنچ گئی تھیں قصوی خیمے کے پاس پہنچی تو ابو رافعؓ نے بڑھ کر مہار تھام لی آپ نیچے اترے اور خیمے میں داخل ہو گئے۔ سب سے پہلے غسل کیا۔ سیدنا حضرت بلالؓ جب آپؐ کے غسل کا بچا ہوا پانی لیکر خیمے سے باہر آئے تو ایک ہجوم اس پانی کا منتظر تھا لوگ ان پر ٹوٹ پڑے ابو حجیفہؓ نے ان کو نظم و ضبط کی تاکید کی جس کے ہاتھ جتنا پانی لگا لے لیا۔ آپؐ نے خیموں کے اندر آٹھ رکعت نفل ادا فرمائے۔ پھر حضور اکرمؐ روز مرہ کے لباس میں خیمہ سے باہر آئے خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ ایک چھڑی گاڑی ہوئی تھی۔ صفیں درست ہوئیں اور سب نے مل کر حضور اکرمؐ کی قیادت میں چھڑی کی سمت رخ کر کے شکرانے کے دو نفل ادا کئے۔ حضور پھر خیمے میں چلے گئے اور ایک گھنٹے بعد فوجی لباس میں خود اور زرہ بکتر پہنے

تلوار لگائے باہر تشریف لائے اور قصویٰ پر سوار ہو گئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اور خود کا مغفر اوپر اٹھا ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ قصویٰ پر سوار ہو کر آپ کعبہ کے جنوب مشرقی گوشے پر پہنچے آپؐ نے چھڑی کو حجرا اسود سے لگا کر سلام کیا آپؐ کے ساتھ جو صحابہ کرامؓ تھے انہوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی اس کے بعد سب نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر اطراف کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں پر نظر ڈالی اور ان کی طرف چل پڑے آپؐ بتوں کو چھڑی سے گراتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے۔ "حق آگیا ہے اور باطل مٹ گیا ہے اور بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔" آخر میں کعبہ کے سب سے بڑے بت ہبل کے پاس گئے۔ اور اسے گرانے کا حکم دیا۔

پھر کوہِ صفا پر نصب اساف کے بت اور مروہ کی پہاڑی پر نصب نائلہ کے بت کو گرایا گیا۔ اس کے بعد سب بتوں کو نذرِ آتش کیا گیا یہاں تک کہ آپؐ نے حکم دیا کہ گھروں میں رکھے ہوئے بت بھی لا کر جلا دیئے جائیں خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے آپؐ مقام ابراہیم پر آئے۔ قصویٰ سے اتر کر دو نفل ادا کیے۔ پھر پیدل چل کر چاہِ زم زم پر گئے۔ اور حضرت عباسؓ کے ہاتھ سے پانی پیا اور ایک اعلان کے ذریعے زائرین کو پانی پلانے کی ذمہ داری بنو ہاشم کے سپرد کر دی۔ (کریگ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت (اردو صفحہ ۴۱۷) میں مسلم شریف کے حوالے سے لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے خانہ کعبہ کو اطراف و جوانب کے بتوں سے پاک کر دیا۔ اور آپؐ نے خانہ کعبہ میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا۔ آپؐ نے کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا اور ان سے چابی طلب فرمائی

۔ یہ چابی عثمان کی ماں سلامہ بنت سعد کے پاس تھی۔ عثمان نے والدہ سے چابی مانگی تو اس نے انکار کر دیا اس پر عثمان نے کہا چابی دے دو ورنہ ابھی اپنی تلوار نکال لونگا اس طرح چابی لی اور آنحضرتؐ کے حوالے کر دی آپؐ نے اپنے ہاتھ سے کعبہ شریف کا دروازہ کھول دیا۔ (رواہ مسلم)

حضور اکرمؐ حضرت بلالؓ، حضرت اسامہؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہمراہ خانہ کعبہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اور ابن عباسؓ کو دروازہ پر کھڑا کیا۔ اسامہؓ اور حضرت بلالؓ اندر آ گئے۔ اور آنحضورؐ کے لئے دروازے کو بند کر دیا۔ مبادہ ہجوم ہو جائے آپؐ طویل وقت تک کعبہ شریف کے اندر رہے۔ اور خانہ کعبہ کے کونوں میں دعا اور تضرع کرتے رہے پھر آپؐ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا۔ کہ خانہ کعبہ کے اندر باہر جو تصویریں اور شبیہیں ہیں انہیں مٹا دیا جائے۔ یہ تصاویر انبیاء کرام اور ملائکہ کی تھیں۔ چنانچہ تمام تصویریں اور شبیہیں مٹا دیں اسطرح حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ کو ہزاروں کے مجمع میں حضور اکرمؐ کے ساتھ خانہ کعبہ کے اندر جانے کا شرف حاصل ہوا۔ سیدنا حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ دوسری اور آخری دفعہ میں اور حضرت اسامہؓ حجتہ الوداع پر حضور اکرمؐ کے ساتھ خانہ کعبہ کے اندر گئے تو خانہ کعبہ کی دیوار یں اندر سے بالکل صاف تھیں۔ حضرت ابن عمرؓ حضرت بلالؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے خانہ کعبہ کے اندر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ آپ کعبہ کا دروازہ کھول کر دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اور دونوں ہاتھوں سے دروازے کی چوکھٹکے دونوں بازوں کو پکڑ لیا۔ اسوقت آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور لاانتہاہی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بعد ایک یادگار خطبہ دیا۔ قریش پورے حرم میں صف بستہ کھڑے تھے اور منتظر تھے کہ آپ کیا کرنے والے ہیں۔

حضور اکرمؐ نے قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے قریشیو! تمہیں کیا توقع ہے کہ میں اسوقت تمہارے ساتھ کیا کروں گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم آپؐ سے اچھی امید رکھتے ہیں۔ آپؐ کریم النفس و شریف بھائی ہیں اور کریم و شریف بھائی کے فرزند ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاء (سورہ حجرات ۱۳)

ترجمہ: آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

شیخ عبدالحق دہلوی نے مدارج النبوت (اردو ص ۴۷۵) میں راقم ہیں کہ جب خطبہ سے فراغت ہوئی تو آپؐ حضرت علیؓ کی ہمشیرہ ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی اور فرمایا:

ھذہ سجتہ الضحٰی (سجہ نماز نافلہ کو کہا جاتا ہے)

پھر آپؐ اپنی قیام گاہ کی طرف چلے گئے راستے میں آپؐ کی نظر شعب ابی طالب پر پڑی تو آپؐ کو محنت و مشقت اور شدائد کے مناظر یاد آگئے۔ جو تین سالہ عہد معاشرتی مقاطع کے دوران بنو ہاشم کو در پیش آئے تھے۔ اب آپؐ مکہ کے فتح ہو جانے اور اعدائے دین پر غالب آجانے پر اللہ کا شکر بجالائے نماز ظہر کا وقت ہوا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت بلالؓ کو ارشاد فرمایا کہ کعبہ شریف کی چھت پر چڑھیں اور اذان دیں۔ حضرت بلالؓ ارشادِ نبوی کی تعمیل کے لئے باب ملتزم کے ساتھ چھت سے لٹکے ہوئے رسوں کے سہارے کعبہ کی دیوار پر چڑھے اور پھر آہستہ آہستہ چھت کی منڈیر تک پہنچ گئے اور منڈیر پکڑ کر چھت پر چڑھ گئے بلال حبشیؓ آج حضرت ابرہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے مرکز توحید سے

اللہ وحدہ لا شریک کی کبریائی اور سید کونین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ حد نگاہ تک لوگوں کا جم غفیر تھا ہر طرف انسانوں کا انبوہ کثیر نظر آتا تھا۔ مکے کی شکل سامنے میز پر رکھے ہوئے پیالے جیسی ہے درمیان میں خانہ کعبہ اور چاروں طرف پیالے کی دیواروں کی طرح اوپر جاتا ہوا پہاڑی سلسلہ جس پر شہر مکہ آباد ہے۔ کعبہ کی چھت پر کھڑا بلالؓ یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور اسے ماضی کی یادوں کے مناظر دکھائی دیتے ہوں گے۔ صحن کعبہ کے علاوہ پہاڑوں پر لوگ جمع تھے۔ حضرت بلال حبشیؓ نے اذان دینی شروع کی کوہ و دشت اور وادیاں نغمہ توحید سے گونج اٹھیں۔ اذان کے الفاظ جب پہاڑیوں سے ٹکرا ٹکرا کر واپس موذن تک پہنچے تو عجیب ساسماں پیدا ہوتا تھا۔ تمام کائنات امام المؤذنین کے ساتھ توصیفِ ربانی، شہادت رسالت اور دعوتِ صلوٰۃ میں شریک تھی۔ یہ وہی حرم مقدس تھا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اسلام کے معمار اول نے تعمیر کیا تھا۔ ہزاروں سال بت کدہ رہنے کے بعد آج پھر حضرت بلال حبشیؓ کے نغمہ توحید سے گونج رہا تھا۔ کسقدر نعمتِ عظیمہ تھی جو حضور اکرم ﷺ کے دامان اجلال کے دست ادراک میں آگئی تھی۔ اور کسقدر سعید و شریف لمحات تھے اور کسقدر روح پرور یہ منظر تھا۔ یہ حقیقت اہل عرش سے دریافت کرنی چاہیے۔ کیوں کہ اذان کی آواز وہاں تک پہنچی ہو گی بلکہ اس سے بھی زیادہ اوپر گئی ہو گی۔ اس مقام پر اذان کے جو کلمات کہے گئے وہ بھی روایت کئے گئے ہیں۔ اے مالک الملک! اس مبارک وقت اور ساعتِ سعید کے طفیل مسلمانوں کو دین اسلام پر ثابت اور مستحکم رکھ اور اسلام کے کلمہ کی شہرت اور زیادہ فرما۔ (ملاحظہ کیجئے باب الاذان بخاری شریف)

مسجد نبوی میں سیدنا حضرت بلالؓ کی پہلی اذان کو اپنی مسجد کی تکمیل سے تعبیر کیا تھا اور آج خانہ کعبہ کی چھت سے ان کی اذان کو آپ ؐ کل بنی نوع انسان کے لئے تطہیر کعبہ کا اعلان بنانا چاہتے تھے۔ اور یہ سیدنا بلالؓ کی معراج تھی۔

حضرت بلالؓ کی یہ اذان اسلامی انقلاب کی کامیابی کا کھلا اعلان تھی یہی وہ عظیم فتح تھی جسکا وعدہ اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح میں فرمایا تھا۔ جو حدیبیہ سے واپسی کے راستے میں نازل ہوئی تھی یہ وہی کامیابی تھی جس کی بشارت سفر ہجرت میں مدینہ جاتے ہوئے سورہ القصص کی آیت میں دی گئی تھی۔ جب اذان ہو رہی تھی موذن رسول نے رسالت کی شہادت کے کلمات ادا کرتے وقت نبی کریمؐ کی طرف اشارہ کیا تو آپ کا سر تشکر سے جھکا ہوا تھا۔ اس بدر کامل کے گرد فرش کعبہ پر ستاروں کا ہجوم تھا جن میں نہایت روشن ستاروں کا ایک جھرمٹ حضورؐ کے ساتھ تھا حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابو ذر اور دیگر بڑے بڑے روشن ستارے تھے۔ عجیب چکا چوند کا عالم تھا جیسے فرشِ کعبہ پر کہکشاں اتر آئی ہو۔ سیدنا حضرت بلالؓ کی اذان کی آواز سن کر خالد بن اُسید جو کہ عتاب بن اُسید کا بھائی تھا ابو جہل کا بھائی حارث بن ہشام اور حکم بن العاص کی طرح کے لوگ یاوہ گوئی کرنے لگے۔ ایچ۔ کے۔ ایل کریگ کی تصنیف ''حضرت بلالؓ'' کے مترجم سلیم گیلانی نے صفحہ ۲۳۱ پر تحریر کیا ہے عتاب بن اُسید نے غضب کی آگ میں جل کر کہا۔

''شکر ہے میرا باپ آج زندہ نہیں ورنہ وہ برداشت نہ کر سکتا کہ اللہ کے گھر پر ایک حمار سیاہ یوں چڑھ کر رینکے۔''

ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی نے عاشق رسولؐ حضرت بلالؓ کے صفحہ ۱۰۷ پر

تحریر کیا ہے کہ ایک اور کافر نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ کو اس سیاہ فام حبشی کے سوا کوئی اور اذان دینے والا نہ ملا۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو نازل فرمایا اور حضور اکرمؐ کو کفار کی ان یاوہ گوئیوں سے مطلع کیا۔ آنحضور ﷺ نے ان تمام کو بلوا کر جو کچھ انہوں نے کہا تھا بتا دیا اس بات کی بنا پر ایک جماعت اسلام لے آئی مثلاً حارث بن ہشام اور عتاب بن اسید وغیرہ۔ (مدارج النبوت)

حضور اکرمؐ نے جب عفو عام کا اعلان کیا تو سب سے پہلا شخص جس نے کھڑے ہو کر اعلان کیا:

''میں عتاب بن اسید ہوں آپ کا مشہور دشمن''

یہ کہتے ہوئے اس نے بلند آواز میں کلمہ شہادت ادا کیا۔ حضور اکرمؐ دشمن کے منہ سے ایمان کی شہادت سنی تو اعلان فرمایا:

''میں تمہیں مکہ کا حاکم مقرر کرتا ہوں''

چند لمحے پہلے جو شخص اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا صرف ایک کلمے کی برکت سے اسلام کے مفتوحہ شہر کا مختار کل حکمران بن گیا۔ یہ تھا عفو و درگزر کا وہ عظیم درس جو ہادی برحق رحمت دو عالم ﷺ دنیاوی اور مادی مصلحتوں کے بُری طرح جکڑی ہوئی انسانیت کو سکھایا لیکن افسوس آج کے مسلمان نے سرور کائنات محسن انسانیت ﷺ کے عفو و درگزر کے اس انمول سبق کو فراموش کر دیا ہے۔ اور مادی مصلحتوں میں استقدر الجھ کر رہ گیا ہے کہ اسے کچھ بھی یاد نہیں رہا۔ اگر اسے کچھ یاد ہے تو صرف اتنا کہ مال ثروت کو اکھٹا کر لو باقی سب خیر ہے۔ احساس سود و زیاں کی اسے قطعاً پرواہ نہیں۔ حالانکہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عتاب ہی کیا محسن انسانیت کی رحمت بے پایاں کا نفسیاتی اثر یہ ہوا کہ صرف ایک رات میں سارا شہر مکہ دولت ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

اس موضوع پر لکھنے کے لئے میں نے رات کو سونے سے پہلے ہی اپنے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ صبح اذان ہونے سے پہلے بیدار ہونگا اور جب صبح کی اذان ہو گی تو میں اس پُر کیف فضا میں اپنا موضوع احاطہِ تحریر میں لاؤنگا۔ قدرت نے میری خواہش پوری کر دی۔ اسوقت جبکہ میں یہ سطور لکھ رہا تھا۔ صبح کی اذان ہو رہی تھی اور میرے تصور میں حضرت بلالؓ کی وہ اذان جو انہوں نے خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر دی تھی اور وہی منظر جو اسوقت انکے سامنے تھا گونج اور گھوم رہا تھا۔ بڑا ہی سہانا اور پُر کشش منظر۔

سیدنا بلالؓ غزوہ تبوک میں

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا تعلق قبیلہ مزنیہ سے تھا۔ آپ بچپن میں یتیم ہو گئے۔ تو آپ کے چچا آپ کے کفیل بنے۔ حضرت عبداللہ اسلام لانے سے پہلے غریب تھے۔ جب آپ جوان ہو گئے۔ تو آپ کے پاس بہت سے اونٹ بکریاں اور غلام تھے۔ آپ کے دل میں اسلام کی محبت تھی اور آپ مسلمان ہونے کے خواہشمند بھی تھے لیکن چچا کے ڈر سے اسلام نہیں لا سکتے تھے۔ جب مکہ فتح ہوا اور حضور اکرمؐ واپس مدینہ تشریف لائے تو عبداللہ نے اپنے چچا سے پوچھا سے کہا۔ اے چچا ! میں نے ساری عمر انتظار کیا کہ تو اسلام لے آئیگا لیکن مجھے تمہارے اندر محمد ﷺ کی متابعت کا ذوق شوق دکھائی نہیں دیتا۔ اب مجھے اپنی پر عمر پر بھروسہ نہیں رہا۔ مجھے اجازت دیں تو میں اسلام قبول کر لوں چچا نے کہا خدا کی قسم اگر تو نے محمد ﷺ کی متابعت اختیار کر لی تو جو کچھ میں نے تجھے اب تک دیا ہے۔ سب کا سب واپس لے لوں گا۔ یہاں تک کہ جسم پر جو لباس ہے وہ بھی اتار لوں گا۔ عبداللہ نے کہا میں شرک و بت پرستی ترک کر کے اسلام قبول کرتا ہوں۔ میرے پاس جو مال و اسباب ہیں میں وہ سب چھوڑتا ہوں ویسے بھی تو آخری وقت پر سب کچھ چھوڑنا پڑیگا۔ میں اس مال و اسباب کی خاطر دین حق قبول کرنے سے نہیں رہ سکتا۔ یہ کہہ کر اس نے سب کچھ چھوڑا یہاں تک کہ بدن کا لباس بھی اتار پھینکا اور اپنی ماں کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے میں شرک و بت پرستی سے بیزار ہوں اور دربار نبوی میں حاضر ہو کر مومن اور موحد بننے کی آرزو رکھتا ہوں۔ مجھے

کپڑا دے دو جس سے اپنا ستر ڈھانپ سکوں ماں نے اسکو چادر دی جس کے اس نے دو حصے کر لئے۔ ایک حصہ سے لنگی بنالی اور دوسرے کو چادر بنالیا اسی وجہ سے آپکو ذوالبجادین مشہور ہوئے۔ اس کے بعد آپ بارگاہ رحمت دو عالم ﷺ میں حاضر ہو گئے۔ حضرت عبداللہ سحر کے وقت مدینہ پہنچے اور مسجد نبوی میں ٹھہرے۔ حضور اکرمؐ نماز کے لئے مسجد میں تشریف فرما ہوئے تو آپ کی نگاہ مبارک عبداللہ پر پڑی تو پوچھا کہ کون ہے۔ عبداللہ نے جواب دیا۔ میں ایک فقیر اور مسافر ہوں اور آپؐ کے جمال جہاں تاب کا عاشق ہوں میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔ رحمتِ دو عالم نے ارشاد فرمایا۔ کہ تمہارا لقب ذوالبجادین ہے (دو موٹی چادروں والا)۔ تم میرے گھر کے قریب ہی میرے پاس رہا کرو۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ صفہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ یہاں رہ کر آپ قرآن پڑھا کرتے تھے۔ ان دنوں مسلمان لشکر تبوک کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ حضرت عبداللہ بہت اونچی آواز میں قرآن پڑھا کرتے تھے ان کی بلند آواز لوگوں کی نماز اور قرأت میں خلل ڈالتی تھی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے عمر! اس کو اسکے حال پر ہی چھوڑ دو کیونکہ یہ نکالا ہوا ہے اور خدا اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے والا ہے۔ لشکر اسلام جب تبوک کے لئے روانہ ہوا تو عبداللہ بھی حضور اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضورؐ میرے لئے دعا فرمایئے کہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ کسی درخت کی چھال لے آؤ۔ حضرت عبداللہ کیکر کی چھال لے آئے آپؐ نے وہ چھال ان کے بازو پر باندھی۔ اور ارشاد فرمایا! اے خدا میں اس کا خون کافروں پر حرام کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ نے عرض کیا یارسول اللہ میں تو شہادت کا آرزومند ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جس وقت تم اللہ کی راہ میں

میں جہاد کی نیت سے نکل پڑے اور تم کو بخار چڑھ جائے اور بخار سے ہی تم دنیا سے رحلت کر جاؤ تو تم شہید ہوں گے اور شہداء میں شمار ہوں گے۔ جب حضرت عبداللہؓ حضور اکرمؐ کے ہمراہ تبوک کی طرف متوجہ ہوئے تو وہاں پہنچ کر آرام کیا۔ وہاں آپ کو بخار ہو گیا اور بخار سے آپ نے وفات پائی۔ حضرت بلال بن حارث مزنی کا بیان ہے کہ رات کا وقت تھا۔ عبداللہ کو دفن کرنے کے لئے لے کر گئے میں نے سیدنا حضرت بلال حبشیؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں ایک چراغ اٹھائے ہوئے ہیں اور سید دو عالم ﷺ عبداللہ کی قبر میں تشریف فرما ہیں جبکہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ انہیں قبر میں اتارنے والے تھے اور حضور اکرمؐ فرما رہے تھے اپنے بھائی کو عزت سے لاؤ اس کے بعد آپؐ نے ان کی لحد کو کچی اینٹوں سے بند کر دیا اس کے بعد دعا فرمائی :

اے خدا ! یہ آدمی شب و روز میری خدمت میں مصروف رہا ہے میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس راضی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ کاش اس قبر والے کی بجائے میں ہوتا (مدارج النبوت صفحہ ۶۰۔۵۶۳) لشکر تبوک کی روانگی کے وقت سواری کے جانوروں کی زبردست کمی تھی اور وسائل کی بھی بعض صحابہ کرام جو جہاد میں شرکت کے لئے بے تاب تھے بڑے مایوس ہوئے اور انہوں نے حضور اکرمؐ سے سواری کی دستیابی کے لئے درخواست کی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ میرے ساتھی دوسرے ہمعصروں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ میں ان کے لئے سواری حاصل کر لوں۔ پس میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! مجھے آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا

گیا ہے کہ ان کے لئے آپؐ سواری عطا فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا میں ان کے لئے سواری کا انتظام نہیں کر سکتا۔ میں غمگین واپس لوٹا اور مجھے خوف لاحق ہوا کہ حضور اکرمؐ میرے سواری طلب کرنے سے دل گیری محسوس نہ ہوں لہذا آپؐ میرے ساتھ ناراض نہ ہو چکے ہوں پھر میں نے اپنے ساتھیوں کے پاس آ کر ان کو حضور اکرمؐ کے جواب سے مطلع کیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے سیدنا حضرت بلالؓ کو آواز دیتے ہوئے سنا آپ کہہ رہے تھے عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ کا اصل نام) کہاں ہیں۔ میں نے جواب دیا میں اس جگہ ہوں۔ انہوں نے مجھے کہا کہ تم کو رسول اللہ نے طلب فرمایا ہے حاضر ہو جاؤ۔ پس میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا یہ چھ اونٹ لے لو اور اپنے ساتھیوں کو دے دو یہ سعد سے خریدے ہیں۔ میں نے یہ چھ اونٹ اپنے ساتھیوں کو دے دیئے۔

غزوہ تبوک اور کھانے میں برکت

ڈاکٹر سید عامر گیلانی نے "عاشق رسولؐ حضرت بلالؓ" کے صفحہ ۴۰۱ پر لکھا ہے کہ بنی سعد بن ہذیم کے ایک شخص کا کہنا ہے کہ میں غزوہ تبوک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس وقت آپؐ اپنے صحابہ کرامؓ کے درمیان تشریف فرما تھے میں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا فرمایا!

بیٹھ جاؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد انك رسول الله

آپؐ نے فرمایا اَفلحَ وَجھکَ اس کے بعد ارشاد ہوا۔ اے بلالؓ اس کے لئے کھانا لاؤ۔ حضرت بلالؓ نے چمڑے کا دستر خوان بچھایا اور قدرے خرما و غن ملا لائے اور دستر خوان پر رکھ دیا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا" کھاؤ " ہم نے اس قدر کھایا کہ سیر ہو گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں تنہا اس طعام کو کھاتا تو میرا پیٹ نہ بھرتا۔ کیا بات کہ اب ہم تمام کا پیٹ بھر گیا ہے۔

فرمایا " الکافر یاکل فی سبعة اَقعاءً والمومن یاکل فی مِعاً "

اگلے روز بوقت چاشت میں پھر گیا تاکہ کوئی ایسی چیز دیکھوں جو میرے یقین کی زیادتی کا سبب ہے میں نے دیکھا کہ دس اشخاص آپؐ کے پاس بیٹھے ہیں فرمایا!

" بلالؓ " ہمیں کھانا دو۔ حضرت بلالؓ نے ایک مٹھی کھجوریں تھیلے سے نکالیں۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا!

"اَخرِجْ وَلا تخف مِن ذِی العَرْش اقتاراً"

حضرت بلالؓ نے تمام کھجوریں تھیلا سے نکال کر دستر خوان پر رکھ دیں۔ آپؐ نے ان کھجوروں پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا **بسم اللہ الرحمن الرحیم** صحابہ کرامؓ نے کھائیں۔ مجھے کھجوروں سے بڑی رغبت تھی۔ میں نے اسقدر کھائیں کہ گنجائش باقی نہ رہی جب میں نے دستر خوان کی طرف دیکھا تو اس پر اس مقدار کھجوریں موجود تھیں کہ گویا ان میں سے ایک کھجور بھی نہ کھائی گئی ہو۔ تین روز تک اسی طرح میں سرکار ﷺ کی محفل کا مشاہدہ کرتا رہا(بحوالہ مدراج النبوت جلد ۲ صفحہ ۵۱۲)

وصالِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سید حضرت بلالؓ

موت بر حق ہے اور قدرت کا اٹل فیصلہ ہے اور پھر ہر انسان کی موت اپنی ہوتی ہے کسی کی موت میں کسی اور کی شرکت ناممکن ہے۔ ہر ذی روح پر موت ایک بار ضرور وارد ہوتی ہے۔اس سے فرار ناممکن ہے۔ صالحین ہوں یا انبیا کرام یا پھر عام آدمی ۔موت کا مزہ سب نے چکھا اور سب نے چکھنا ہے۔

جب دین منتہائے کمال کو پہنچ گیا تو حجۃ الوداع کے موقعہ پر خطبہ الوداع کے بعد تکمیل دین کی بشارت دیتے ہوئے اللہ تبارک و تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورہ مائدہ ۳)

ترجمہ : (اور) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

یہ آیت نہ صرف تکمیل دین کی کھلی بشارت تھی بلکہ اس امر کی طرف بھی اشارہ تھا کہ نبوت کا فریضہ ادا ہو چکا۔ امانتِ الٰہی بلا کمو کاست پہنچا دی گئی اور آپؐ زیادہ دیر اس دنیا میں نہیں رہیں گے۔ خطبۃ الوداع اور خطبہ غدیر خم میں بھی آپؐ نے واضح طور پر بتا دیا تھا کہ ہو سکتا ہے اس کے بعد اس موقع پر میں آپ لوگوں سے نہ مل سکوں۔ ان شارات سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپؐ کا وصال قریب ہے چنانچہ آپؐ نے عالم آب و گل چھوڑنے اور رفیق اعلی سے ملنے کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ آپؐ اپنا زیادہ وقت ذکر و عبادت مین گزارنے لگے۔ حتیٰ

کہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ و ا لاخرۃ خیرٌ لك من الاولی (در حقیقیت اب آخرت تمہارے لئے بہتر ہے) یہ آیت کریمہ اس بات کی مظہر تھی کہ آنحضور ﷺ کی رحلت کا وقت قریب آپہنچا۔ چنانچہ حضور اکرمؐ صفر ۱۱ھ (اپریل ۶۲۳ء) آپؐ احد تشریف لے گئے اور احد کے گنج شہدا پر نماز ادا کی۔ ان کے لئے دعائے خیر کی اور وہاں سے واپس آکر ایک مختصر سا خطبہ دیا۔

"لوگو! میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور تمہاری شہادت دینے والا ہوں واللہ میں حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے سلطنتوں کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ (یعنی دعوتِ حق کے نتیجہ میں مختلف ممالک فتح ہونے والے ہیں) مجھے یہ ڈر نہیں رہا کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے۔ البتہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ دنیاوی مفاد کی کشمکش میں نہ پڑ جاؤ۔ آپس میں خون ریزی کرنے لگ جاؤ اور اس طرح ہلاک ہو جاؤ جس طرح تم سے پہلے کی طرح تم سے پہلے کی قومیں ہلاک ہوئیں (بخاری شریف کتاب المغازی و مسلم کتاب الفضائل)

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک رات حضور اکرمؐ میرے گھر میں تشریف فرما تھے اور میں سوئی ہوئی تھی جب بیدار ہوئی تو دیکھا آپؐ اپنے بستر پر نہیں تھے پس میں آپؐ کے پیچھے باہر روانہ ہوئی دیکھا کہ آپؐ قبرستان بقیع میں آئے ہیں اور دعا پڑھی۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ میرے گھر سے باہر آئے اور میں بھی آپؐ کے پیچھے اس غیرت سے چلی کہ شاید آپؐ کسی دوسری بیوی کے گھر جاتے ہیں یہاں تک کہ آپؐ بقیع میں آئے اور بڑی دیر تک کھڑے رہے۔ اور تین بار اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی ۔ اور لوٹ آئے میں بھی واپس لوٹ آئی اور آپؐ کے پہنچے

سے قبل ہی میں اپنے گھر میں پہنچ گئی اور لیٹ گئی ۔ آپؐ اندر آئے جب مجھے اضطراب کی حالت میں دیکھا تو پوچھا اے عائشہ تمہارا کیا حال ہے اور تجھے کیا ہوا ہے کہ مضطرب نظر آئی ہو میں نے صورتِ حال عرض کی۔

آپؐ نے فرمایا کہ وہ سایہ جو میں نے اپنے آگے دیکھا تھا۔ شاید وہ تم تھیں میں نے کہا ہاں! یارسول اللہ تو آپؐ نے اپنا دست مبارک نرمی سے میرے سینے پر رکھا اور فرمایا کہ تم گمان کرتی ہو کہ خدا اور اس کا رسول تمہارے حق میں ظلم کرنے والے ہیں میں نے کہا یارسول اللہ! خدا تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہے اس طرح ہے جیسے جیسے آپؐ نے فرمایا ہے۔ لیکن مجھے معذور سمجھیں بشری جبلت حاصل ہوں۔

اور آپؐ کے غلام ابو مویہبہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ایک شب کو نصف رات کے وقت مجھے بیدار کیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اہل بیقع پر جاؤں اور ان کے لئے دعائے مغفرت طلب کروں۔ آپؐ نے مجھے اپنے ہمراہ لیا۔ اور اہل بیقع پر آئے وہاں کھڑے ہو کر طویل وقت تک استغفار کرتے رہے دعا کے بعد آپؐ نے فرمایا! اے ابی مویہبہ! میرے سامنے خزائن دنیا کی چابیاں پیش کی گئی ہیں اور مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ میں دنیا میں باقی رہوں اور ہمیشہ رہوں حتیٰ کہ میں جنت میں مراتب و درجات پاؤں یا لقائے پروردگار کا شرف حاصل کروں اور جلدی کروں میں نے لقائے پروردگار کے لئے جلدی کی ہے۔

جنت البیقع سے واپسی پر آپؐ کے سر مبارک میں خفیف سا درد شروع ہوا آپؐ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں قیام فرما ہوئے ۲۹ صفر کو آپؐ نے ایک جنازے میں شرکت فرمائی واپسی پر آپؐ کو شدید بخار ہو گیا۔ اور اس مرض کا آغاز حضرت میمونہؓ کے گھر میں ہوا۔ اس حالت میں بھی آپؐ باری باری ازواج مطہرات کے

گھروں میں تشریف لے جاتے رہے۔ جب مرض شدت اختیار کر گیا تو آپؐ نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ مرض کی حالت میں تمہارے گھروں کا دورہ کروں اگر تم چاہو تو مجھے اجازت دے دو کہ عائشہؓ کے گھر ہی رہوں اور وہاں تم میری تیمارداری کیا کرو۔ تمام ازواج مطہرات راضی ہو گئی۔
آپؐ سیدہ میمونہؓ کے گھر سے اہل بیت (فضل بن عباسؓ اور حضرت علیؓ) کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے باہر نکلے سر اقدس پر پٹی باندھ رکھی تھی آپؐ کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹتے تھے اسطرح آپ کو اٹھا کر حضرت عائشہؓ کے گھر لائے بس آپؐ نے وصال کے آخری لمحات تک حضرت عائشہؓ کے گھر قیام پذیر رہے اور وفات پائی۔ (تاریخ ابن کثیر المعروف البدایہ والنہایہ ص ۳۹۳ ج ۵-۶)
نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض بڑھ گیا۔ آپؐ مضطرب تھے۔ اور بے قراری میں بستر پر یکے بعد دیگرے پہلو بدلتے تھے۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم میں سے کسی کو ایسی حالت کا سامنا ہوتا تو آپؐ اسے برا خیال کرتے اور غصے میں آئے۔ آپؐ نے فرمایا اے عائشہؓ میرا مرض نہایت سخت ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ انبیا اور صالحین پر سخت مصیبت بھیجتا اور کوئی مومن ایسا نہیں ہوتا کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے بلا اور ایذا نہ بھیجے حتیٰ کہ ایک کانٹا بھی اسکے پاؤں میں جو چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ اور اس کے گناہوں کو مٹاتا ہے۔ (مدارج النبوت ص ۶۶۷)
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا کہ جس کی بیماری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سے زیادہ شدید ہو اور ابو سعید حذریؓ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ کو قطیفہ میں لیٹے

ہوئے دیکھا اور وظیفہ سے اوپر میں بخار کی حدت محسوس کر رہا تھا کہ مجھ سے برداشت نہ ہوتا تھا کہ آپؐ کے جسم مبارک پر ہاتھ رکھوں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام سے بڑھ کر کبھی کسی کو مصیبت واذایت زیادہ شدید نہیں آئی ۔بے شک ان کے مصائب دگنے ہوتے ہیں اور اجر و ثواب بھی انہیں دگنا ہے۔

سلیم گیلانی مترجم ''حضرت بلالؓ'' مصنفہ (H.K.L.Crage) نے حضرت بلالؓ کے حوالے سے لکھا ہے کی سیدنا بلالؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حسب معمول انہیں (آپؐ) کو بیدار کیا وہ باہر تشریف لائے مگر ان کی حرکات وسکنات میں روزمرہ جیسی چستی نہیں تھی۔ سر درد کی شکایت کر رہے تھے۔ مجھے کہا میں ان کی پیشانی پر ہاتھ رکھوں اور دیکھوں کہیں انہیں بخار تو نہیں۔ میں نے عرض کی پیشانی گرم ہے۔ حضورؐ اکرم فرمائیں لیکن انہوں نے میرے ساتھ مسجد جانے پر اصرار کیا چلنے لگے تو نقاہت محسوس کر رہے تھے۔ میرا بازو تھام لیا میں انہیں اپنے ساتھ لگا کر چلنے لگا چلتے چلتے وہ اچانک رک گئے اور کہنے لگے۔

''بلالؓ تمہیں یاد ہے جب ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی اس دن بھی ہم ایسے ہی چل رہے تھے۔ لیکن اس دن میں نے تمہیں سہارا دیا ہوا تھا۔''

یہ کہ کر وہ ہنس پڑے۔ میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا :

''بائیس سال پہلے کی بات ہے''

آپؐ نے فرمایا :

''نہیں بلالؓ کل کی بات ہے۔''

یہ ہماری آخری ملاقات تھی۔ سارا دن بخار تیز ہوتا گیا، دوسرے دن صبح اور بھی زیادہ مگر آپؐ پھر بھی بستر سے اُٹھے اور اپنی آواز کی نقاہت اور ہاتھوں کی لرزش کے

باوجود امامت فرمائی۔ تیسرے اور چوتھے روز بھی صورتِ حال ایسی ہی رہی پانچویں دن جب میں نے صبح دروازے پر دستک دی تو دروازہ حضرت عائشہؓ نے کھولا چہرے پر بہت پریشانی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے مجھے ایک بالٹی دی اور ٹھنڈا پانی لانے کے لئے کہا۔ میں بالٹی لیتے ہی دوڑ پڑا۔ ایک کنواں دوسرا کنواں تیرا چوتھا چھوڑتا ہوا میں اس کنوئیں پر پہنچ گیا جسکا پانی مدینے میں سب سے ٹھنڈا تھا۔ بالٹی رسی سے باندھ کر جلدی سے کنوئیں میں ڈالی تو کنوئیں کی تہہ میں ایک چھپاکا ہوا مجھے آواز آج بھی یاد ہے۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اس پانی کی ٹھنڈک فوراً ہی حضورؐ کے جسم کی حدت ختم کر دے گی۔ پانی لے کر جلدی سے واپس آیا اور حضرت عائشہؓ کے حوالے کیا میرے پاس اتنا ہی وقت تھا کیوں کہ دن چڑھنے سے پہلے مجھے اپنے فرض سے سبکدوش ہونا تھا۔ میں جانتا تھا اگر حضورؐ کے کانوں میں اذان کی آواز نہ پڑی تو وہ اپنی بیماری کی تکلیف سے بھی زیادہ تکلیف محسوس کریں گے۔

اذان دیکر میں نے پھر عائشہ کے حجرے پر دستک دی چہرے کی پریشانی کچھ کم تھی میرے دل کو بھی ذرا اطمینان ہوا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے تمہارے لئے پیغام دیا ہے کہ آج سے بہتر اذان تم نے کبھی نہیں دی۔

دو دن تک آپؐ پر غشی کے دورے پڑتے رہے کبھی ہوش بھی آجاتا میں اس عرصہ میں آپؐ کی چوکھٹ پر بیٹھا رہتا جب مجھے پانی لانے کو کہا جاتا تو میں دوڑ پڑتا میرا ہر قدم ان کی بیماری دور کر رہا تھا۔ یہ میں نہیں جانتا تھا کہ ہر قدم پر منزل دور ہوتی جا رہی ہے۔ میں ہر دفعہ ایک نئے کنوئیں سے پانی لاتا اس خیال سے کہ اگر ایک کنوئیں کے پانی سے بیماری دور نہیں ہوئی تو شاید دوسرے

کنوئیں کے پانی میں ایسی تاثیر ہو جس سے افاقہ ہو اس طرح ایک ایک کر کے میں نے مدینے کے سات کنوؤں کا پانی لا کر دیا حضرت عائشہ نے یہ پانی سات الگ الگ برتنوں میں رکھ لیا تھا حضرت عائشہؓ باری باری ان میں کپڑا بھگو کر حضورؐ کے بدن پر رکھتیں تاکہ بخار کی حدت کم ہو (ایچ۔ایل۔کریگ)

علامہ حافظ ابو الفدا عماد الدین ابن کثیر دمشقی نے البدایہ والنہایہ جلد پنجم (اردو) صفحہ ۳۹۳ پر تحریر فرمایا ہے کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے تو آپ کا درد شدت اختیار کر گیا۔ آپؐ نے فرمایا مجھ پر ایسے مشکیزے ڈالو جس کے ڈاٹ کھلے ہوئے ہوں تاکہ میں لوگوں کو وصیت کروں پس ہم نے آپؐ کی بیوی حضرت حفصہؓ کے لگن میں بٹھا دیا اور پھر ہم ان سات مشکیزوں سے آپؐ پر پانی ڈالنے لگے یہاں تک کہ آپؐ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرنے لگے کہ تم نے کام کر دیا ہے حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ پھر آپؐ لوگوں کے پاس چلے گئے اور انہیں نماز پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ٦٦٩ پر شیخ عبدالحق محدث راقم ہیں کہ سیدہ حضرت عائشہؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب سونے کا وقت ہوتا تھا۔ تو حضور اکرم ﷺ سورہ اخلاص سورہ الفلق اور سورہ الناس پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم فرما لیتے تھے اس کے بعد تمام جسم پر جہاں تک کہ ہاتھ پہنچ سکیں مسح فرماتے تھے۔ الحدیث سر مبارک اور سینہ سے مسح فرمانا شروع کرتے تھے ایک روایت ہے کہ آپؐ جب کبھی بیمار پڑتے تو اسی طرح ہی کیا کرتے تھے۔ اور جب آپؐ مرض الوصال میں مبتلا ہوئے تھے تو میں نے آنحضرتؐ کے معمول شریف کے مطابق

معوذتین کی تلاوت کر کے آپؐ پر دم کیا اور ہاتھ سے مسح بھی کیا ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ کے ہاتھ سے مسح کیا یعنی آنحضوؐ کے ہاتھ مبارک کی وصولی عظیم تر برکت تھی بہ نسبت میرے ہاتھ کی برکت سے ہے۔ امام بخاری نے عبداللہ بن یوسف سے انہوں نے ابن الہاد سے انہوں نے عبدالرحمٰن قاسم عن ابیہ عن عائشہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ کی وفات میری ٹھوڑی اور سینہ کے درمیان ہوئی اور میں حضرت نبی کریمؐ کے بعد کسی کے لئے موت کی شدت کو ناپسند نہیں کرتی۔ علامہ حافظ ابو الفدا عماد الدین بن کثیر دمشقی تاریخ ابن کثیر جلد پنجم صفحہ ۳۹۵ پر بخاری شریف کے حوالے سے حضرت سیدہ عائشہؓ کی روایت رقم کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کی وفات اس روز ہوئی جس روز میرے گھر آپؐ کی باری تھی اور اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی کہ آپ کا سر مبارک میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان تھا اور آپؐ کا لعاب دہن میرے لعاب دہن سے مخلوط ہو چکا تھا۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ آئے تو ان کے پاس مسواک تھی جس سے وہ دانتوں کو مسواک کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا تو میں نے انہیں کہا۔ اے عبدالرحمٰن مجھے یہ مسواک دے دیجئے تو انہوں سے مسواک مجھے دے دی۔ تو میں نے اسے دانتوں سے کاٹا اور چبایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی۔ تو آپؐ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے اس سے مسواک کی (بخاری شریف)

مدارج النبوت از شیخ عبدالحق دہلوی (اردو) صفحہ ۶۷۱ پر رقم ہے کہ مرض الموت کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے شدت مرض

کے وقت سیدہ فاطمہ الزاہرہؓ کو طلب فرمایا۔ اور جب وہ آپؐ کے قریب آئیں تو آپؐ نے فرمایا اے میری بیٹی مرحبا اور ان کو اپنے پہلو میں بٹھایا۔

اور حضور اکرمؐ کی حالتِ صحت میں یہ معمول تھا کہ جب سیدہ فاطمہؓ کو آتے دیکھتے تھے تو کھڑے ہو جاتے تھے استقبال کرتے تھے۔ اور ان کو بوسہ دیتے تھے اور اپنی جائے نشست پر بٹھاتے تھے پس آپؐ نے ان کے کان میں کچھ فرمایا تو آپؓ رو پڑیں اس کے بعد پھر اسی طرح آپؐ نے کان میں کچھ فرمایا تو سیدہ خوش ہوئیں اور ہنسنے لگیں۔ سید عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اے فاطمہؓ کوئی غم میں نے خوشی سے متصل و مقارن نہیں دیکھا۔ جیسے کہ میں نے آج دیکھا ہے اس کا سبب کیا ہے۔

سیدہ فاطمہؓ نے فرمایا یہ میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان راز ہے۔ جس کا میں اظہار نہیں کر سکتی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمہؓ نے وہ راز فاش نہ کیا یہاں تک کہ حضور اکرمؐ نے رحال فرمایا۔

حضور اکرمؐ کے وصال کے بعد دوبارہ میں نے اس راز کے متعلق پوچھا کہ وہ کیا بات تھی جو حضور اکرمؐ نے فرمائی تھی۔ سیدہ فاطمہؓ نے فرمایا کہ پہلی بار نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔ کہ ہر سال جبرئیلؑ صرف ایک بار میرے ساتھ یہاں آکر قران کا دور کیا کرتے تھے۔ لیکن اس سال دوبار دور قران کیا ہے میرا خیال ہے کہ میرے وصال کا وقت نزدیک ہے۔ جس کے باعث جبرئیلؑ نے قران پاک کی تلاوت کے لئے اسقدر اہتمام کیا ہے میں نے یہ سنا تو رونا شروع کر دیا۔ دوسری مرتبہ آنحضرتؐ نے یہ فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی اس بشارت سے میں ہنسنے لگی۔ اور یہ کہ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ اہل بہشت کی عورتوں کی سردار تم ہو گی۔

اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے دوران مرض صرف تین دن تک لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ پھر حکم دیا کہ ابو بکرؓ کو کہیں کہ وہ نماز پڑھائیں اور بعض سترہ نمازیں بھی پڑھاتے ہیں اور جب سیدنا بلالؓ عشاء کی اذان دے چکے تو آپؐ نے فرمایا کی ابو بکرؓ سے کہہ دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھادیں اور ان کی امامت کریں زہری سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عبداللہ بن زمعہؓ سے فرمایا کہ وہ باہر نکلیں اور لوگوں کہیں کہ وہ نماز پڑھیں عبداللہؓ باہر نکلے تو انہیں عمر بن خطاب اور ایک جماعت صحابہ کی ملی جن میں ابو بکرؓ نہ تھے۔ تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں انہوں نے نماز پڑھائی وہ بلند آواز تھے آپؐ نے ان کی آواز سنی تو فرمایا خدا نے اس سے منع فرمایا ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ابو بکرؓ کی اقتدا میں نماز پڑھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایام مرض میں سیدنا بلالؓ نے اذان کہی اور حضور اکرمؐ کے دروازے پر حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا **السلام علیك یا رسول اللہ** آپؐ پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے۔ رسول اکرم ﷺ نے حکم فرمایا ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس سیدنا حضرت بلالؓ سر پر ہاتھ مارتے ہوئے اور فریاد بلند کرتے ہوئے باہر آئے۔ ان کہ فریاد امیر ٹوٹ جانے اور کمر شکست ہو جانے سے تھی۔

"کاش کہ میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر پیدا ہوا ہی تھا تو کاش مر جاتا اس دن سے پہلے ہی اور پیغمبر خدا سے یہ حال نہ دیکھتا۔" پس سیدنا حضرت بلالؓ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا اے ابو بکرؓ آنحضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ آپؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت ابو بکرؓ نے مسجد کو رسول اللہ سے

خالی دیکھا۔ آپ بڑے نرم دل تھے۔بڑے اندوہ گین ہوئے۔ یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑے صحابہ رونے لگے اور فریاد کرنے لگے۔

نبی محترم ﷺ کے گوش مبارک میں آواز پڑی تو فرمایا !

اے فاطمہؓ یہ رونے اور فریاد کرنے کی آواز کیسی ہے۔

حضرت سیدنا فاطمہؓ نے عرض کیا !

کہ یہ آواز مسلمانوں کی ہے وہ روتے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کیوں کہ آپ انہیں مسجد میں دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ پس آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو بلایا اور ان پر سہارا لیتے ہوئے باہر مسجد میں تشریف لائے۔ اور نماز پڑھائی اور فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت تم اللہ کی وداع، اس کی پناہ اور اس کی حفاظت نصرت اور تائید میں ہو۔ تمہاری حفاظت اطاعت اور تقویٰ میں اللہ ہی میرا خلیفہ ہے۔ تحقیق میں دنیا چھوڑ رہا ہوں۔ (مدارج النبوت جلد دوم ص ۶۷۷)

سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ شدت مرض کے باعث مسجد میں تشریف نہیں لا سکتے تھے عشاء کی نماز کا وقت تھا صحابہ کرامؓ مسجد میں جمع تھے۔ اور آپ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا نماز پڑھی گئی ہے ؟

لوگوں نے جواب دیا آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

ارشاد ہوا ٹب میں پانی رکھ دو آپ نے غسل فرمایا۔ اور بے ہوش ہو گئے پھر اس طرح تین بار اٹھے اور تین بار غسل فرمایا اور بے ہوش ہو جاتے۔ ذرا ہوش میں آئے تو حضرت ابوبکرؓ کو پیغام بھجوایا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ ایک اور روایت کے مطابق

آپؐ نے سات مشکیزہ پانی سے غسل فرمایا۔ حضرت عائشہ کی یہی روایت ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (اردو ترجمہ موسوم بہ تاریخ ابن کثیر ص ۴۰۵) میں الفاظ کے اختلاف سے بیان کی ہے۔

سیدنا بلالؓ نے حضور اکرمؐ کو نماز کے لئے عرض کیا جیسا کہ ان کا معمول تھا کہ اذان دیکر دربار نبوی میں حاضر ہوتے تھے اور نماز کے لئے عرض کرتے تھے اور صحابہ کرام کے مسجد میں جمع ہونے کا پتہ دیا کرتے تھے۔ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہہ دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ سیدنا عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے گذارش کی کہ میرے ابا جان رقیق القلب ہیں وہ جس وقت آپؐ کے مصلے پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن کی تلاوت نہیں سنا سکیں گے آپؐ اگر عمرؓ کو حکم فرمادیں تو یہ کام ہو سکتا ہے آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہہ دو کہ وہ نماز پڑھائیں پھر سیدہ عائشہؓ نے سیدہ حفصہؓ سے کیا کہ آپؐ سے عرض کریں کہ ابو بکرؓ بڑے رقیق القلب ہونے کی بنا پر لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے پس آپؐ نے فرمایا اے عورتو! تم یوسفؑ کی مصاحب ہو ابو بکرؓ سے کہہ دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ سیدنا بلالؓ بھی وہیں موجود تھے ممکن ہے انہوں نے ہی حضرت ابو بکرؓ کو پیغام پہنچایا ہو چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھانا شروع کی۔

نماز ظہر کے وقت طبیعت کو کچھ سکون ہوا تو آپؐ نے غسل فرمایا سر پر پٹی باندھی اور دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے آپؐ کی آہٹ پا کر انہوں نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن نبی رحمتؐ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر ہی رہو اب حضور اکرمؐ حضرت ابو بکرؓ کے دائیں آئے اور بیٹھ گئے اور حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہی رہے۔ اب حضرت ابو بکرؓ حضور اکرمؐ کی اقتدا کرتے تھے اور

نبی رحمت مقتدی تھے۔ مراد یہ کہ حضرت ابو بکرؓ آنحضورؐ کے افعال وانتقالات کی مطابقت میں تکبیر بلند کرتے تھے اور لوگوں کو خبر ہو جاتی تھی۔

متعدد روایات میں آیا ہے کہ امام حضرت ابو بکرؓ تھے اور حضور اکرمؐ ان کی اقتدا کر رہے تھے علماء کا قول ہے کہ حضرتِ ابو بکرؓ پر مشتمل متعدد احادیث ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر اگلی صبح کو بارگاہ نبوی میں حاضر ہونے کی اجازت لیکر مقام سخ اپنے گھر چلے گئے۔ (مدارج النبوت ص ٦۷۸)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ نے امت میں کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی سوائے ایک دفعہ کے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اور ایک مرتبہ ایک رکعت حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے پیچھے۔ ہوا یہ کہ سفر تبوک کے دوران حضور اکرمؐ رفع حاجت کے لئے چلے گئے تھے امامتِ نماز کا وقت نکلا جارہا تھا آپؐ دیر سے تشریف لائے حضور اکرمؐ کو وضو کرنے میں دیر ہو گئی تھی۔ اور نماز کا وقت نکلا جارہا تھا چنانچہ لوگوں نے نماز قضا ہو جانے کے خوف سے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو امامت کے لئے کہا ابھی انہوں نے ایک ہی رکعت پڑھائی تھی کہ حضورؐ تشریف لے آئے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے انہیں جگہ دینی چاہی مگر اس دن بھی حضورؐ نے انہیں اشارے سے روک دیا۔ اور ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ سب کے اسلام پھیر لینے کے بعد انہوں نے اپنی ایک رکعت ادا کی۔ نماز پڑھ کر انہوں نے فرمایا۔

"آپ لوگوں نے اچھا کیا کہ ابن عوف کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ ہر نبی کو اپنی موت سے پہلے کم از کم ایک نماز اپنے کسی متقی پیروکار کی امامت میں ادا کرنا ہوتی ہے۔"

حضور اکرمؐ کی مرض کا آٹھواں دن تھا اس دن مسجد نبوی میں واقعہ دہرایا گیا تو دو سال پہلے کے آپؐ کے الفاظ صحابہ کرامؓ کو یاد آ گئے خصوصاً حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ ان کا دل بیٹھ گیا۔ ہر ایک کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ اس رات جب تاریکی گہری ہو گئی تو حضور اکرمؐ نے جنت البقیع جانے کا ارادہ فرمایا تو سیدنا حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت علیؓ بھی ساتھ ہو لئے تاکہ ضعف کی وجہ سے کہیں آپؐ گر نہ پڑیں مگر آپؐ کے قدم مضبوطی سے پڑ رہے تھے چلتے چلتے آپؐ قبروں تک پہنچ گئے اور بلند آواز میں فرمانے لگے۔

"اے قبر کے رہنے والو تمہیں سلام"

خوشی مناؤ کہ تم زندہ لوگوں سے بہتر ہو۔

وہ صبح جو تمہیں جگاتی ہے اس صبح سے بہتر ہے جو زندہ لوگوں کو جگاتی ہے۔ آپؐ جنت البقیع سے واپس گھر تشریف لائے تو۔

حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ گھر میں کتنی رقم ہے۔

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا : "سات دینار"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ! انہیں بھی خیرات کر دو میں رقم کے ساتھ اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا (کریگ حضرت بلال ص ۲۵۷)

مدراج النبوت (ص ۶۸۱) میں رقم ہے کہ سیدہ عائشہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری کے باعث یہ رقم خیرات نہ کر سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا اور ہر مرتبہ بے ہوش ہو جاتے اور حضرت عائشہؓ مصروف ہو جاتی تھیں پس وہ حضرت علیؓ کو بھیج دیئے کہ وہ خرچ کر دیں اور آپؐ پھر بے ہوش ہو گئے پھر ہوش میں آئے تو پوچھا کیا تو نے وہ صدقہ کر دیئے ہیں۔ انہوں نے عرض

کیا میں نے ابھی نہیں کئے ہیں پس وہ واپس منگوائے اور وہ سونے کے پترے آپ نے اپنی ہتھیلی میں لے لئے اور فرمایا کہ تمہارا کیا گمان ہے کہ میں (محمد ﷺ) اپنے پروردگار سے ملوں گا تو یہ سونے کے پترے بھی میرے پاس ہی ہوں گے (بحوالہ النبی)۔

اس شب (سوموار کی رات) کو سیدہ عائشہؓ نے ایک انصاری عورت کے گھر سے چراغ جلانے کے لئے تیل مستعار لیا کیونکہ حضور اکرمؐ پر نزع کا عالم تھا اور گھر میں کچھ نہ تھا جو کچھ تھا وہ صدقہ کر دیا گیا تھا۔ اس واقعہ میں ان دنیا پرستوں اور گھروں میں حرام مال جمع کرنے والوں کے لئے ایک سبق ہے۔ جو ایک طرف دنیا کا مال و متاع جمع کرنے میں مصروف ہیں اور دوسری طرف خدا اور اس کی محبت اور اتباع کے دعویدار ہیں۔

مرض بڑھتا گیا اور صحابہ کرامؓ کی بے قراری میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا کہ اگر حضور اکرمؐ انتقال کر گئے تو ان کا کیا حال ہو گا آپؐ کو خبر ہوئی تو حضور اکرمؐ حضرت علیؓ اور فضل بن عباسؓ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں تشریف لائے اور منبر شریف کی پہلی سیڑھی پر بیٹھ گئے۔ سر پر کپڑا باندھا پس لوگ وہاں جمع ہو گئے تو فرمایا لوگو میں نے سنا ہے تم کو میری موت کا خدشہ ہے گویا تم میری موت کے منکر ہو کس سبب سے تم اپنے پیغمبر کی موت کا انکار کرتے ہو فرمایا کہ کوئی پیغمبر ہمیشہ اپنی قوم میں نہیں رہا اور تم چاہتے ہو کہ میں ہمیشہ رہوں گا۔ دیکھو کہ میں نے اور آپ سب نے اللہ کے پاس واپس جانا ہے۔

پھر مہاجرین کو نیکی بجا لانے کی ھدایت فرمائی اور پھر اس کے بعد انصار کے بارے میں متعدد ارشادات فرمائے۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ

آپؐ قریش کی شان میں بھی وصیت فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا الائمۃ من قریش اور سیدنا حضرت بلالؓ کو بلا کر حکم دیا کہ لوگوں کو آواز دے دو کہ وہ جمع ہو جائیں۔ تاکہ ان کو وصیت کروں۔ اور کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت ہے۔ پس سیدنا بلالؓ نے حکم کے مطابق عمل کیا اور مدینہ شریف کے بازاروں میں اعلان کر دیا۔ یہ اعلان سن کر لوگ گھروں اور دکانوں کے دروازے کھلے چھوڑ کر مسجد میں جمع ہو گئے یہاں تک کہ بیٹیاں اور دوشیزائیں اپنے گھروں سے باہر نکل آئیں مسجد میں ان کا سمانا مشکل ہو گیا۔ آپؐ نے مناسب حال احکام و شرائع مواعظ و پند و نصائع اور آداب پر مبنی ایک بلیغ اور طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔

جس روز آپؐ نے وصال فرمایا اس دن حضور اکرمؐ نے حضرت عائشہؓ کے حجرے کا پردہ اٹھا کر دیکھا مسجد میں صحابہ کرامؓ فجر کی نماز حضرت ابو بکرؓ کی اقتدا میں پڑھ رہے تھے آپؐ دروازے پر کھڑے رہے اور آپؐ کی نظر مبارک صحابہ کرامؓ پر لگی ہوئی تھی۔ بقول حضرت انسؓ آپ کا چہرہ اقدس یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مصحف کا ایک ورق ہو۔ آپؐ متبسم ہوئے آپ کو دروازے پر کھڑے دیکھ صحابہ کرامؓ کو گمان ہوا کہ شاید آپؐ باہر تشریف فرما ہو رہے ہیں لہذا وہ بہت خوش ہوئے اور خواہش کرنے لگے کہ آپؐ نماز کے لئے تشریف فرما ہوں پس حضرت ابو بکرؓ نے اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ جانا چاہا لیکن سیدنا عالم ﷺ نے بجانب صحابہ اشارہ فرمایا کہ وہ سب اپنی جگہ پر قائم رہیں اور نماز مکمل کریں اس کے بعد آپؐ نے پردہ چھوڑ دیا اور اسی روز آپ کا وصال ہوا۔

آپ کو سکرات موت اور اس کی شدت کا احساس ہونے لگا۔ آپؐ کے پاس پانی سے بھرا ہوا پیالہ پڑا تھا۔ آپؐ اس میں اپنا ہاتھ ڈالتے اور تر کر کے اپنے چہرہ انور پر

اس سے مسح فرماتے آپ کا رنگ کبھی سرخ ہو جاتا اور کبھی زرد۔ آپ کبھی دایاں ہاتھ اور کبھی بایاں ہاتھ کھینچتے تھے اور آپ کے رخسار پُر انوار پر پسینہ آیا ہوا تھا۔ ان ہی لمحات میں آپ نے مسواک فرمائی جسکا ذکر پہلے آ چکا ہے رسول کریم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ کی زبان مبارک پر کلمات تھے۔

اللھم رب اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلی

پھر آپ کا جسم ڈھیلا پڑنے لگا آپ اس وقت سیدہ عائشہؓ کی گود میں تھے۔ آپ کے ہاتھ لٹک گئے آنکھوں کی پتلیاں اوپر کو اٹھ گئیں۔ جسم اطہر سے روح انور پرواز کر گئی یہ چاشت کا وقت تھا۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دو شنبہ (پیر) کا دن۔ عمر شریف تریسٹھ سال چار دن۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب روح مطہر جدا ہوئی تو میں نے اتنی خوشبو محسوس کی اتنی اچھی خوشبو اس کی مثل کبھی نہ سونگھی تھی۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ میری گود میں تھے میں نے آپ کا سر مبارک تکیہ پر رکھ دیا اور یمنی مخطط چادر اوڑا دی۔ سیدہ ام سلمیٰؓ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا جس دن انہوں نے رحلت فرمائی اس کے بعد چند لمحے گزر گئے روٹی کھاتی تھی۔ وضو بھی کرتی تھے لیکن خوشبو میرے ہاتھ سے ختم نہ ہوئی تھی۔

سیدنا حضرت بلالؓ نے یہ روح فرسا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا آپ اس دوران در نبوی پر سر جھکائے بیٹھے تھے اور جب حجرہ سے حضرت عائشہؓ کے رونے کی آواز سنائی دی تو وہاں پر موجود سب لوگ رونے لگے۔ مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ تاریک اور وحشت ناک دن سب سے بڑا صدمہ، ابتلا اور پوری انسانیت کا

سب سے بڑا سانحہ تھا۔ جس طرح آپ کی ولادت باسعادت کا دن انسانیت کا سب سے مبارک روشن اور تابناک دن تھا۔ حضرت انسؓ ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ جس دن رسولکریم ﷺ مدینہ تشریف لائے۔ تو مدینہ کی ہر چیز آپ کی آمد سے روشن اور منور ہوگئی تھے اور جس دن آپ کی وفات ہوئی اس دن اس کی ہر چیز تاریک ہوگئی تھی (نبی رحمت ص ۷۱۵ حصہ دوم)

حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے نبی مکرم ﷺ کی دونوں شانوں کے درمیان اپنا ہاتھ داخل کیا تو ان کی مہر نبوت کو محسوس نہ کیا پس وہ بلند آواز میں کہنے لگے کہ مہر نبوت کو اٹھالیا گیا ہے (مدراج النبوت)۔

پس صحابہ کرامؓ پر یہ خبر تجلی بن کر گری مدینہ میں ہر طرف کہرام مچ گیا بعض صحابہ کرامؓ کو اس واقعہ کا یقین نہ آیا تھا ان میں حضرت عمرؓ پیش پیش تھے وہ نہایت غیض و غضب کے عالم میں باہر نکلے۔ ہوا میں مکے لہراتے ہوئے اور چلاتے ہوئے کہا کہ اگر کسی نے کہا محمدؐ فوت ہوگئے ہیں۔ تو وہ اپنے انجام کے لئے تیار رہے پھر وہ کہنے لگے:

"موسیٰ کا قصہ یاد ہے جب وہ کوہِ سینا پر اللہ کے پاس گئے تھے تو یہودیوں نے مشہور کر دیا تھا کہ وہ وفات پاگئے ہیں لیکن کیا ہوا چالیس دن کے بعد وہ زندہ واپس تشریف لے آئے۔ محمد ﷺ بھی چالیس دن بعد انہی کی طرح واپس آجائیں گے"

حضرت عمرؓ مسجد کے وسط میں کھڑے تھے اور ان کے بال بکھرے ہوئے تھے ان پر دیوانگی کی کیفیت تھی وہ کبھی ادھر مڑ کے کچھ کہتے کبھی ان کا غم حقیقی تلخی سے نبرد آزما تھا جیسے کوئی دیوانہ چاند پر پتھر پھینک رہا ہو۔

حضرت ابو بکرؓ خبر ملتے ہی مقامِ سخ سے سیدھے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ روئے مبارک سے پردہ اٹھا کر حضور ﷺ کی پیشانی مبارک کا بوسہ لیا چہرہ ڈھانپ دیا۔

ازاں مسجد تشریف لائے اور صحابہ کرامؓ کے سامنے تقریر فرمائی۔

"اگر ہم میں سے کوئی محمد ﷺ کو معبود سمجھتا ہے تو وہ جان لے کہ محمد ﷺ کا انتقال ہو چکا ہے؟ پھر قدرے توقف کے بعد اعلان فرمایا:

"لیکن جو اللہ کو اپنا معبود سمجھتا ہے اس کو معلوم ہو جانا چاہئیے کہ اللہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا" اس کے بعد سورۃ آل عمران کی یہ آیت پڑھی جو جنگ احد کے بعد نازل ہوئی تھی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ (۱۴۴)

جس وقت حضرت ابو بکرؓ نے آیت تلاوت فرمائی تو حاضرین کو یوں لگا یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے اور حضرت ابو بکرؓ نے انکے منہ کی بات کہدی ہے حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ میں جب ابو بکرؓ کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا تو حیرت زدہ ہو کر بے ساختہ زمین پر گر پڑا میرے پیروں کی طاقت ختم ہو چکی تھی اس وقت گویا مجھے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے (ابن ہشام)

سیدنا حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ تدفین کے بعد قبر پر چھڑکاؤ کرنے کی سعادت بھی میرے حصے میں آئی۔ میں آہستہ آہستہ قبر پر چھڑکاؤ کرتا جاتا تھا اور سوچتا جاتا تھا کہ آج کیسا آفتاب غروب ہو گیا۔ کیا سعادت ہے اس زمین کی۔ مٹی کے ان

ذروں کی جنہوں نے اس آفتاب کو اپنی آغوش میں لیا ہے۔ مٹی بیٹھ گئی تو میں نے ہاتھوں سے تھپک تھپک کر اسے ہموار کیا رخصت ہوتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو ساری قبر پر میرے سیاہ ہاتھوں کے نشان بنے ہوئے تھے۔ (مشکواۃ و کریگ)۔

سیدنا بلالؓ اور غمِ مفارقت

امیہ بن خلف کی تازیب و تشدد اور غلامی سے آزادی اور نجات سے لیکر وصال نبویؐ کے اندوہ ناک لمحات تک در مصطفےٰ ﷺ سے غلام ابن غلام سیدنا حضرت بلالؓ کو جو اعزازات مرتبہ و مقام اور شرف ملا وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا اس مقام و مرتبہ کو انسانیت کی معراج کہنا ہی موزوں اور مناسب ہو گا۔ غلامی سے آزادی کے بعد سیاہ فام حبشی غلام نبی عالی مقام ﷺ کا مدار المہام، ان کا بے دام غلام، ان کا متعمد خاص، نحیب، خادم خاص نقیب چوبدار عصا بردار، چوکیدار، پیش کار، مہماندار، ہرکارہ، سقہ، داروغہ، باورچی مطبخ خازن موذن خاص اور ان کو ہر صبح بیدار کرنے والا تھا۔ خادم رسولؐ اور موذن کی حیثیت سے سیدنا بلالؓ کا ہر وقت خانۂ خدا اور محمد ﷺ کی چوکھٹ پر حاضر رہنا مقدر سعید ٹھہرا۔ یہ مرتبہ ملا جسے مل گیا یہ مقام و مرتبہ تو قدسیوں میں سے بھی کسی کو حاصل نہ ہوا۔

سرور کون و مکاں ﷺ کے وصال ظاہری کے وقت سیدنا بلالؓ سیدہ عائشہؓ کے حجرہ کے سامنے چپ چاپ بیٹھے روتے رہے۔ ان میں پاؤں پر کھڑے ہونے کی سکت نہ تھی۔ آپؓ سراپا تصویر غم بنے ہوئے تھے۔ ابھی آپ کی تدفین نہ ہوئی تھی کہ اذان کا وقت ہو گیا لوگوں نے حضرت بلالؓ کی طرف دیکھا کہ اذان دیں گے لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں حضور ﷺ کے بعد کبھی اذان نہ دوں گا

آپ نے فرمایا کہ اس دل نگار میں اب اتنی قوت باقی نہیں رہی کہ حبیب خدا ﷺ کا اسم مبارک بلند آواز سے لے سکوں۔ یہ کہہ کر آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا اور زار و قطار رونے لگے۔ آپ کو روتا ہوا دیکھ کر صحابہ کرامؓ بھی رونے لگے۔ کافی دیر تک یہی صورتِ حال رہی پھر حضرت محذورہؓ نے مسجد نبوی کی چھت پر چڑھ کر اذان دی اور اس کے بعد وہی اذان دیتے رہے۔

اگرچہ آپ چاہتے تھے کہ توصیفِ الٰہی بیان کریں۔ رسالتِ محمد ﷺ کی شہادت دیں اور اہل ایمان کو دعوتِ نماز دیں مگر یوں لگتا تھا کہ اندر سے کچھ ٹوٹ گیا ہے۔ اور جس ٹوٹ جانے سے ان کی ساری صلاحیتیں بجھ گئی ہوں اور جو کچھ ٹوٹا ہے وہ جڑ نہیں سکتا۔ پس اسی اثبات و نفی کے عالم میں زندہ رہنا انہوں نے اپنا مقدر ٹھہرالیا تھا۔

ایک دن سیدنا حضرت علیؓ اور ابو ذرؓ نے بہت زور دیکر سیدنا بلالؓ کو مسجد نبوی کی چھت پر چڑھایا مگر آپؓ کی ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ دونوں نے سہارا دیا ابھی اللہ کبر کے الفاظ ہی کہے تھے کہ آپؓ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور الفاظ کا در و بست بھول گیا کبھی کوئی لفظ نکلتا اور کبھی کوئی۔ رسالتِ مآب ﷺ کا نام آتے ہی ان پر رقت طاری ہو گئی۔ اور آپ رک گئے دوبارہ شروع سے اذان دینے لگے پھر حضور اکرم ﷺ کا نام آتے ہی رک گئے۔ چار دفعہ اذان شروع کی اور چاروں مرتبہ ایسا ہی ہوا آپ لفظ محمد ﷺ اکثر ان کو دیکھ کر ادا کیا کرتے تھے وہ سامنے ہوتے تھے یا پاس ہوتے تھے تو آپ ان کی طرف شارہ کر کے ان کی رسالت کی شہادت دیا کرتے تھے لیکن اس دن آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا زبان ساتھ دے رہی تھی نہ ذہن۔ آخر دونوں اصحابہ کرامؓ نے ان پر ترس کھا کر نیچے اتارا۔

نبی رحمت ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا حضرت بلال ؓ پر دیگر صحابہ کرام ؓ کی طرح بہت برا اثر ہوا۔ آپ اکثر غمگین اور افسردہ رہتے تھے۔ آپ مدینہ منورہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے تھے کہ لوگو! تم نے کہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو مجھے آپ سرکار ﷺ کا پتہ بتا دو۔ پھر سیدنا بلال ؓ غم مفارقت و ہجر میں مدینہ کو چھوڑ کر ملک شام کی طرف نقل مکانی فرما گئے۔

سیدنا بلالؓ اور حضرت ابو بکر کے دور خلافت

نبی مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے بعد سیدنا حضرت بلالؓ کھوئے کھوئے سے رہنے لگے ان کی نظریں نبی کریم ﷺ کی تلاش میں لگی رہتی تھیں مگر آپؐ دکھائی نہ دیتے تو سیدنا بلالؓ بے چین ہو جاتے تھے۔ آپؐ کو سامنے نہ پا کر ایسا لگتا تھا جیسے وہ دنیا میں تنہا رہ گئے ہوں اور زندگی میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہو۔

طبرانی نے عبداللہ بن محمد، حضرت عمرؓ اور حضرت عمارؓ سے روایت کی ہے۔

کہ رسول ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں سیدنا حضرت بلالؓ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

" اے خلیفۃ الرسول میں نے اپنے آقا ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مؤمنین کے لئے سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ میرا ارادہ ہے اب میں تادمِ مرگ جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہوں"

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا؛

" اے بلالؓ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں اور حرمت اور اپنے حقوق کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ میری عمر زیادہ ہو چکی ہے۔ میرے قواء کمزور ہو گئے ہیں اور میری وفات قریب ہے اس وقت تم مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ"

حضرت بلالؓ نے سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کی بات مان لی اور مدینہ منورہ میں ہی

ٹھہر گئے (سیارہ ڈائجسٹ صحابہ کرام نمبر) صحیح بخاری اور طبقات ابن سعد کی روایات کے مطابق حضور اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد سیدنا حضرت بلالؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس گئے اور ان سے عرض کی :

"اے خلیفۃ الرسول ! کیا آپؓ نے مجھے خدا کے لئے آزاد کیا تھا یا اس لئے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جواب دیا :

"میں نے تمہیں محض اللہ کے لئے آزاد کیا تھا"

اس پر آپ نے درخواست کی کہ مجھے جہاد پر جانے دیجیے ، تاکہ اپنی بقایا زندگی اس بہتر عمل میں گذار دوں جسے میرے آقا ﷺ نے مومن کا سب سے بہتر کام قرار دیا ہے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے خدا کا واسطہ دیکر ان سے کہا کہ مجھے اس عالم پیری میں اپنی رفاقت سے محروم نہ کرو۔ حضرت بلالؓ ان کی بات تو مان گئے لیکن ساتھ یہ شرط رکھ دی کہ اب میں رسول اللہ ﷺ کے بعد اذان نہیں دونگا۔

سیدنا حضرت صدیق اکبر نے فرمایا! "تمہیں اس بات کا اختیار ہے" شرح مشکوۃ شریف اردو جلد نمبر ۵ "مظاہر حق جدید" میں علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی نے جلد پنجم صفحہ ۸٦۷ پر بخاری شریف کے الفاظ من و عن اس طرح رقم کئے ہیں۔

وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ اَنَّ بِلَالًا قَالَ لِاَبِىْ بَكْرٍ اِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِىْ لِنَفْسِكَ فَاَمْسِكْنِىْ وَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِىْ لِلّٰهِ فَدَعْنِىْ وَعَمَلَ اللّٰهِ (رواہ البخاری)

ترجمہ : اور قیس بن ابی حازم (تابعی) سے روایت ہے کہ حضرت بلالؓ

نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا تھا کہ!

اگر آپ نے اپنی ذاتی خوشی کے لئے مجھ کو خریدا تھا تو مجھ کو اپنے پاس رکھ لیجئے اور جس خدمت پر چاہیں مامور کر دیجئے لیکن اگر آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مجھ کو خریدا تھا تو مجھ کو اللہ کے کام کے لئے آزاد چھوڑ دیجئے (بخاری) مدارج النبوت اردو جلد دوم صفحہ ۹۴۸ میں رقم ہے۔

''ابن عبد الرب نے استیعاب میں نقل کیا ہے کہ حضرت بلالؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے واسطے اذان کہی''

حضرت فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں حضرت بلالؓ نے ان سے وہاں سے چلے جانے کے لئے اجازت مانگی تو فاروق اعظمؓ نے ان سے پوچھا کہ وہ چیز کیا ہے جو تمہارے پاس رہنے اور اذان کہنے میں مانع ہے سیدنا حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے لئے اذان کہتا رہا ہوں وہ میرے لئے دلی نعمت تھے اور اس میں ہرگز کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے یہ سنا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ افضل کوئی دوسرا عمل نہیں ہے۔ یہ روایت مشہودہ کے برعکس ہے۔

سیدنا بلالؓ اور فاروقی عہد خلافت

سید نا حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں

اَبُوْ بَکرٍ سَیِدِنَا اَعْتَقَ سَیِدُنَا یعنی بِلَا لاً

ترجمہ : حضرت ابو بکر ہمارے سردار ہیں انہوں نے ہمارے سردار حضرت بلال کو آزاد کیا (مشکواۃ شریف)

سید نا حضرت بلالؓ کی یہ بہت بڑی خواہش تھی کہ وہ جہاد میں شرکت کریں۔ ویسے بھی حضور اکرمؐ کے وصال کے بعد آپ مدینہ منورہ میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے اس لئے انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی لیکن حضرت ابو بکرؓ نے عاشق رسول کی مفارقت کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں گوارا نہ کیا اور انہوں نے سید نا حضرت بلالؓ سے کہا کہ وہ انہیں چھوڑ کر کہیں نہ جائیں۔ تاریخ کے قارئین اچھی طرح جانتے ہیں کہ اہل فارس سے سلطنت مدینہ کی جنگ سید نا حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت کے آغاز میں شروع ہو چکی تھی اور اس محاذِ جنگ کے کمانڈر سید نا حضرت خالدؓ تھے جو بڑی کامیابی سے ایرانیوں کے خلاف پیش قدمی کر رہے تھے۔ سید نا ابو بکر صدیقؓ خلافت آخری ایام میں چار لشکر ترتیب دیکر شام کی طرف روانہ کئے تھے۔ آپؓ نے یزید بن ابو سفیان کو دمشق کی فتح پر مامور کیا۔ حضرت شرجیل بن حسنہؓ کو اردن حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو حمص اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو فلسطین کی تسخیر پر مقرر فرمایا۔ سید نا حضرت بلالؓ حضرت عمرو بن العاصؓ کے لشکر میں شامل

ہو گئے اور چار سال تک شام کے معرکوں میں مصروف رہے۔ آپؓ عمرو بن العاصؓ کے لشکر میں شامل تھے جس نے قیساریہ پر حملہ کیا تھا۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے اصرار پر ان کی زندگی میں سیدنا حضرت بلالؓ مدینہ میں قیام پذیر رہے اور پھر سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں ان سے جہاد میں شرکت کے لئے اجازت لیکر آپؓ شام روانہ ہو گئے اور چار سال تک جہاد میں شریک رہے اور پھر بقیہ زندگی شام میں مقیم رہ کر گذاری اور وہیں وفات پائی۔ اغلب خیال یہی ہے کہ یا تو آپ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے آخر ایام میں شام منتقل ہوئے یا پھر حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد دور فاروقی کے ابتدائی ایام میں شام منتقل ہوئے (واللہ عالم)۔

جنگ قیساریہ اور حضرت بلالؓ

قیساریہ بحرہ روم کے ساحل پر شام کی ایک اہم بندرگاہ تھی تمام شام فتح ہو چکا تھا لیکن یہ شہر ابھی تک رومیوں کے قبضہ میں تھا۔ یہاں سے رومی بڑی آسانی سے فوجی کاروائی کر کے شام میں فتنہ وفساد برپا کر سکتے تھے۔ چنانچہ قیساریہ کی عسکری اہمیت کے پیش نظر ۱۷ھ میں حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس کا محاصرہ کر لیا مگر وہ شہر فتح نہ کر سکے۔ سیدنا حضرت بلالؓ بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ جنگ قیساریہ میں جب قسطنطین نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے لشکر سے عارضی صلح کرنی چاہی تو اپنا قاصد اسلامی لشکر کے پاس بھیجا۔ رومی قاصد نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے عرض کیا کہ ہمارا شہزادہ بڑا رحم دل ہے وہ خون ریزی کو ناپسند کرتا ہے۔ لہذا آپ کسی صائب الرائے اور فصیح و بلیغ شخص کو بھیجیں جو معززین عرب سے ہو تاکہ وہ شرائط صلح طے کرے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا اور پوچھا کہ تم میں سے کون اس کام کے لئے آمادہ ہے۔

یہ سن کر سیدنا بلالؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"اے عمروؓ میں اس کے پاس جاتا ہوں"

حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا: "اے بلالؓ! ایک تو سرکار ﷺ نے آپؓ کے حواس پر بہت گہرا اثر کیا ہے۔ دوسرے آپؓ اہل عرب سے نہیں ہیں اور نہ ہی اہل عرب کی سی فصاحت وبلاغت آپ کی زبان میں ہے۔ اور تیسرے مجھے اندیشہ ہے

کہ مغرور شہزادہ کہیں آپؓ سے بات کرنے سے انکار نہ کر دے۔ اس لئے مجھے آپؓ کے بھیجنے میں تامل ہے۔ گو ہماری نظروں میں آپؓ کی انتہائی قدر و منزلت ہے لیکن وہ نصرانی شہزادہ آپؓ کی شان و مقام سے ناآشنا ہے۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا "اے عمروؓ! تمہیں خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں ضرور مجھے ہی بھیجو میں انشاءاللہ اس کام کو بطریقہ احسن سرانجام دوں گا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا آپؓ نے مجھے بہت بڑی قسم دلائی ہے اب میں آپؓ کو نہیں روک سکتا۔ پس آپؓ تشریف لے جائیں۔ اور شہزادے سے مل کر اسلام کی خوبیاں اور محاسن اس پر واضح فرمائیں۔ سیدنا حضرت بلالؓ عمرو بن العاص سے رخصت ہو کر قاصد کے پاس آئے اور فرمایا۔ امیر لشکر نے مجھے آپ کے شہزادے سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ قاصد آپؓ کو دیکھ مبہوت رہ گیا اور کہنے لگا۔ کہ عرب امیر کے پاس کوئی اور معزز آدمی نہیں رہا جو وہ ایک حبشی کو سفارت پر بھیج رہا ہے۔؟ ہمارا شہزادہ تو تم سے بات نہیں کریگا"

حضرت بلالؓ نے فرمایا ! اے رومی۔

اگرچہ میں حبشی ہوں لیکن اہل اسلام میری بڑی عزت کرتے ہیں۔ میں رسول ﷺ کا موذن ہوں اور تمہارے شہزادے سے گفتگو کرنے سے قاصر نہیں ہوں۔"

رومی قاصد بولا !

"اچھا میں تم کو لئے چلتا ہوں مگر شہزادے کے سامنے پیش کرنے سے پہلے میں اس سے تمہارے آنے کی اطلاع کروں گا اگر شہزادے نے اجازت دی تو میں تمہیں پیش کروں گا ورنہ نہیں"

رومی قاصد سیدنا حضرت بلالؓ کو اپنے ساتھ لیکر رومیوں کیمپ میں آیا اور آپؓ کو باہر کھڑا کر کے رومی شہزادے کو اطلاع دی کہ عرب امیر نے آپ سے گفتگو کے لئے ایک حبشی غلام کو مامور کیا ہے۔ شہزادہ کو علم نہیں تھا کہ اسلام میں حقیقی بزرگی اور فضلیت کیا چیز ہے۔ اس نے ایک حبشی سے ملنے میں اپنی اور سب کی بے عزتی محسوس کی وہ سخت برافروختہ ہو کر کہنے لگا عرب سردار نے ہمیں اسقدر حقیر سمجھا ہے کہ ایک حبشی کو گفتگو کرنے کے لئے بھیجا ہے جاؤ اس کو واپس کر دو اور کہہ دو کہ شہزادہ آپ سے گفتگو کرنا اپنی بے عزتی تصور کرتا ہے اگر عربی سردار کو ہم سے بات کرنا منظور ہے تو وہ خود آئے۔ حضرت بلالؓ شہزادے کے اس متکبرانہ کلام سے سخت دل برداشتہ ہو کر اسلامی کیمپ میں تشریف لائے اور تمام ماجرا عمرو بن االعاصؓ سے بیان کیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی اور حضرت بلالؓ

اسلام کے نامور سپہ سالار کی معزولی کا واقعہ ۱۷ھ کے واقعات میں سے سب سے اہم واقعہ ہے۔ خالد بن ولید اپنے شجاعانہ اور جان فروشانہ کارناموں کے ساتھ بعض معاملات میں لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ وہ کبھی فوجی مہمات کے مصارف کا حساب کتاب دربارِ خلافت نہیں بھیجتے تھے خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نرم طبعیت کے انسان تھے۔ وہ اعمال کی چھوٹی موٹی غلطیوں سے چشم پوشی کر جاتے تھے دوسرے اس نازک وقت میں اسلام کو خالدؓ کی تلوار کی سخت ضرورت تھی بدیں وجہ خالد بن ولیدؓ کی خدمات کے پیش نظر حضرت ابوبکرؓ نے چشم پوشی سے کام لیا لیکن حضرت عمرؓ کو خالدؓ کی روش اسی زمانہ سے پسند نہ تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ تو خالد نے تب بھی اپنی روش نہ بدلی تو آپؓ نے ان کو تاکید کی کہ وہ آئندہ سے ان کی اجازت کے بغیر ایک بکری بھی کسی کو نہ دیں اور فوجی مہمات کے مصارف کا باقاعدہ حساب کتاب دربار خلافت میں بھیجا کریں۔ خالدؓ نے جواب دیا کہ میں حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت سے ایسا کرتا چلا آرہا ہوں اب اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ نے بار دیگر لکھا کہ تم سپہ سالار اسی صورت میں رہ سکتے ہو کہ فوجی مہمات کے مصارف کا حساب باضابطہ بھیجتے رہو لیکن خالدؓ اپنی ضد پر قائم رہے اس پر حضرت عمرؓ نے ان کو معزول نہیں کیا۔ بلکہ حضرت ابو عبیدؓ کے ماتحت کر دیا۔ بعد میں حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ حضرت خالدؓ نے داد و دہش کا ہاتھ یہاں تک بڑھا دیا ہے کہ اشعث بن قیس نامی

شاعر کو دس ہزار کی گراں قدر رقم دے ڈالی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ابو عبیدؓ کو لکھا کہ خالد کو گرفتار کر کے پوچھا جائے کہ اشعث کو اتنی بڑی رقم کس مد سے دی ہے۔ اگر اس نے یہ رقم اپنی جیب سے دی ہے تو اصراف کیا ہے اور اگر بیت المال سے دی ہے تو خیانت کی ہے۔ دونوں حالتوں میں وہ معزولی کے قابل ہیں۔ چنانچہ تعمیل حکم میں حضرت ابو عبیدؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بلایا۔ اور مجمع عام میں ان سے یہ سوال پوچھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ خاموش کھڑے رہے۔ اس پر حضرت بلالؓ آگے بڑھے اور خالد کا عمامہ کھول کر اس سے ان کی مشکیں کس لیں ٹوپی اتار دی اور پوچھا۔

"بتاؤ تم نے وہ رقم اپنے مال سے دی تھی یا مسلمانوں کے اموال سے"

حضرت خالدؓ نے جواب دیا :

"اپنے مال میں سے۔"

یہ سن کر سیدنا حضرت بلالؓ نے عمامہ کھولا اور حضرت خالدؓ کے سر پر باندھا اور کہا :

"خالد بُرا نہ ماننا ہمیں اپنے حاکموں کی ہر طرح سے اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔" (بحوالہ تاریخ ابن خلدون جلد اول ص ۵۳۔ ۵۲ ۳ طبری جلد ص ۸۱ تاریخ اسلام از معین الدین احمد شاہ ۲۔ ا جلد ص ۱۶۱)

سیدنا حضرت بلالؓ کی غیور اور حساس طبعیت کو یہ ہرگز گوارہ نہ کر سکی کہ ایک جلیل القدر سپہ سالار سر عام خلیفہ المومنین کے سوال کا جواب دینے سے پہلو تہی کرے۔ انہوں نے زندگی میں ایک ہی سبق سیکھا تھا کہ اپنے پیشوا اور حاکم کی کامل وفاداری کی جائے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ حضرت خالدؓ حضرت ابو عبیدہ کے

سوال کا جواب دینے میں تامل کر رہے ہیں اور متذب ذب ہیں تو انہوں نے آگے بڑھ کر حضرت خالد کی معزولی کی علامت کے طور پر ٹوپی اتاری پھر ان کو انہی کے عمامہ سے باندھا اور مشکیں کس لیں انہوں نے ہرگز اس بات کا خیال نہ کیا کہ وہ سر عام ایسے شخص کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں جو مسلمانوں کا سالارِ اعظم ہے۔ تاہم جب خالدؓ نے خلیفہ المومنین کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے ان کے سوال کا جواب دے دیا تو سیدنا حضرت بلالؓ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے عمامہ کھول کر حضرت خالد کے ہاتھ پاؤں اور گردن آزاد کر دیئے اور عمامہ ان کے سر پر باندھ دیا۔ اور ساتھ ہی معذرت بھی کی کہ میں نے ایسا کسی ناراضگی کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ محض لوگوں کو اطاعت امیر اور فرماں برداری کا سبق سیکھانا تھا۔ آپؓ کی اطاعت صرف اس شخص کے لئے مخصوص تھی جو صدق دل سے خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کا فرماں بردار ہو۔ سیدنا حضرت بلالؓ کے جوش ایمان کی یہ حالت تھی کہ تمام اعمال حسنہ کو دین کی اساس سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کونسا ہے تو فرمایا۔ اللہ اور اسکے رسولؐ پر صدق دل سے ایمان لاؤ۔ جہاد فی سبیل کا فریضہ ادا کرو اور حج بیت اللہ ادا کرو۔

بیت المقدس میں سیدنا بلالؓ کی اذان

تاریخ کی کتب سے حضرت فاروق اعظمؓ کا چار مرتبہ سفر شام کے لئے روانہ ہونا ثابت ہے۔ آخری بار آپؓ طاعون عمواس کی وباء کے خاتمے کے بعد ۱۷ھ میں شام گئے کیوں کہ اس موذی مرض سے پچیس ہزار مجاہدین لقمہ اجل بن چکے تھے جن میں یزید بن ابی سفیان حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور دیگر اہم کمانڈر طاعون سے وفات پا چکے تھے۔ ان اعلیٰ مناصب کو پُر کرنا تھا اور طاعون میں ہلاک ہونے والے مجاہدین کے بیوی بچوں کے وظائف مقرر کرنا اور انتظامی امور کی بحالی جیسے اہم کام کی انجام دہی کے لئے

بندوبست کرنا بہت ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ نے مفتوحہ علاقوں کا دورہ کیا۔ ہلاک ہو جانے والے افسران کی جگہ نئے افسر تعینات کئے۔ دمشق کا حاکم امیر معاویہ کو مقرر کیا۔ کیونکہ حاکم دمشق یزید بن ابی سفیان طاعون کی بیماری سے ہلاک ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ جب قبلہ اول بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ تو انہوں نے مسلمانوں کے سامنے مدینہ روانگی سے قبل ایک تقریر کی۔ اس موقع پر سیدنا حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ مجاہدین یہاں آکر پرندوں کا گوشت اور میدے کی روٹی کھانے لگے ہیں جبکہ عام آدمی کو روٹی اور کھجوریں بڑی مشکل سے میسر ہیں۔ حضرت عمرؓ نے افسران کی طرف مستفسرانہ نظر سے دیکھا تو انہیں بتایا گیا کہ یہاں پرندے کا گوشت اور میدے

کی روٹی کھجوریں اور عام روٹی کی نسبت سستی ملتی ہے۔ اس لئے وہ ایسا کرتے ہیں۔ تو فاروق اعظمؓ نے پھر اس کی ممانعت نہ کی۔ (تاریخ ملت جلد اول ص ۲۷۸ از مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی)

بیت المقدس میں دیئے جانے والے تاریخی خطبے کے دوران نمازِ مغرب کا وقت ہو گیا۔ سامعین و حاضرین کی جماعت میں سیدنا حضرت بلال بھی موجود تھے۔ صحابہ کرامؓ کی دلی خواہش تھی کہ اس موقع پر حضرت بلالؓ اذان دیں لیکن صحابہ کرام کو علم تھا کہ حضرت بلالؓ نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد اذان نہیں دی اور اگر عاشقِ دل فگار کو اذان دینے کے لئے کہا گیا تو فراقِ محبوب ﷺ میں تڑپنے لگیں گے۔ آخر کار حضرت حضرت عمرؓ نے سیدنا حضرت بلالؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے ہمارے سردار بلالؓ! آج اسلام کے قبلہ اول پر پرچم توحید لہرایا ہے۔ اس باعظمت موقع پر آپؓ اذان دیں تو ہم آپؓ کے شکر گزار ہیں"۔

حضرت بلالؓ نے عرض کیا:

"اے امیر المومنین میں عہد کر چکا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دوں گا لیکن آج آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اذان دیتا ہوں" (سیارہ ڈائجسٹ صحابہ کرام نمبر ص ۱۲۵) یہ کہہ کر اذان دینے کے لئے کھڑے ہو گئے جب ان کے منہ سے اللہُ اکبر کے الفاظ نکلے تو صحابہ کرام کے قلب و جگر کے ٹکڑے اڑ گئے۔ انہیں رحمتِ عالم ﷺ کے مبارک کا سماں یاد آگیا۔ جب وہ اَشھدُ اَن محمد ارسول ُ اللہ پر پہنچے تو صحابہ کرامؓ روتے روتے نڈھال ہو گئے۔ فاروق اعظمؓ کو فراقِ رسولؐ نے تڑپا دیا۔ وہ اتنے شدید روئے کہ

اتنے کبھی نہیں روئے تھے۔ روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔ حضرت بلالؓ اذان سے فارغ ہوئے۔ تو بڑی مشکل سے عاشقانِ رسول کو قرار آیا۔ (ابن خلدون جلد اول ص ۳۴۱ ۳) تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی ص ۱۶۰ مدارج النبوت ص ۷ ۹۴) اسد الغابہ (جلد دوم ص ۱۷) میں رقم ہے کہ جب حضرت عمرؓ (فتح المقدس کے لئے) شام تشریف لے گئے تو ان کے کہنے پر وہاں ایک مرتبہ حضرت بلالؓ نے اذان دی۔ راوی کہتا ہے کہ اس دن سے زیادہ ہم نے رونے والے نہیں دیکھے۔ سیر الصحابہ (جلد دوم ص ۲۱۱) میں تاریخ طبری اور اسد الغابہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ۱۶ھ میں حضرت عمرؓ شام کا سفر کیا۔ تو دوسرے افسران کے ساتھ حضرت بلالؓ نے بھی مقام جابیہ پر ان کو خوش آمدید کہا۔ اور بیت اللہ کی سیاحت میں ہمرکاب رہے۔ ایک دور میں حضرت عمرؓ نے ان سے اذان دینے کی فرمائش کی تو بولے گو میں عہد کر چکا ہوں کی حضرت خیر الانام ﷺ کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دوں گا۔ تاہم آج آپ کی خواہش پوری کروں گا یہ کہہ عندلیبِ توحید نے کچھ ایسے لحن میں خدائے ذوالجلال کی عظمت و شوکت کا نغمہ سنایا کہ تمام مجمعہ بتیاب ہو گیا۔ حضرت عمرؓ اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ بھی بے اختیار رو پڑے۔ غرض سب کے سامنے عہد نبوت کا نقشہ کھنچ گیا اور تمام سامعین نے ایک خاص کیفیت محسوس کی۔

شام میں توطن

سید نا حضرت بلالؓ نے شام میں چار سال تک جہاد میں مصروف رہنے کے بعد وہاں قیام کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ جب فتح بیت المقدس کے بعد مقام جابیہ گئے تو ان سے سید نا بلالؓ نے درخواست کی کہ انہیں شام میں رہنے دیں۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ سید نا بلالؓ نے کہا۔ میرے بھائی ابو رویحہ (عبداللہ بن عبدالرحمٰن) کو بھی اجازت دے دیجئے جنکی میرے درمیان رسول ﷺ نے مواخات کرادی تھی۔ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: اچھا تمہارے بھائی کو بھی میں نے اجازت دی۔ دونوں بھائی شام کے قصبے "خولان" میں رہنے لگے۔ وہاں ان کو ایک جاگیر ملی تھی جس میں دونوں بھائی کھیتی باڑی کرتے تھے۔ سید نا بلالؓ کو پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ کی رقم ملتی رہی۔ موذن رسول ﷺ کے مصنف علی اصغر چوہدری ص ۸۹ پر لکھتے ہیں کہ:

حضرت بلالؓ اب مدینہ منورہ میں رہنا نہیں چاہتے تھے بلکہ جہاد میں شامل ہونا ان کی اولین خواہش تھی اس لئے تھوڑی سی گفت وشنید کے بعد آپؓ نے حضرت عمرؓ سے جہاد میں حصہ لینے کی اجازت حاصل کر لی اور ملک شام میں جاکر لشکر اسلام سے جا ملے۔ جنگوں کے اختتام پر آپؓ دمشق کے قرب وجوار میں ایک چھوٹی سی جاگیر میں مقیم ہو گئے۔ اور کھیتی باڑی کر کے اپنا گذارا کرنے لگے۔

دمشق ملک شام کا دارالخلافہ ہے اور ملک شام کا قدیم نام بھی دمشق تھا۔ مدینہ سے

نکل کر آپؒ کی دمشق اور شہر حلب میں سکونت اختیار کرنے کی مختلف روایات ملتی ہیں عین ممکن ہے دمشق سے ملک شام مراد ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے آپؒ دمشق کے بعد شہر حلب تشریف لے گئے ہوں اور پھر جب آپؒ خواب میں رسول اللہ ﷺ کے بلاوے پر حلب سے دمشق تشریف لے گئے ہوں اور واپسی پر دوبارہ دمشق آ گئے ہوں۔ تاہم تاریخ کی کتب سے ثابت ہے کہ آپؒ نے دمشق کے نواح میں قصبہ خولان میں سکونت پذیر رہے وہیں کھیتی باڑی کا کاروبار کرتے رہے۔ اور جب آپؒ کا انتقال ہوا تو باب الصغیر میں دفن ہوئے آپؒ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

آخری اذان

مدارج النبوت جلد دوم ص ۹۴۸-۹۴۹ میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں کہ سیدنا حضرت بلالؓ کو شام میں سکونت پذیر ہوئے چھ ماہ کا عرصہ گذرا تھا کہ ایک روز شب کے وقت خواب کے دوران آپکو سرور عالم ﷺ کی زیارت ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس قدر ظلم کرتے ہو کہ ہماری زیارت کو بھی نہیں آسکتے ؟ سیر الصحابہ جلد دوم (ص ۲۱۲) پر تحریر ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ بلالؓ یہ خشک زندگی کب تک ؟ کیا تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کرو ؟ عشق و محبت کے دیوانے بلالؓ اسی وقت بلا تامل مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مدینہ کے قریب آکر انہوں نے کسی سے سیدہ النساء حضرت فاطمہؓ اور انکے صاحبزادوں حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کا حال دریافت کیا تو پتا چلا کہ سیدہ فاطمہؓ تو جنت کو سدھار چکی البتہ امام حسنؓ و حسینؓ دونوں ہیں۔ یہاں تک کہ سیدنا بلالؓ مدینہ منورہ تشریف لائے۔

سیر الصحابہ میں (جلد دوم ص ۲۱۲) مذکور ہے کہ مدینہ پہنچ کر روضہ اقدس پر حاضری دی اور مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا اور مضطربانہ جوش و محبت کے ساتھ جگر گوشگانِ رسولؐ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو چمٹا چمٹا کر پیار کر رہے تھے۔ لوگوں کی خواہش تھی کہ آپؓ مسجدِ نبوی میں اذان دیں لیکن کسی میں جرأت نہ تھی کہ سیدنا حضرت بلالؓ کو کہیں کہ وہ اذان دیں مدارج النبوت میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :

"پس لوگ حضرت امام حسن و حسینؓ کی خدمت میں درخواست گذار ہوئے کہ بلالؓ سے اذان کہلوائیں وہ ان کا کہنا ہر گز رد نہیں کر سکتے۔ سیر الصحابہ اور اُسد الغابہ میں مذکور ہے کہ۔

"ان دونوں (حضرت امام حسینؓ) نے خواہش ظاہر کی آج صبح کے وقت اذان دیجئے"۔

اگرچہ ارادہ کر چکے تھے کہ رسول اللہ کے بعد وہ اذان نہ دیں گے تاہم ان کی فرمائش ٹال نہ سکے۔ چنانچہ آپ صبح کی اذان دینے کے لئے اس جگہ پر آ کھڑے ہوئے جس پر وہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کھڑے ہو کر اذان کہتے تھے۔

سیدنا بلالؓ نے جب اللہ اکبر کی آواز بلند کی تو لوگوں کی نظروں میں حضور اکرم کا زمانہ اور اس دور کی یادیں تازہ ہو گئیں جب آپؐ حیات ظاہری میں موجود تھے۔ لوگوں نے زارو قطار رونا شروع کر دیا۔ جب اشھد ان لاالہ الااللہ کی آواز بلند کی تو گریہ کا شور حد سے زیادہ ہو گیا۔ اس کے بعد جب روضۂ رسولؐ کی طرف اشارہ کر کے اشھد ان محمد رسول اللہ کے الفاظ کہے تو سارے شہر میں کہرام مچ گیا اور رونے کا شور اس قدر بلند ہوا کہ پردہ دار دوشیزائیں بھی روتی ہوئی گھروں سے باہر نکل آئیں۔ عاشقانِ رسولؐ کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے بیان کیا گیا ہے کہ مدینہ میں ایسا پُر اثر منظر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ہادی برحق نبی اکرم ﷺ کا انتقال آج ہی ہوا ہو۔

حضرت عمرؓ کے دربار خلافت میں قدر و منزلت

حضرت حسنؓ کہتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں قریش کے شرفا جن میں حضرت سہیل بن عمرو اور ابوسفیان بن حربؓ بھی شامل تھے حضرت عمرؓ سے ملاقات کے لئے گئے۔ اسی اثناء میں حضرت بلالؓ اور حضرت صہیب رومیؓ بھی وہاں تشریف لے آئے۔ حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے حضرت بلالؓ اور صہیب رومیؓ کو اندر بلایا۔ یہ دونوں اصحابہ رسول اللہ کے بدری صحابی تھے اور خود حضرت عمرؓ بھی بدری تھے اور ان سے محبت کرتے تھے اور ان سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کر رکھی تھی۔ اکابرین قریش کو یہ بات ناگوار گزری۔ ابوسفیان کہنے لگے میں نے آج کی طرح کا معاملہ تو کبھی نہیں دیکھا کہ ان غلاموں کو اجازت دی جارہی ہے۔ اور ہم بیٹھ رہے۔ ہماری طرف توجہ ہی نہیں کی جارہی۔ اس پر حضرت سہیل بن عمروؓ کہنے لگے آہ! وہ بہت جوانمرد تھے۔ بہت عقلمند تھے۔ اے قوم! میں تمہارے چہروں سے ناگواری دیکھ رہا ہوں اگر تمہیں غصہ ہے تو اپنی جانوں پر غصہ کرو۔ داعی حق نے ہم سب کو بیک وقت حق کی طرف بلایا لیکن ہم نے اس دعوت کو قبول کرنے میں تاخیر کی لیکن بلالؓ اور صہیبؓ نے جلدی کی۔ خدا کی قسم! وہ فضلیت جو تمہیں نظر نہیں آرہی وہ پہلے لے گئے ہیں۔ اس دروازے میں پہلے جانے کی فضلیت جس کی رغبت تم رکھے ہوئے ہو تم پر بہت بھاری ہوگی۔ اے قوم یہ قوم جو

فضلیت لے گئی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اللہ کی قسم! تمہارے لئے اس فضلیت کو حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں رہا۔ ہاں جہاد کو سامنے رکھو اسے لازم رکھو ہو سکتا ہے ہو سکتا ہے اللہ تعالےٰ تمہیں بھی شہادت کا مرتبہ عطا فرمائے۔ پھر سہیل بن عمروؓ نے اپنے کپڑے جھاڑے اور شام کے علاقے میں چلے گئے (جہاد کشمیر ماہ اپریل ۱۹۹۸ء)۔

وفات

سیدنا حضرت بلالؓ کی وفات اور عمر کے بارے میں اہل سیر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ پ نے ۱۸ھ میں وفات پائی اور بعض لکھتے ہیں کہ آپؐ ۲۰ھ میں فوت ہوئے اس طرح ان کی عمر کے بارے میں بھی لکھا کہ ہے آپ نے ۶۳ برس کی عمر پائی۔ کچھ اہل قلم نے لکھا ہے کہ آپؓ نے ستر برس کی عمر میں انتقال فرمایا سیدنا حضرت بلالؓ کی مدفن کے بارے میں بعض مورخین نے تحریر کیا ہے آپ دمشق میں باب صغیر کے قبرستان میں دفن کئے گئے جبکہ بعض نے لکھا ہے آپ حلب کے شہر میں فوت ہوئے اور دھیں دفن کئے گئے

درست بات یہ ہے کہ آپ نے ۶۳ برس کی عمر میں ۱۸ھ میں وفات پائی اور دمشق بابِ صغیر کے قبرستان میں دفن کئے گئے اُسد الغابہ میں (جلد دوم ص ۱۲) امام ابی الحسن علی الجزری ابن اثیر نے محمد بن سعد کاتب واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت بلالؓ کی وفات ۲۰ھ میں دمشق میں ہوئی اور باب الصغیر میں مدفون ہوئے اس وقت انکی عمر ۶۰ سال سے کچھ اوپر تھی۔

مدارج النبوت جلد دوم ص ۹۴۹ پر رقم ہے کہ حضرت بلالؓ کا وصال دمشق میں ہوا ان کو باب صغیر کے نزدیک دفن کیا گیا وصال شریف کل ۲۰ھ یا ۱۸ھ ہے ساٹھ سال سے کچھ زیادہ کی عمر تھی یا تریسٹھ سال تھی۔ اہل قلم کی اکثریت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ نے دمشق میں ۲۰ھ میں ۶۳ سال کی

ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی مؤلف ''عاشق رسولؐ حضرت بلالؓ'' نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے ۱۹۸۳ء میں دمشق میں واقع ''باب الصغیر'' نامی قبرستان میں حضرت بلالؓ کی قبر مبارک پر حاضری کی سعادت حاصل کی ہے۔ قبر انور ایک کمرے کے اندر موجود ہے جس کے اندر آپؓ کی قبر انور کے پہلو میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی قبر مبارک ہے جو لمبائی میں حضرت بلالؓ کی قبر انور سے کافی چھوٹی ہے مزار مبارک کی چار دیواری کے بالکل ساتھ حضرت بی بی سکینہؓ کا مزار مبارک ہے۔ جبکہ اسی قبرستان میں دیگر صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کے مزارات بھی ہیں۔ آپؓ کی قبر مبارک آج بھی مشہور اور مرجع خلائق ہے۔ مزار پُر انوار پر خاموش اور پُر سکون ماحول ہے۔ آج بھی عشاق عشق کا سبق پڑھنے بارگاہ بلالیؓ میں حاضر ہوتے ہیں۔ آنسوؤں کا نذرانہ اور فاتحہ کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

مفتی احمد یار خانؒ (مراۃ شرح مشکواۃ کے مترجم) لکھتے ہیں۔

''حضرت بلالؓ ۲۰ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں دمشق میں فوت ہوئے اور باب الصغیر دمشق میں دفن ہوئے جبکہ بعض نے لکھا ہے کہ حلب میں باب الربعین میں آپؓ کی قبر ہے مگر پہلی بات قوی ہے۔ آپ کا مزار بی بی سکینہؓ کی قبر سے متصل ہے۔ فقیر نے دمشق میں آپؓ کی قبر انوار کی زیارت کی ہے''

جب آپؓ کے وصال کا وقت قریب آیا تو زوجہ محترمہ ان کے قریب موجود تھیں جو زار و قطار رو رہی تھیں اور جب انہوں نے کہا :

'' واحزنا '' یعنی ہائے کیسا غم ہے

تو آپؓ نے جواب میں فرمایا ! '' وافرحا '' یعنی کتنی خوشی بات ہے

کہ اپنے محبوب آقا علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے جاملوں گا دوسرے ہی روز آپؓ نے وصال فرمایا۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے جب آپؓ کے وصال کی خبر سنی تو روتے روتے نڈھال ہو گئے اور فرماتے تھے :

"آہ! ہمارا سردار بلالؓ بھی داغ مفارقت دے گیا"

سیدنا ایک عابد و زاہد اور شب زندہ دار بھی تھے آپؓ فکر آخرت سے ہر وقت لرزہ براندام رہتے تھے ان کی بیوی ہندہ کا قول ہے کہ حضرت بلالؓ اپنے بستر پر لیٹتے تو فرماتے :

"الٰہی میرے گناہوں سے درگزر فرما اور میری بیماریوں میں مجھے معذور سمجھ"

سیدنا حضرت بلالؓ کی شادیاں

کتاب ھذا کو ضبط تحریر میں لانے کے پس منظر میں تہذیب مغرب کے سحر سے متاثرہ بعض مذھب بے زار (مذھب اسلام) لوگوں کے حسب ذیل جملہ معترضہ کار فرما ہیں۔ان کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ اسلام میں مغرب کی نسبت حقوق انسانی کا کوئی تصور (Concept) نہیں ہے۔ (۲)ان کا کہنا ہے۔عاشق رسول بلالؓ ساری عمر عورت کو ترستے رہے لیکن ان کی شادی تک نہ ہو سکی۔ محترم کو اسلام پر یہ اعتراض بھی ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت شام کے وسیع و عریض مقبوضات کی اراضی کو خارجی زمین قرار دیا اور بلالؓ کو مقبوضہ زمین سے اراضی کا ایک ٹکرا دینے سے صاف انکار کر دیا۔

ان تینوں جملہ ہائے معترضہ پر غور کیا جائے تو صاف طور یہی مطلب عیاں ہوتا ہے کہ معترض کے نزدیک دین اسلام ایک ایسا مذھب ہے جس میں فلاح انسانی اور حقوقِ انسانی کا سرے سے کوئی تصور نہیں بلکہ سراسر ایک استحصالی اور عدل و انصاف سے مبرا دین ہے۔اور خصوصاً اس دین میں پسماندہ اور غریب طبقے کے لوگوں کے لئے فلاح و بہبود اور ترقی کی ہر راہ مسدود ہے۔

پہلے اعتراض پر کتاب کے مقدمہ میں اسلام کے حقوقِ انسانی کے عملی پہلو پر جامع طور پر مگر قدرے اختصارت روشنی ڈالی جاچکی ہے۔ یہاں تفصیلات میں جانے کی گنجائش نہیں ۔ یہاں تک سیدنا حضرت بلالؓ کو شام کے مقبوضات میں سے ٹکڑا اراضی دینے سے انکار کا تعلق ہے یہ سراسر غلط اور حضرت عمرؓ جیسے عدل

گستر خلیفہ پر بہتان ہے۔ عاشق رسولؐ حضرت بلالؓ کو دمشق کے مضافات میں قصبہ خولان میں ایک چھوٹی سی جاگیر ملی ہوئی تھی یہاں آپؓ اپنے اہل خانہ اور مواخاتی بھائی حضرت ابو رویحہؓ (عبداللہ بن عبدالرحمنؓ) کے ساتھ کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔

یہ بھی بہتان عظیم ہے کہ عاشق رسولؐ سیدنا حضرت بلالؓ ساری عمر عورت کو ترستے رہے اور کسی نے ان کو رشتہ نہ دیا، یہاں صرف اسی بہتان کے رد کے لئے شواہد پیش کئے جاتے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا بلالؓ نے متعدد شادیاں کیں۔

''ہجرت مدینہ کے بعد آپؓ نے اپنا گھر بسانا چاہا لیکن ان کی حالت یہ تھی کہ شادی کی مطلق استطاعت نہ تھی۔ علاوہ ازیں وہ حسنِ ظاہری سے بھی محروم تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ سیدنا بلالؓ غریب الدیار تھے مگر ان میں کوئی خوبی تھی تو وہ صرف یہ تھی کہ شمع رسالت کے پروانوں میں شامل تھے ان کو توقع نہ تھی کہ ان جیسے مفلس اور غریب الوطن حبشی کو شرفائے عرب میں سے کوئی اپنی لڑکی کا رشتہ دینے پر امادہ ہوگا لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جونہی انہوں نے شادی کی خواہش ظاہر کی تمام مہاجرین وانصار نے جو شرفائے عرب کا خلاصہ تھے۔ ان کے سامنے دیدہ ودل فرش راہ کردیئے۔ ہر ایک نے بصد خلوص آگے بڑھ کر کہا کہ آپؓ کو اپنا خویش بنانے سے بڑھ کر ہمارے لئے کون سی عزت ہوسکتی ہے۔ یہاں تک کہ ان صاحب رسولؐ کو رشتہ کا انتخاب مشکل ہو گیا'' (سیارہ ڈائجسٹ صحابہ کرام نمبر) امام ابی الحسن الجزری ابن اثیر نے اسد الغابہ جلد دوم صفحہ ۱۱ (اردو) میں حضرت ابو درداؓ کی روایت نقل کی ہے

" حضرت عمر بن خطاب جب فتح بیت المقدس کے بعد مقام حدیبیہ
. توان سے حضرت بلالؓ نے درخواست کی کہ انہیں شام میں رہنے کی اجازت
. دیجئے۔ چنانچہ آپ نے منظور کر لیا۔ بلالؓ نے کہا میرے برادر ابو رویحہؓ کو
اجازت دے دیجئے۔ جس کے اور میرے درمیان رسول خدا ﷺ نے
ات کرادی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا! اچھا میں نے تیرے بھائی کو بھی
ت دی۔ چنانچہ یہ دونوں خولان کے ایک محلے میں فروکش ہوئے۔
ت بلالؓ نے ان سے (ابو درداؓ) ہم تمہارے پاس نکاح کی درخواست کرنے
ئے ہیں۔ ہم پہلے کافر تھے۔ اب اللہ ہم کو ھدایت کر دی ہے۔ ہم غلام تھے
نے ہمیں آزاد کر دیا ہم فقیر تھے اللہ نے ہمیں مالدار کر دیا پس اگر تم اپنی
ں کا نکاح ہمارے ساتھ کر دو تو الحمد اللہ اور اگر ہماری درخواست نامنظور کرو
حول ولاقوۃ الا بااللہ۔ ان لوگوں نے ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔

مولانا شاہ معین الدین ندوی سیر الصحابہ جلد دوم ص ۲۱۵ پر رقم طراز ہیں
ضرت بلالؓ نے متعدد شادیاں کیں ان کی بعض بیویاں عرب کے نہایت
ے معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ ابو بکرؓ کی صاحبزادی سے خود
ل اللہ ﷺ نے نکاح کرادیا تھا۔ بنی زہرہ اور ابو درداؓ کے خاندان میں بھی رشتہ
رت قائم ہوا تھا لیکن کسی سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ عاشق رسولؐ حضرت
کے مؤلف ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی نے صفحہ ۹۳۔۹۲ پر تحریر کیا ہے کہ
ی کے ارادے سے سیدنا حضرت بلالؓ اپنے آبائی وطن یمن کے قصبہ سراۃ
ب لے گئے لیکن کوئی مناسب رشتہ نہ مل سکا۔

ایک صحابی ابو بکرؓ کی صاحبزادی جوان ہو گئیں تو ان کے دولڑکے حضور
ی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی بہن کی شادی کے بارے میں

مشورہ چاہا۔ حضورؐ کی نے فرمایا: "بلالؓ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟

"اس پر وہ خاموش ہو گئے دوسری مرتبہ اسی غرض سے وہ پھر حاضر ہوئے اس بار بھی حضورؐ نے حضرت بلالؓ کا ہی نام لیا وہ پھر خاموشی سے واپس چلے گئے۔

تیسری مرتبہ وہ آئے تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

"تم بلالؓ کو کیوں فراموش کر رہے ہو

"وہ اہل جنت میں سے ایک ہے۔"

آخر یہ شادی ہو گئی اور اس طرح حضرت بلالؓ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔

ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۹۴۔۹۳ پر بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے ایک اعرابی عورت سے نکاح کیا تھا ایک روایت کے مطابق آپؓ کی زوجہ محترمہ کا ہندہ الخولانی تھا اور وہ یمنی تھیں اور حضرت بلالؓ کی شام کی طرف نقل مکانی سے قبل ان کے عقد میں آچکی تھیں۔

ڈاکٹر موصوف مزید یہ لکھتے ہیں کہ حضرت بلالؓ اپنے اسلامی بھائی ابو رویحہؓ انصاری کے ساتھ ملک شام قبیلہ بنی خولان کے ہاں پہنچے تو ان لوگوں سے کہا ہم دونوں اپنے نکاح کا پیغام دینے آئے ہیں۔ ہم کافر تھے اللہ نے ہمیں اسلام کی دولت سے نوازا۔ ہم غلام تھے اللہ نے ہمیں آزادی کی نعمت عطا فرمائی۔ ہم تنگ دست تھے اللہ نے انہیں مال و دولت نصیب فرمائی۔ اب اگر تم لوگ ہم سے نکاح کر دو گے تو ہم سب کے لئے بہتر ہو گا ایک روایت کے مطابق حضرت بلالؓ شام کے شہر دمشق کے ایک قبیلے بنی خوالان میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ یہیں انہیں کچھ زرعی زمین بھی مل گئی اور پھر حضرت ابو رویحہؓ بھی اپنے اسلامی بھائی

سیدنا حضرت بلالؓ کے ساتھ جا کر آباد ہو گئے۔ سیدنا بلالؓ نے ان کے ہاں اپنے اور اپنے اسلامی بھائی حضرت ابو رویحہؓ انصاری کی شادی کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی دو لڑکیوں کا نکاح دونوں بھائیوں سے کر دیا۔ اس طرح دونوں بھائیوں نے خوشگوار ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔

علی اصغر چوہدری نے اپنی کتاب موذن رسولؐ سیدنا حضرت بلالؓ کے صفحہ ۷۷۔۷۹ پر سیدنا حضرت بلالؓ کی شادیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت بلالؓ نے کئی نکاح کئے حضرت قتادۃؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بنو زہرہ کی ایک بدوی عورت سے شادی کی تھی ایک روایت میں ہے ان کی بیوی کا نام ہند الخولانیہ تھا جو یمن سے تعلق رکھتی تھیں۔ علامہ ابن سعد اور ابن عساکر کا بیان ہے کہ حضرت بلالؓ نے اپنی زندگی میں متعدد نکاح کئے کسی بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق ان کی ایک بیوی حضرت ابو بکرؓ کی صاجبزادی تھیں۔ ایک بیوی کا تعلق بنو خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے تھا۔ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد جلد چہارم صفحہ ۱۱۶ پر لکھا ہے کہ سیدنا حضرت بلالؓ کا نکاح حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف کی بہن سے خود پڑھایا تھا۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی تلخیص الحبیر جلد ۳ صفحہ ۱۶۵ پر بحوالہ دار قطنی و مراسل ابی داؤد لکھتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے ہالہ بنت عوف سے نکاح کیا جو عبد الرحمن بن عوف کی بہن تھیں (حدیث نمبر ۱۵۲۰) راقم اپنے محدود ذرائع سے یہاں سیدنا حضرت بلالؓ کی شادیوں اور معترض کے بے بنیاد اعتراض کے جواب میں اسی پر اکتفا کرنے پر مجبور ہے۔

سیرت سیدنا حضرت بلالؓ

مذہبی زندگی

امام المؤذنین سیدنا حضرت بلالؓ نہایت عابد و زاہد تھے۔ آپؓ شب زندہ دار بھی تھے رات کو جاگ جاگ کر کثرت سے رکوع و سجود کرتے تھے۔ آپؓ فکرِ آخرت سے لرزہ بر اندام رہتے تھے۔ آپؓ کی اہلیہ محترمہ بی بی ہندہ الخولانی کا بیان ہے کہ جب آپؓ اپنے بستر پر لیٹتے تو فرماتے :

"الٰہی میرے گناہوں سے در گذر فرما اور میری بیماریوں میں مجھے معذور رکھ" صحیح بخاری میں حضرت ابو ھریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن فجر کی نماز کے وقت سرور کائنات ﷺ نے سیدنا حضرت بلالؓ کا بلا کر پوچھا۔

"اے بلالؓ ! مجھے تم اپنا کوئی عمل بتاؤ جس پر سب سے زیادہ اجر و ثواب کی امید ہو کیونکہ میں نے اپنے آگے جنت میں تمہارے جوتوں کی چاپ سنی ہے"

حضرت بلالؓ نے عرض کیا :

"یارسول اللہ ﷺ میں نے ایسا عمل تو کوئی نہیں کیا، البتہ رات دن میرا کوئی وضو ایسا نہیں جسکے بعد میں نے نماز نہ پڑھی ہو"

نماز میں آپؓ سب سے پہلے آمین کہتے تھے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے سبقت نہ کیا کرو (سیر الصحابہ بخاری شریف)

سیدنا حضرت بلالؓ ایمان کو تمام عمال حسنہ کی اساس سمجھتے تھے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے ؟ بولے 'خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ پھر جہاد کرو اور پھر حج کا فریضہ ادا کرو (بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۱۲۴)

اخلاق

سیدنا حضرت بلالؓ محاسنِ اخلاق کے مجسم تھے۔ آپؓ دربار نبوی کے خادم خاص تھے۔ حبیب خدا احمد مرتضےٰ ﷺ کی خدمت گذاری ان کا مخصوص مقصدِ حیات اور محبوب مشغلہ تھا۔ آپؓ موذن خاص کی حیثیت سے ہر وقت خانہ خدا میں رہتے تھے اور خادم رسولؐ کی حیثیت سے ہر وقت نبی رحمتؐ کے قدموں میں۔ اللہ کا گھر اور محمدؐ کی چوکھٹ پر حاضری سیدنا حضرت بلالؓ کا وظیفہ خاص تھا۔ حضور اکرم ﷺ جب آپؓ کو کسی کام کا حکم دیتے تو آپؓ اس کی تعمیل میں جان لڑا دیتے تھے۔

پاسبان رسولؐ کی حیثیت سے حضرت بلالؓ سفر و حضر اور جنگ و امن ہر حالت میں سرور دو عالم ﷺ کی پاسبانی کے فرائض سر انجام دیتے تھے اور خادمِ جاں نثار کی طرح ہمراہ ہوتے۔ عیدین اور استسقاء کے موقع پر نیزہ لے کر آگے آگے چلتے۔ یہ نیزہ ان نیزوں میں ایک تھا جو نجاشی شاہِ حبشہ نے نبی مکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بطور تحفہ بھیجے تھے۔ ان میں سے ایک نیزہ حضور اکرمؐ نے خود رکھ لیا تھا۔ دو نیزے حضرت علیؓ کو عطا فرما دیئے تھے اور ایک نیزہ کے متعلق سیدنا حضرت بلالؓ کو خصوصی حکم تھا۔ کہ وہ اسے ساتھ لے کر چلا کریں چنانچہ وہ اس نیزہ کو ہمیشہ عیدین اور نمازِ استسقاء کے مواقع پر ساتھ لے کر چلتے تھے جب وہ نماز کھڑی ہو جاتی تو اس کو آگے کھڑا کر کے زمین میں گاڑ دیتے تھے۔

روایات میں ہے کہ سیدنا حضرت بلالؓ یہی نیزہ اس طرح لیکر حضرت ابوبکرؓ کے

دور خلافت میں ان کے ہمراہ چلا کرتے تھے۔ حضرت بلالؓ کے کہنے کے مطابق یہ نیزہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی اسی مقصد کے لئے استعمال کیا گیا۔

اس کے بعد ہر دور میں ہر خلیفہ کے دور حکومت میں نیزہ کے استعمال کا یہ طریقہ رائج رہا۔ ان کی حیثیت ایک دنیاوی بادشاہ کے خادم جیسی نہ تھی بلکہ عشق کا جذبہ کامل ان کو کسی وقت بھی اپنے محبوبؐ سے جدا نہ ہونے دیتا تھا۔ آپؓ ہمہ وقت اور ہمہ تن محبوبؐ خدا کی خدمت بجا لانے کے لئے تیار رہتے تھے۔ جب دوپہر کا وقت آتا اور دھوپ شدت اختیار کر لیتی تو حضرت بلالؓ بغیر کہے حضور اکرمؐ کے سر مبارک پر چادر تان دیتے تاکہ دھوپ کی تمازت سے بچاؤ رہے۔ غزوات کے موقع پر آپؓ میدان جنگ سے چنداں دور ایک سائبان کھڑا کر دیتے۔ جہاں سے حضور اکرمؐ جنگ کا مشاہدہ فرمایا کرتے تھے اور مناسب حال ضروری ھدایات دیتے رہتے تھے۔ جب تک جنگ جاری رہتی سیدنا حضرت بلالؓ برابر میدان جنگ اور خیمۂ رسولؐ کے درمیان چکر لگاتے رہتے اور حضور انورؐ کے احکامات اور ھدایات لشکر تک پہنچاتے رہتے۔

سیدنا حضرت بلالؓ مجالس وعظ و پند میں بھی ساتھ رہتے۔ افلاس و ناداری کے باوجود جو کچھ میسر آتا اس کا ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کی ضیافت کے لئے پس انداز کرتے۔ ایک دفعہ برنی کھجوریں (جو نہایت خوش ذائقہ ہوتی ہیں) آنحضرتؐ کی خدمت میں لائے۔ حضور اکرمؐ نے تعجب سے پوچھا "بلالؓ یہ کہاں سے؟" عرض کی میرے پاس جو کھجوریں تھیں وہ نہایت خراب قسم کی تھیں چونکہ مجھے حضور کی خدمت میں پیش کرنا تھا اس لئے میں نے دو صاع دیکر یہ ایک

صاع اچھی کھجوریں حاصل کیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اف اف ایسا نہ کیا کرو یہ تو عین ربا ہے اگر تمہیں خریدنا تھا تو پہلے اپنی کھجوروں کو فروخت کرتے پھر ان کی قیمت سے ان کو خریدتے (مستدرک جلد ۳ ص ۲۸۴)

استقامت اور انکساری

مکہ میں سیدنا حضرت بلالؓ نے اقرار اور تکرار توحید کی پاداش میں بے پناہ شدائد و مصائب برداشت کئے لیکن ان کی استقامت اور صبر میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ لوگ حضرت بلالؓ کے صبر و استقامت اور مردانہ وار مصائب و آلام برداشت کرنے کی داستان ستائش کے انداز میں بیان کرتے تو آپ صحابہ کرامؓ کی زبانی اپنی تعریف سن کر شرمندہ ہو جایا کرتے اور فرماتے:

"بھائیو میں تو ایک ایسا شخص ہوں جو کل تک غلام تھا"

انکی کسر نفسی اور انکساری میں لوگوں کو ان کی نفسی شرافت و محبت کی مہک محسوس ہوتی تھی۔ تواضع و خاکساری ان کی فطرت میں شامل تھی لوگ ان کے فضائل و محاسن کا تذکرہ کرتے تو فرماتے:

"میں صرف ایک حبشی ہوں جو کل معمولی غلام تھا

(سیر الصحابہ جلد دوم ۱۴۔ ۲۱۳)

صداقت و دیانتداری

صداقت، بے لوثی اور دیانتداری نے ان کو نہایت معتمد علیہ بنا دیا تھا ان کے ایک بھائی نے جو بزعم خود اپنے آپ کو عرب سمجھتے تھے ایک عربی خاتون کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ اس کے خاندان والوں نے جواب دیا کہ اگر بلالؓ ہمارے پاس آکر تصدیق کریں گے تو ہم کو خوشی منظور ہے۔ حضرت بلالؓ نے کہا۔

"صاحبو ! میں بلال بن رباحؓ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اخلاق و مذہب کے لحاظ سے یہ برا آدمی ہے اگر تم چاہو تو اس کے ساتھ بیاہ دو ورنہ انکار کرو۔ انہوں نے کہا! بلالؓ تم جس کے بھائی ہو گے اس سے تعلق پیدا کرنا ہمارے لئے عار نہیں۔ (سیر الصحابہ بحوالہ مستدرک حاکم)

روایتِ حدیث

سیدنا حضرت بلالؓ سے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت کعب بن عجرۃؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابو سعید خدری اور حضرت براء بن حاذبؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے علاوہ مدینہ شریف اور شام کے بڑے بڑے تابعین نے احادیث کی روایت کی ہے۔ سیدنا حضرت بلالؓ سے مروی احادیث کا تعلق زیادہ تر نماز اور روزہ کے متعلق ہے۔ آپؓ اس سلسلہ میں بے حد محتاط تھے۔ بدیں وجہ اس عاشق مصطفے ﷺ نے دوسرے صحابہ کے مقابلے میں کم احادیث نقل فرمائیں حالانکہ آپؓ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ خدمتِ نبوی میں گذرا۔

المختصر سیدنا حضرت بلالؓ توحید الہیہ کے دیوانے شمع رسالت کے پروانے اخلاقِ نبوی کے عکس دین اسلام کے مبلغ علم و عمل کے علمبردار محاسن و اخلاق کے جامع اور بے شمار خوبیوں اور خصائل کے حامل ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز صحابی رسول تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی خدمت نبوی کے لئے وقف کر دی تھی۔

مقام بلالؓ صحابہ کرام اور شعراء کرام لی نظر میں

صدف وار گوہر شناسانِ راز

دہاں بکند بجز گوہر باز

سیدنا حضرت بلالؓ کی حیات مبارک لازوال قربانیوں کی داستان طویل

ہے۔ ان کی ان قربانیوں کے سبب ان کو بارگاہ رسالت میں قرب حاصل تھا اسکی بنا پر تمام صحابہ کرامؓ ان کو محترم و محبوب جانتے تھے اور دل سے قدر کرتے تھے۔ ان کے جذبۂ عشقِ توحید سے شیفتگی اور رسالتِ مآب سے بے پناہ محبت کی وجہ سے صاحبِ نظر اہل ایمان ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ یہاں صرف چند امثال پیش خدمت ہیں تاہم اندھا کیا جانے بسنت کی بہار۔

سیدنا بلالؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نظر میں

سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کو سیدنا حضرت بلالؓ سے بے حدو حساب محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ آپؓ حضرت بلالؓ کی دورِ غلامی کی قربانیوں کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اکثر اوقات صحابہ کرامؓ کے سامنے ان کی تعریف اور ان پر ماضی میں ڈھائے جانے والے مظالم کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

آپؓ سیدنا حضرت بلالؓ کی تعریف میں یہ شعر بسا اوقات پڑھا کرتے تھے۔

هنيأ زادك الرحمن خيرا

فقد ادركت تادك يا بلالؓ

سیدنا بلالؓ حضرت فاروق اعظمؓ کی نظر میں

سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ حضرت بلالؓ کا بہت احترام فرمایا کرتے تھے اور آپؓ ان کی بہت قدر کرتے تھے بخاری شریف میں حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے۔

"ابو بکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار بلالؓ کو آزاد کرایا"

ایک روز اکابرین قریش حضرت ابو سفیان بن حربؓ، حضرت سہیل بن عمروؓ اور کچھ دیگر سرداران عرب قبائل حضرت عمرؓ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اس وقت حضرت بلالؓ اور حضرت صہیب رومیؓ بھی حضرت عمرؓ سے ملاقات کے لئے موجود تھے، حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ اور حضرت صہیبؓ کو ملاقات

کے لئے اندر بلا لیا تا کہ پہلے ان کی بات سنیں ابو سفیان کو یہ بات بہت ناگوار گذری اور وہ بہت برہم ہو کر ساتھیوں سے بولے۔

"آج جیسا دن ہم پر کبھی نہیں گذرا، حضرت عمرؓ نے ان لوگوں (غلاموں) کو اجازت دے دی اور اندر بلا لیا اور ہمیں دروازے پر ہی کھڑے رکھا"

اس پر سہیل بن عمروؓ جو زیادہ بردبار اور انصاف پسند تھے نے فرمایا

"اے میری قوم کے لوگو! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی۔ آج اگر تم کو غصہ نکالنا ہے تو اپنی جان پر نکالو۔ پوری قوم کو اسلام کی دعوت دی گئی اور ساتھ میں تم کو بھی اسلام کا پیغام پہنچایا گیا اور دعوتِ اسلام دی گئی۔ انہوں نے سبقت کی اور جلدی کی اور تم نے دیر کر دی اس دن کیا ہوگا جب قیامت کے دن وہ بلائے جائیں گے اور تم کو نظر انداز کر دیا جائیگا۔ (جہاد کشمیر ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء ص ۴)۔

اسلام میں سبقت لے جانے والے اور اللہ کی راہ میں مصائب والم کا سامنا کرنے والے عشاق رسول ﷺ حضرت بلالؓ اور صہیب رومیؓ کی عظمت اور شان کے پیشِ نظر وہ سیدنا حضرت عمرؓ نے ان کو سردارانِ قریش پر فوقیت دی تھی۔

بعض روایات میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو ہجرت مدینہ سے قبل سیدنا حضرت بلالؓ کا دینی بھائی بنایا تھا اس تعلق کی بنا پر حضرت عمرؓ سیدنا حضرت بلالؓ کا بہت احترام کرتے تھے۔ ایک روز سیدنا حضرت عمرؓ بازار سے گزر رہے تھے۔ آگے آگے حضرت بلالؓ تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں "یا سیدی بلالؓ" کہہ کر مخاطب کیا۔ بلاشبہ سیدنا حضرت بلالؓ کی شخصیت اہل ایمان وایقان کے نزدیک بہت معزز اور محترم تھی۔

سیدنا حضرت بلالؓ اور ذوالکلاع حمیری

ذوکلاع حمیری قبیلہ حمیر کے رئیس تھے آپؓ یمن اور طائف کے حاکم بھی تھے اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عمرؓ کیدور خلافت میں مدینہ منورہ تشریف لائے۔ ان کی جلالت و شوکت کا یہ عالم تھا کہ اسلام قبول کرنے سے قبل اس کے ایک لاکھ ہم قوم اس کو باضابطہ سجدہ کیا کرتے تھے۔ مدینہ میں ذوکلاعؓ ایک دن سیدنا حضرت بلالؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام دعا کے بعد عرض کیا کہ ذرا اپنے پاؤں پھیلا دیجئے۔ آپؓ عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ آپ کے پاؤں داب کر سعادت حاصل کروں۔

مولانا روم کا سیدنا بلالؓ کو خراج تحسین

محبت و وفا کے پیکر سیدنا حضرت بلالؓ کے بارے میں مولانا رومؒ نے اپنے احساسات کو اپنی مثنوی میں بہت خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے۔

آن بلالؓ صدق در بانگِ نماز حی راهی خواند از روئے نیاز
تابگفتند اے پیغمبرؐ نیست راست ایں خطا اکنوں که آغازِ نباست
اے نبی والے رسول کر دگار یك مؤذن که بود افصح بیار
عیب باشد اول دین و صلاح لحن خواندن حی علی الفلاح
خشمِ پیغمبرؐ بجوشید و بگفت یك دو رمزے از عنایات نهفت
کالے خساں نزدِ خدا حیّ بلالؓ بهتر از صد حی حی و قیل و قال

وا مشورانید تا من رازِ تان دوانگویم زآخر و آگازِ تان
گرنہ داری تو دم خوش در دعا رو دعا می خواہ زاخوانِ صفا

ترجمہ : حضرت بلالؓ وہ صادق شخصیت تھے کو ازان دیتے وقت حی کے لفظ کی ادائیگی ھی لفظ سے کر کے اظہارِ عجز کرتے۔ لیکن منافقوں نے اعتراض کیا کہ اے پیغمبرؐ یہ درست نہیں کہ اسلام کے آغاز میں ہی اتنی بڑی غلطی کر دی جائے۔ اس لئے اے اللہ کے رسولؐ اور نبیؐ ایک ایسا فصیح موذن لائیں جو الفاظ کی صحیح ادائیگی کی اہلیت رکھتا ہو۔ دین اور نیکی کے کاموں کے آغاز کے وقت حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا عیب بنے گا اس پر پیغمبرؐ کا غصہ جوش میں آیا اور اپنی پوشیدہ مہربانیوں کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اے کمینو! اللہ کے نزدیک بلالؓ کا ھی ، شوروغل کے سینکڑوں حی اور حی کے صحیح تلفظ سے بہتر ہے۔ مجھے جوش نہ دلاؤ ورنہ میں تمہارے رازوں کو اول سے آخر تک فاش کروں گا۔ اگر تم دعا میں اچھا دم نہیں رکھتے ہو تو جا کر اہل صفا سے دعا کے طالب بنو۔

علامہ اقبال کا نذرانہ عقیدت سیدنا بلالؓ کے حضور

چمک اٹھا جو ستارہ تیرے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے تیرے غم کدے کی آبادی
تیری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کیلئے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

نظر تھی صورتِ سلمانؓ ادا شناس تیری
شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تیری
تجھے نظارے کا مثل کلیم سودا تھا
اویس طاقتِ دیدار کو ترستا تھا

مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا
تیرے لئے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا
تیری نظر کو رہی دید میں بھی حسرتِ دید
خنک دے کہ تپید د ے نیاسائید

گری وہ برق تیری جاں نا شکیبا پر
کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰ پر

تپش ز شعلہ گر فتند و بر دل تو زدند
چہ برقِ جلوہ نجاشاک حاصلِ تو زدند
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

سیدنا بلالؓ کی مدح سرائی شبلی نعمانی کے قلم سے

بارگاہ نبوی کے جو موذن تھے بلالؓ
کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
جب چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں
جا کے انصار و مہاجرین سے کہا یہ کھل کے
ہوں غلام ابن غلام اور حبشی زادہ
یہ بھی سن لو کہ میرے پاس نہیں دولت و زر
ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے
ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے عذر
گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور

جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر

عہد فاروقی میں جس دن کہ ہوئی ان کی وفات

یہ کہا حضرت فاروق نے بادیدہ تر

اُٹھ گیا آج زمانہ سے ہمارا آقا

اُٹھ گیا آج نقیبِ چشم پیغمبر ﷺ

اس مساوات پہ ہے معشرِ اسلام کو ناز

نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلم اکبر

ایک حق شناس مغربی مورخ کے اقوال جن کو شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے منظوم کر کے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ علامہ اقبال اس نظم میں سکندر رومی اور سیدنا حضرت بلال رض حبشی کا تضاد یوں پیش کرتے ہیں:

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے

اہل قلم میں جس کا بہت احترام تھا

جولان گہ سکندر رومی تھا ایشیا

گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام

تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے

دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا

دنیا کے اس شہنشہ انجم سپاہ کو

حیرت سے دیکھتا فلکِ نیلی فام تھا

آج ایشیا میں اس کو کوئی جانتا نہیں

تاریخ داں بھی تو اسے پہنچانتا نہیں

لیکن بلالؓ وہ حبشی زادہ حقیر
فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر
جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلالؓ
محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر
ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز
صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوشِ چرخ پیر
اقبال کس عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام

مطلوب و مقصودِ بندۂ مومن

بندہ حرص وہوا اور بندۂ مومن اگرچہ اسی کائنات کا حصہ ہیں اور دونوں اسی دنیا کے باسی ہیں لیکن کرگس کا جہاں اور شاہین کا جہاں اور۔ بندۂ مومن حرص وہوا۔ کا مطلوب و مقصود ارتکاز دولت وثروت زیب وزینت دنیوی اور جائیداد وجاگیر ہوتا ہے۔ وہ خالصتاً مادہ پرست ہوتا ہے۔ اس کے مقصدِ حیات کا محور و مرکز زیادہ سے زیادہ دنیاوی وسائل کا حصول اور اجتماع ہے۔ مادہ پرستی جاہ و حشمت اور شان وشوکتِ دنیاوی سے بے پناہ محبت اس کا شیوہ ہوتا ہے۔ اور یہ سب چیزیں اس کے رگ وریشہ میں سما چکی ہوتی ہیں لیکن اس کے برعکس ایک بندۂ مومن خصوصاً خدا کے محبوب بندگان کی نظر میں دنیوی مال واسباب اور وسائل اگرچہ بے مقصد اور بے کار نہیں تاہم ان کے نزدیک دنیاوی وسائل یقیناً حقیر ضرور ہیں۔ خدا کے محبوب بندوں کا مطلوب و مقصود اور ترجیحات صرف اور صرف خدا کی خوشنودی اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ ان کی اول اور آخر رغبت اور غرض وغائتِ زندگی ان انعامات کا حصول ہے۔ جو اللہ کے پاس ہیں تفقہ فی الدین، حب الٰہی ورسول، شفقتِ قرآن وحدیث فقر وقناعت اور تقویٰ وتوکل ان بندگان خدا کی کتاب زندگی کا اہم باب ہوتا ہے۔ ہمارے سامنے انبیاء کرام خصوصاً سردار انبیاء نبی مکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ اور حیات طیبہ ایک کھلی کتاب ہے اور دنیا والوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ دولت وثروت مال وزر اور املاک وجائیداد کے حصول کے لئے کچھ نہیں کیا۔ ساری عمر بوریہ نشینی میں گذاری دی جو ماتا اللہ کی

راہ پر خرچ کر دیا جاتا اور اکثر آپؐ مال دنیا لوگوں میں تقسیم فرما کر خالی ہاتھ ازواج مطہرات کے حجروں میں لوٹتے کئی کئی دن چولہا گرم نہ ہوتا۔ اکثر فقر و فاقہ کی حالت میں شب و روز بسر ہوتے۔ حضور اکرم نبی رحمت ﷺ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپؐ نے ایک دن مسجد نبوی میں خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"خدا نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے کہ یا دنیا کو پسند کرے یا خدا کے پاس جو انعامات ہیں ان کو حاصل کر لے سو اس نے وہی چیز پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے۔ (بخاری و مسلم)

یہی واقعہ مدارج النبوت (اردو ترجمہ جلد دوم از مولانا عبدالمصطفےٰ محمد اشرف نقشبندی ص ۶۶۲) میں حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دو باتوں میں سے ایک بات پسند کرے زیب و زینت دنیوی زندگی کی یا اجر و ثوابِ آخرت جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے"

حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ واقعات ایام مرض میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سرور عالمؐ کے گھر میں سات دینار تھے ظاہر ہے کہ وہ کہیں سے لائے تھے وہ تمام ہی فقیروں میں بانٹ دیئے گئے ان میں سے صرف چھے یا سات درھم گھر میں باقی پڑے تھے۔ پس آنحضرت ﷺ دنیا سے رخصت نہ ہوئے جب تک کہ وہ بھی تقسیم نہ فرما دیئے گئے۔ حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سات دینار تھے وہ سیدہ عائشہؓ کے پاس رکھے ہوئے تھے آپؐ بیمار پڑے تو فرمایا کہ وہ سونا بھیج دو تا کہ تقسیم کر دوں۔ اس کے بعد آپؐ بے ہوش ہو گئے اور آنحضرتؐ کی خدمت گذاری کے باعث سیدہ وہ کام نہ کر

سکیں۔ حتی کہ آنحضرتؐ نے تین مرتبہ فرمایا اور ہر بار بے ہوشی عارض ہو جاتی تھی اور سیدہ عائشہؓ مشغول ہو جاتی تھیں پس وہ حضرت علیؓ کو بھیج دیئے گئے کہ وہ خرچ (صدقہ و خیرات) کر دیں۔ آپؐ پھر بے ہوش ہو گئے پھر ہوش میں آئے اور پوچھا کیا تو نے وہ صدقہ کر دیئے ہیں۔ سیدہ نے عرض کیا کہ میں نے ابھی نہیں کئے ہیں۔ پس وہ واپس منگوائے اور وہ سونے کے پترے آپؐ نے اپنی ہتھیلی میں لے لئے۔ اور فرمایا:

"تمہارا کیا گمان ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پروردگار سے ملے گا تو یہ سونے کے پترے بھی ساتھ ہی ہوں گے۔ (مدارج النبوت جلد ۲ ص ۶۸۱ بحوالہ البیہقی) سیدہ عائشہ نے اس شب چراغ میں تیل ایک انصاری عورت سے مستعار لے کر ڈالا۔ شاہِ دو جہاں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے بھی اس روش پر زندگیاں گذار دیں خلیفہ اول نے کوئی جائیداد نہ بنائی۔ بڑی سادہ زندگی گذاری۔ اندرے سرو ئیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سادہ زندگی پسند کرتے تھے خلیفہ بن جانے کے باوجود آپؓ نے غربت کی حالت میں زندگی بسر کی۔ آپ نے جب انتقال فرمایا تو ترکہ میں ایک بوسیدہ قمیض، ایک غلام اور ایک اونٹ چھوڑا (تاریخ اسلام ص ۲۲۱ از پروفیسر غلام رسول) حضرت عمر فاروق خلیفہ ثانیؓ نے بھی وفات کے وقت کوئی خاص جائیداد نہ چھوڑی۔ مرنے سے پہلے اپنے فرزند عبداللہؓ کو وصیت فرمائی کہ میرے بعد میرا قرض ادا کر دینا۔ اگر میرے متروکہ مال میں سے ادا نہ ہو سکے تو خاندان عدی سے درخواست کرنا اگر ان سے بھی نہ ہو سکے تو کل قریش سے۔ قریش کے علاوہ کسی کو تکلیف نہ دینا (شاہ معین الدین ندوی تاریخ اسلام حصہ اول ص ۱۸۷)

حضرت علیؓ نے تو فقر و قناعت کی حد ہی کر دی تھی آپؓ فرماتے ہیں "دنیا مردار ہے جو اسے حاصل کرنا چاہے اسے کتوں کی صحبت کے لئے تیار رہنا چاہیئے (امام نودی حصہ اول ص ۳۴۶) آپؓ مدینہ سے کوفہ منتقل ہوئے تو دار الامادت کی بجائے ایک میدان میں فرد کش ہوئے اور فرمایا:

"عمر بن خطابؓ نے ہمیشہ عالیشان محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا مجھے بھی اس کی ضرورت نہیں۔ میدان میرے لئے بس کافی ہے" (شاہ معین الدین ندوی خلفاء راشدین ص ۳۵۷)

حضرت ابو ذر غفاریؓ ایک معزز صحابی رسولؐ تھے آپؓ کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں آپؓ نے صبر د توکل اور فقر و قناعت کی حالت میں زندگی بسر کی آپؓ کا عقیدہ تھا کہ کل کے لئے بچا کر نہیں رکھنا چاہیئے قیام دمشق کے دوران عقیدہ کے اسی اختلاف کے باعث ان کی شان و شوکت اور کروفر سے زندگی کے قائل حاکم شام امیر معاویہ سے نہ بن آئی تو آپؓ شام سے نقلمکانی کر گئے۔ شیخین (حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ) کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ لوگوں میں مال و دولت سے رغبت پیدا ہوگئی ہے۔ سادہ لباس کی جگہ پُر تکلیف ملبوسات کا استعمال شروع ہو گیا ہے۔ فتوحات اور مال غنیمت کی کثرت نے خزانوں کی بنیاد رکھ دی ہے۔ سادہ مکانات کی بجائے محلات کی تعمیر شروع ہو گئی۔ ابو ذرؓ یہ محلات دیکھ کر بے چین ہو گئے انہوں نے پوری قوت سے مسلمانوں کو پکارا کہ بھائیو! مال و دولت جمع کرنے اور عیش تنعم کی زندگی گزارنے میں ہلاکت ہے۔ غریب لوگ تو ابو ذر غفاری کا پیغام سن کر ان پر پروانوں کی طرح گرے لیکن اغنیاء ان سے کھٹکنے لگے۔ اسی بناء پر ان کی امیر

معاویہ سے ٹھن گئی اور آپؓ ملک شام سے مدینہ پہنچے اور پھر حضرت عثمانؓ سے ملاقات کے بعد صحرائے عرب میں ربذہ بنامی ویرانے میں سکونت اختیار کرلی اور وہیں ۳۱ھ یا ۳۲ھ میں کسی پرسی کی حالت میں وفات پائی۔ ابوذر غفاریؓ کے پاس ایک ان کی رفیقہ حیات اور ایک لڑکی موجود تھی۔ آپؓ پر نزع کی حالت طاری ہوئی تو آپؓ کی اہلیہ رونے لگیں۔ حضرت ابوذرؓ نے نحیف آواز میں پوچھا' روتی کیوں ہو' جواب دیا" آپؓ ایک ویرانے میں دم توڑ رہے ہیں نہ میرے پاس اتنا کپڑا ہے کہ آپ کو کفن دے سکوں نہ میرے بازوں میں اتنی طاقت ہے کہ آپ کی ابدی خوابگاہ تیار کو سکوں'

حضرت ابوذرؓ نے نبی کریمؐ کی ایک حدیث سنائی اور فرمایا تم باہر جاکر دیکھو کوئی جماعت ضرور آتی ہو گی۔ چنانچہ یمن سے ایک قافلہ اترا جس میں عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے۔ انہوں نے حضرت ابو ذرؓ غفاری کے کفن دفن کا بندوبست کیا اور چلے گئے اور ان کے خاندان کو بھی ہمراہ لے گئے۔ سیدنا حضرت بلالؓ نشہ توحید میں مست اور عشق رسولؐ میں فنا تھے آپ ہر وقت خدمتِ نبوی میں تعمیل کے لئے حاضر رہتے اور جو کچھ بارگاہِ نبوی سے میسر آتا اسی پر اکتفا کرتے آپ کا یہ معمول حیات طیبہ کے آخری لمحات تک جاری رہا۔ حضور اکرم ﷺ کی رحلت کے کچھ عرصہ بعد آپ دمشق کے مضافات میں قصبہ خولان میں جا بسے۔

تمام صحابہ کرامؓ قرب بارگاہِ نبوی کے باعث سیدنا حضرت بلالؓ کا بہت احترام کرتے تھے۔ خصوصاً سیدنا حضرت فاروقؓ تو آپؓ کا بے حد احترام کرتے تھے اور انہیں "یا سیدی بلالؓ" کہہ کر خطاب فرمایا کرتے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے سیدنا حضرت بلالؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ "اے بلالؓ فقیر اور مسکین کی طرح دنیا

سے رخصت ہونا اور مالدار کی حیثیت سے اٹھائے جانے کی تمنا نہ کرنا"

حضور اکرمؐ کا یہ فرمان صرف بلالؓ پر صادق نہیں آتا بلکہ خود رحمت عالمؐ دعا فرمایا کرتے تھے کہ :

"اے اللہ ! زندگی میں بھی مجھے مسکین رکھ اور مسکین کی حالت میں موت عطا فرما اور میرا حشر مسکینوں کی جماعت میں فرما"

حضور ﷺ کا یہ ارشاد تمام امتیوں کے لئے بھی ہے کہ وہ غریب مسکینوں یتیموں اور بیوائوں کی مدد اور خبر گیری کریں نہ خود مال و دولت جمع کرنے لگ جائیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عاشق رسولؐ سیدنا بلالؓ نے اپنے محبوبؐ کے ارشاد کی کما حقہ تعمیل فرمائی۔ غلامی سے نجات کے بعد مکی زندگی ہو یا مدنی یا پھر قیام شام آپؓ نے اپنے محبوبؐ آقا سرکار دو عالم ﷺ کی محبت ان کی خدمت اور ارشادات کی تعمیل کو اپنا وظیفہ اور سرمایہ حیات بنائے رکھا اور آخری لمحات تک فقر و قناعت اور مسکینی کی زندگی اپنائے رکھی۔ ان سب حقائق کو اگر سامنے رکھا جائے ۔ تو اول تو یہ بات صریحاً نہ صرف غیر حقیقی بلکہ غیر منطقی معلوم ہوتی ہے کہ فتح شام کے بعد سیدنا حضرت بلالؓ نے قطعہ اراضی کے حصول کے لئے سیدنا حضرت عمر فاروقؓ سے درخواست کی ہو جبکہ آپ ایک بے نیاز فاقہ مست بزرگ صحابی تھے پھر یہ بات اور بھی تعجب انگیز دکھائی دیتی ہے کہ سیدنا حضرت عمرؓ جیسے عظیم خلیفہ راشد نے سیدنا حضرت بلالؓ جیسے معزز و محترم عاشق رسول کی درخواست کو حقارت سے رد کر دیا ہو۔ یہ صرف مادیت اور دولت پرست بیمار ذہنیت کی اختراع ہی ہو سکتی ہے ورنہ تاریخ میں تو اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ یہ بات بھی ثابت ہے کہ قصبہ خولان میں سیدنا حضرت بلالؓ کی کچھ زرعی زمین تھی

آپؓ اپنے دینی بھائی حضرت ابورویحہؓ کے ساتھ مل کر کھیتی باڑی کرتے تھے لیکن اس سے صرف باعزت گذر اوقات ہی ہوتی تھی اور یہ حقیقت ہے آپؓ نے حضور اکرم ﷺ کی وصیت کے مطابق مسکینی کی حالت میں ہی وفات پائی۔ (واللہ عالم)
معترض نے عہد خلافتِ فاروقی میں بلالؓ کو شام کے مقبوضات میں قطعہ اراضی دینے سے انکار کا واقعہ حضرت عمرؓ سے منسوب کیا ہے۔ دراصل حضرت عمرؓ نے بلال بن حارثؓ کو کچھ اراضی آباد کاری کی شرط پر دی تھی لیکن بلال نے شرط پوری نہ کی تو اراضی واپس لے لی۔ لیکن واقعہ مذکور سے بلال حبشی کا تعلق نہیں۔
(بحوالہ اروالغلیل جلد ۲ ناصر الدین الالبانی)

انسانوں کا جنگل

یہ دنیا بہت وسیع و عریض جنگل ہے۔ انسانوں کا بیکراں جنگل یہاں انسانوں کے اس جنگل میں خاردار جھاڑیاں ہیں۔ دریا ہیں۔ سمندر ہیں اور اس جنگل میں بڑے بڑے غار ہیں۔ پہاڑ ہیں، بہتے ہوئے آبشاریں اور چشمیں ہیں کہیں پانی کے اور کہیں مائع تیل کے۔ پہاڑ ہوں یا سمندر دریا یا نہریں غاریں ہوں یا گھاٹیاں میدان ہوں یا وادیاں ہر جگہ انسانوں کا جنگل ہے۔ اس جنگل میں پھلدار درخت بھی ہیں اور وہ بھی جن کو کوئی پھل نہیں لگتا۔ وہ صرف درخت ہیں۔ اس جنگل میں خوبصورت پھول بھی ملتے ہیں اور یہ پھول کچھ خوشبودار بھی ہوتے ہیں اور کچھ محض خوبصورت پھول ہی ہوتے ہیں مگر ان میں خوشبو نہیں۔ پھل میٹھے بھی اور کڑوے بھی کیا نہیں انسانوں کے اس جنگل میں۔ یہ جنگل قدرت کا کارخانہ ہے کرشمہ ہے انسانوں کے اس جنگل میں انسان مغرب کا ہو یا صحرائے عرب کا انڈونیشیا کا ہو انڈیا کا روس کا ہو یا جاپان کا آخر ہیں تو سبھی انسان۔ پھر قدرت کا یہ کتنا بڑا کمال ہے کتنا حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ شمال و جنوب اور مشرق و مگرب کے انسانوں کی ساخت ایک جیسی ہونے کے باوجود ہر انسان شکل و صورت میں ایک دوسرے سے الگ اور مختلف ہے۔ ہر انسان کی شناخت اور پہچان الگ الگ ہے لیکن حقیقت میں یہ پہچان شناخت اور معارفت خالق کائنات کی بھی ہے تاکہ انسان یہاں ایک دوسرے کو پہچانیں اپنے خالق کو بھی پہچانیں کہ وہ ایک ہے۔ واحدہ لاشریک ہے اور قادر مطلق ہے۔ مگر انسان بھٹک گیا ہے اور بھٹک جانا اس کی

خاصیت ہے اور جب کوئی اتنے بڑے جنگل میں بھٹک جائے تو پھر راہ راست پر لے آنا کوئی آسان نہیں۔انسانوں کے اس جنگل میں ہر کوئی تنہا ہے دوسروں سے بیگانہ ہے اور پھر ہر انسان دوسرے انسان سے خوفزدہ ہے دن کو بھی اور رات کو بھی گھر میں بھی اور باہر بھی۔ انسانوں کے اتنے بڑے جنگل میں انسان کا انسان سے دھشت زدہ ہونا چہ معنی دارد۔ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ اتنا درندوں چڑیلوں بھوتوں اژدھوں اور دیگر حشرات الارض سے کبھی دھشت زدہ نہیں ہوا۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان انسان سے محبت کرنے کی بجائے دھشت گردی پر اتر آیا ہے۔اس جنگل کے انسانوں کی انسانیت مال دولت کی چکاچوند میں کھو گئی ہے یا پھر شاید انسانیت کسی راکٹ پر سوار ہو کر انسانوں کے جنگل سے رخصت ہو گئی ہے۔ خیر جنگل تو آخر کار جنگل ہی ہوتا ہے۔ انسانوں کے اس جنگل کا ماضی کتنا بھیانک تھا پرانے زمانے میں اس جنگل میں طاقتور شکاری انسان کمزور انسانوں کا شکار کھیلا کرتے تھے اور ان کی گردن دبوچ لیتے تھے انہیں غلام بنا لیتے تھے انسانوں کا غلام بنانا ہر دور میں طاقتور انسانوں کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔بادشاہوں آمروں اور سرداروں، چوہدریوں، پنڈتوں پروھتوں اور پادریوں کی شکل میں بڑے بڑے خطرناک شکاری تھے امیہ بن خلف ابو جہل اور ابو لہب کی شکل میں کیسے کیسے انسانیت کے شکاری تھے ان کی کیسی ہیبت تھی ان کا کیسا سلوک تھا اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ۔بادشاہ اور آمر ماضی میں اقوام کو کس کس انداز میں غلام بنا لیتے تھے اور انسانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کے لئے ایسی بربریت خون آشنای اور تباہ کاریاں کہ الحفیظ والامان۔ چھوٹے پیمانے پر مگر ہر جگہ سرداروں اور چوہدریوں کا رویہ انسانیت سے کیسا تھا۔پنڈتوں پروھتوں اور پادریوں کے

خوبصورت جالوں سے کون واقف نہیں۔ شکاری اُس دور میں بھی تھے اور آج بھی غلامی کا رواج ماضی میں بھی تھا اور آج بھی مگر پہلے سے بدتر شکل میں ابو لہبی اُس دور میں بھی تھی امیہ بن خلف اور ابو جہل اس دور میں بھی خوف و خطر وحشت و بربریت اور دہشت کی علامت تھے اور آج بھی۔ مگر آخر یہ سب ظالم انسانیت کے بدترین دشمن حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے۔ امیہ بن خلف اور اس کا کوڑا اس کے ساتھ ہی پیوند زمین ہو گیا۔ ابو جہل کی جہالت اور غزوہ بدر میں خاک و خون میں غلطیدن ہوا۔ مگر حبشی غلام اور اس کے ساتھی آج بھی زندہ ہیں۔ ان کو دوام ہے۔ یہ سب اس انقلاب کا فیض تھا جو دنیا کے مظلوموں کی نجات اور انسانیت کی احیا اور بقا کے لئے صحرائے عرب سے اٹھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے قیصر و کسریٰ جیسے ان گنت انسان دشمن ظالموں کو پسپا کر لے گیا۔ انسانیت کا بول بالا ہوا۔ ملی راحت غلاموں کو یتیموں کو قرار آیا۔

انتہائی سائنسی ترقی اور جمہوریت کے جدید دور میں بھی انسان انسان کا شکار کرنے میں مصروف ہے۔ انسان انسانوں کو غلام بنانے کے لئے سائنسی ترقی کے بل بوتے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ سائنسی ایجادات نے فاصلے سمٹ دیئے ہیں اور شکاریوں کا کام آسان کر دیا ہے۔ اب نئے شکاری اور نئے جال اور نئے انداز کے ساتھ میدان میں اتر آئے ہیں یہ کام مقامی سطح پر بھی بین الاقوامی سطح پر بھی ہر جگہ جاری ہے۔ آخر یہ تباہ کن اور مہلک ہتھیار کس کام آئیں گے۔ سیم و زر کا ہتھیار لوگوں کو غلام بنانے کے لئے ہر دور میں کامیاب رہا ہے۔ ان شکاریوں کی نظریں اس قطعہ اراضی پر ہیں جہاں سے آج سے چودہ سو سال قبل نورانی انقلاب کی کرنیں پھوٹی تھیں اور ان کا اولین شکار براہِ راست مسلم امہ ہے۔

مہلک حربی ہتھیاروں کے ساتھ ساتھ I.M.F اور ورلڈ بینک کے سنہری جال اس قوم کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے بے تاب ہیں۔ جمہوریت کا خوبصورت نظام جس میں انسانوں کے سر گنے جاتے ہیں۔ انسانوں کو تولا نہیں جاتا۔ اس نظام میں گھوڑے گدھے اور بھیڑ بکری کے سروں کی قیمت ایک ہی ہوتی ہے۔ جمہوریت اہل مغرب کا دنیا والوں کے لئے انسانوں کے جنگل کے لئے ایک خوبصورت تحفہ ہے مگر صرف تعریف کے لحاظ سے۔ یعنی لوگوں کی حکومت لوگوں کے لئے اور لوگوں کی طرف سے۔ بہت خوبصورت چیز ہے یہ۔ لیکن اہل مشرق کو یہ راس نہیں آتی۔ اس دور میں اس نظام کے تحت ہر ایک کو مکمل آزادی ہے کہ وہ جو چاہے کرے کھل کھیل ہے۔ امیہ کا کوڑا یہاں دکھائی نہیں دیتا تاہم ہر طرف غلام ہیں اور امیہ کے ان گنت خفیہ ہاتھ۔ کلاشنکوف ہے۔ جو کوڑے سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔ ووٹر سے ظاہری طور پر ووٹ مانگے جاتے ہیں اور گن پوائنٹ پر حاصل کئے جاتے ہیں۔ کمزور امیدواروں کو بیلٹ سے نہیں بلٹ کے خوف سے راستے سے ہٹایا جاتا ہے۔ اور ایک طاقتور اور خطرناک امیدوار بلا مقابلہ منتخب قرار دیا جاتا ہے۔ جس کو عوام منتخب ہی نہ کریں وہ عوام کا منتخب نمائندہ کیسے ٹھہرا۔ بلا مقابلہ منتخب امیدواران کے حق میں اور مخالفت میں ووٹنگ ہو اور بھاری اکثریت اس کے حق میں بلا کسی دباؤ کے ووٹ ڈالے تو تب اس کو بلا مقابلہ نمائندہ قرار دیا جانا درست ہے ورنہ ------------------

پاکستان میں ۱۹۷۱ء میں منصفانہ انتخابات ہوئے تھے پھر مشرقی پاکستان کے حالات دگرگوں ہوئے ملٹری اپریشن کے بعد خالی نشستوں پر ضمنی انتخابات ہوئے۔ یہ خوف وہراس کا دور تھا۔ بہت سے لوگ بلا مقابلہ منتخب ہوئے اور پھر

کیا ہوا۔ سب کو معلوم ہے اور تاریخ کے اوراق کے سینے پر محکم طور پر نقش ہے تا کہ اس جنگل کے انسان عبرت حاصل کریں۔ سبقِ سیکھیں اور توبہ کریں۔ مگر جنگل میں کون کسی کی سنتا ہے۔ جمہور کے الیکشن ہوتے ہیں گن بردار لوگوں کو کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں :

" اوئے توں ایس پنڈ وچ رہنائیں۔ جے توں ساڈی گل نئیں منی تے ایدا نتیجہ چنگا نئیں ہووے گا "

پولنگ کے موقع پر بیلٹ پیپرز کی کاپیاں چھیننے اور تھیلے لے اڑنے کی خبریں بھی آتی ہیں۔ امیہ اور ابو لہبی ہر دور میں انسانوں کے جنگل میں طاقتور رہی ہے۔ لیکن بات ہر امیہ ہر ابو جہل اور ابو لہب کو یاد ہونی چاہیئے کہ مظلوموں اور غلاموں کی آہ سرد یا آہِ گرم آخر کار پورے جنگل کو جلا کر خاکستر کر دیا کرتی ہے۔

دنیا کے اس جنگل میں کتنی تاریکی ہے ظلمت ہے اور ہر طرف خوف و ہراس کے مہیب سائے گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ انسانیت خوف زدہ ہے ہر کوئی پریشان ہے۔ یہ کیسی جمہوریت ہے اور کیسا نظام ہے۔

انسانوں کے اس جنگل میں بھی اکیلا ہوں اور میری طرح تم بھی اور دنیا کے سارے انسان تنہا و یکا ہیں خوف ہے دھشت ہے اور ہر طرف وحشت رقص کناں ہے۔ دیکھیئے شبِ تاریک سے سپیدۂ سحر کے آثار مشرق سے نمودار ہو رہے ہیں ہو سکتا ہے صبح ہوتے ہی شاید سپیدۂ سحر کی نورانی کرنیں میرے ہمارے اور ہم سب کے نہاں خانوں اور دلوں کی تاریکی کو مٹا کر انہیں روشن کر دیں اور ہماری قسمت کا ستارہ چمک اٹھے۔ آیئے اس دنیا کے جنگل میں رہنے والے سبھی ایک ہو جائیں۔ پیار اور محبت کی جوت جگائیں۔ تاریکی اور نفرت کو مٹا ڈالیں آخر سبھی

فرزندان آدم ہیں ہم سب کا خدا ایک ہے پھر ایک رسول اور ایک قرآن۔ یہ درس بھول گیا ہے انسان اور اس کی قسمت سے کھیل رہا ہے۔ یقیناً شیطان۔ انسان کا لفظ یہاں نسیان کے معنی رکھتا ہو وہاں اس لفظ کو چھوڑ دیں اور پیار د محبت کا راستہ اپنائیں اسی میں انسان کی بقا اور فلاح ہے۔ کتنا خوبصورت اور پیارا راستہ ہے۔ اگر ہم ایسا نہ کرپائے تو یاد رکھئے خوفناک گرج کڑک اور بجلی کی وحشتناک چمک اور سیاہ بادل ہم سب کو انسانوں کے اس سارے جنگل کو گھیرے میں لینے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ جس طرح قوم نوح کو انہوں نے گھر لیا تھا۔ جیسا کہ قوم عاد و ثمود سے ہوا تھا۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔ (آمین)

تشکر و دُعا

میں ممنون ہوں (بے حدو حساب) خداوند قدوس کا جس نے مجھے انسانوں میں سے ایک انسان پیدا کیا۔ اگرچہ میں بچپن میں ہی معذور ہو گیا تھا مگر میں مشکور ہوں قادر مطلق رحیم ورحمن خالقِ کائنات کا کہ اس نے میری معذوری کا مداوا بڑے احسن طریقے سے کیا۔ زمین پر چلنے پھرنے کے لئے میرے دائیں ہاتھ میں لکڑی کا بے جان ڈنڈا تھما دیا جو میرے نحیف بدن کے بوجھ کو زندہ اور صحت مند انسانوں کے مقابلے میں زیادہ بُردباری سے اٹھائے رکھتا ہے اور میں اس کی مدد سے جب چاہوں اللہ کی زمین پر چل پھر لیتا ہوں میں خدائے ذوالجلال والاکرام کا بے حد مشکور ہوں کہ اس نے میری معذوری کا احساس ختم کرنے کیلئے مجھے تحفے کے طور پر علم وعرفان کا خوبصورت تحفہ عطا فرمایا اور مجھے تاریکی اور جہالت سے نکالا۔

میں خدائے بزرگ وبرتر کا اس لئے بھی مشکور ہوں کہ اس نے میرے ایک ہاتھ میں ڈنڈا دیا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں قلم بھی تھما دیا تاکہ میں لکھنا پڑھنا سیکھوں۔ ذات باری تعالیٰ کی حمد وثناء اور مدح سرائی میں قلم بروئے کار لاؤں۔ میں باریِ تعالیٰ کا بہت احسان مند ہوں اس نے مجھے ایمان وایقان کی دولت سے مالا مال کیا حضور سرور کائنات ﷺ کا امتی ہونے کا شرف بخشا۔ حضور ﷺ اکرمؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام سے محبت کا شاندار جذبہ عطا فرمایا۔

میں ذات الٰہی کا ممنون و مشکور ہوں کہ اس نے مجھے "قرآن کے صوتی اثرات" اور "تاریخ اسلام" پر قلم اٹھانے کی ہمت اور توفیق بخشی۔ (یہ دونوں کتب طباعت کے آخری مرحلے میں ہیں)

میں کیسے اس ذاتِ کریم کا حق تشکر ادا کروں جس نے مجھے خادم رسول ؐ امام المؤذنین سیدنا حضرت بلالؓ جیسے عظیم المرتبت اور عالی مقام صحابی رسول کے حالاتِ زندگی رقم کرنے کی طاقت اور توفیق عطا فرمائی۔ آج جب میں یہ آخری سطور لکھ رہا ہوں تو اپنے آپ کو کتنا خوش نصیب محسوس کر رہا ہوں۔

میں خدائے تعالےٰ کے بعد اس کے بندوں کا بھی بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے زندگی کے سفر میں کسی نہ کسی موقع پر میری مدد کی خاص طور پر حصول تعلیم کی جدو جہد میں۔ میں اپنے شفیق والد گرامی اور بے حد مہربان والدہ ماجدہ کا نہایت ادب و احترام سے مشکور ہوں جنہوں نے نہایت شفقت اور پیار سے مجھے پالا اور نامساعد حالات میں حصول تعلیم میں میری مدد فرمائی اور ہمیشہ میرے لئے میری کامیابی کے لئے دعاگو رہے۔

آج جب میں ان کے فیضان سے ان سے دور یہ سطور لکھ رہا ہوں تو وہ مجھے بہت یاد آرہے ہیں اور میں تصور میں ان کو ان کی ابدی خوابگاہوں میں لیٹے ہوئے عجیب سا محسوس کر رہا ہوں۔ جیسے میں نے سب کچھ کھو دیا ہے۔ میرے پاس ان کیلئے آنسوؤں اور دعاؤں کے سوا کچھ بھی تو نہیں۔ خدا انہیں جنتِ فردوس میں جگہ دے۔

میں مشکور ہوں محترم ماسٹر ارشد صاحب، حافظ مشتاق صاحب اور ڈاکٹر حفیظ صاحب اور کالج کے لائبریرین فیاض احمد بخاری صاحب کا جنہوں نے سیدنا

حضرت بلالؓ کے بارے میں یہ کتاب لکھنے اور مواد فراہم کرنے میں خلوص دل سے میری معاونت کی۔ میں ان تمام اپنے اور بے گانوں کا از حد ممنون ہوں جنہوں نے مجھ سے میری معذوری کے باعث نفرت کی میری کاوشوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھا اگر یہ لوگ ایسا رویہ اختیار نہ کرتے تو شاید مجھے زندگی کے سفر میں آگے بڑھنے کے لئے جدو جہد کا احساس نہ ہوتا اور یقیناً زندگی کی دوڑ میں میں بہت پیچھے رہ جاتا اور شاید لوگوں کے پاؤں تلے روند دیا جایا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی نفرت اور حقارت جو وہ میرے بارے میں اپنے دلوں میں رکھتے تھے کو بروقت دیکھ لیا اور اس نے کرم کیا میرے لئے دروزاے کھول دیئے اور میں ترقی کی راہ پر چلنے لگا۔ مجھے ماضی کی ہر چیز ہر واقعہ اور تمام چہرے ان پر پائے جانے والے اندر کے احساسات یاد ہیں اور میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ خدا ہر ایک کو ھدایات دے۔

آخر میں میں اس شخصیت کا تہہ دل سے مشکور ہوں جس نے عجیب انداز میں ایک مسلمان ہوتے ہوئے بھی اسلام اور صحابہ کرام کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار اعتراضات کی شکل میں کیا۔ اس کی اس گفتگو نے مجھے میری کم علمی اور کم مائیگی کا شدید احساس دلایا۔ اس وقت اس کی گفتگو مجھے واقعی ناگوار گذری لیکن اگر وہ یہ ناگوار گفتگو نہ کرتا تو شاید مجھے اپنی حیثیت کا کبھی احساس نہ ہوتا۔ میں اس کا ایک بار پھر احسان مند ہوں کہ اسی کی وجہ سے اس خیر پر امادہ ہوا کہ مین سیدنا حضرت بلالؓ کی حالات زندگی پر مبنی ایک کتاب لکھوں آج مجھے خوشی ہے کہ میں نے یہ نیک کام مکمل کر ہی لیا۔

میں بارگاہِ ایزادی میں دست بدعا ہوں کہ مجھے اور میرے اہل و عیال کو

سیدنا حضرت بلالؓ کے صدقے شیطان حاسدین، ظالموں اور ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھے ہمارے ایمان محفوظ رہیں دنیا اور آخرت میں عزت و بخشش عطا فرمائے۔

اے باری تعالیٰ تو مجھ سے اور میری ذریت سے تمام برائیاں دور کر دے اور بری عادتوں سے چھٹکارا دلا دے۔ تو بڑا ہی غفور و الرحیم ہے۔ تو اب الرحیم ہے۔ شفیع ہے اور بے نیاز ہے تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے ذلیل و خوار کرتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں خیر ہے اور تو بلاشبہ حی و قیوم ہے۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے تو ہی ہمیشہ قائم رہنے والا خدا ہے۔ تو بے نیاز اور تمام کائنات تیری ہی محتاج ہے۔

اے رب العلمین ساری کائنات کے وارث خدا!

تیرہ و تاریک شب میں ہماری راہ نمائی فرما۔ ہمیں قرآن کریم کے نور اور سرورِ کائنات ﷺ کی حیاتِ طیبہ کی روشنی و روش میں اس صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی فرما جس کا ذکر تو نے سورۃ فاتحہ میں فرمایا ہے۔ ہمیں دین اسلام کا پیروکار بنا۔ ہمیں قرآن سے روشنی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما تاکہ تیرے دین کے لئے اور عالم اسلام خصوصاً پاکستان کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے اہل ہو جائیں۔ پاکستان جس کی اساس دین اسلام سے اٹھائی گئی اور جس کی بنیاد اسلام ہے۔ اس مملکت عظیم کے اندھیروں کو مٹانے اور بت کدوں کو گرانے کی ہمت عطا فرما۔ ہمارے اذہان و قلوب میں وجذبہ توحید وجدان اور وہ کیف و مستی پیدا کر۔ جو تو نے خادم رسولؐ اور عاشق نبی محترم ﷺ سیدنا حضرت بلالؓ حبشی کو ودیعت فرما کر انہیں بہت بلند کر دیا تھا۔ اور ہمیں نجات دے غلاموں کی غلامی سے جو مسلمان

ہوتے ہوئے وائٹ ہاؤس کے اندھیروں سے روشنی حاصل کرنے کے لئے ہر لمحہ بے تاب رہتے ہیں اور ہمیں ہمت و توفیق عطا فرما سچائیوں کے اقرار کی اور اندھیروں سے انکار کی۔

اے بزرگ و برتر خدا ! ہمیں ان مذہب پرستوں سے نجات دے جو تیرے دین کے نام پر مسلم امہ کو فرقہ بندیوں میں الجھائے ہوئے ہیں۔ اور ہمیں نجات عطا فرما۔ ان سیاسی بھوتوں سے جن کے شر اور جھوٹ سے ہم ہی نہیں ہماری آنے والی نسلیں بھی خوف زدہ ہیں اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور یارب دیکھ کتنی تاریک رات ہے تیرے نبیؐ کی امت کو گھیرے میں لئے ہوئے اور کتنی تیز ہوا ہے میرے ہاتھ میں مدھم سی روشنی والا لیمپ جس کا شیشہ بھی ایک سرے سے قدرے ٹوٹ چکا ہے اس تاریکی اور تند و تیز ہوا کے تھپیڑوں کا مقابلہ کرتا رہے گا اور امید کی کرن ثابت ہو گا۔ میں تیری رحمت سے ناامید نہیں ہوں کیوں اندھیری شب سے ہی آخر سپیدۂ سحر کی نمود ہوتی ہے اور امید کی صبح تاباں کا ظہور ہوتا ہے۔

یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے اور روح کو تڑپا دے

ماخذ

القرآن الکریم	
تفسیر ابن کثیر	علامہ حافظ ابو الفدا عماد الدین ابن کثیر دمشقی
تفسیر ضیاء القرآن	جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری
تفسیر تدبیر القرآن	مولانا امین احسن اصلاحی
تفسیر معارف القرآن	مولانا محمد شفیع
بخاری شریف	امام اسماعیل بخاری
ترمذی شریف	
مسلم شریف	
جدید شرح مشکوٰۃ شریف	المعروف مظاہر الحق جدید علامہ نواب قطب الدین خان دہلوی
	مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری
زاد المعاد	حافظ ابن قیم
تلخیص الحبیر جلد سوم	حافظ ابن حجر عسقلانی
سیرت النبی ﷺ کامل	ابن ہشام
نبی رحمت ﷺ	مولانا ابوالحسن علی ندوی
مدارج النبوت	شیخ عبدالحق دہلوی
اسد الغابہ جلد دوم	
سیر الصحابہ	
دائرہ معارف اسلامی	
تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ)	از حافظ ابو الفدا عماد الدین ابن کثیر دمشقی
بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ایچ، اے، ایل کریگ ترجمہ سلیم گیلانی
سیارہ ڈائجسٹ	فروری ۱۹۹۵ء صحابہ کرام نمبر
نقوش جلد ۸	رسول نمبر
طبقات	ابن سعد
تاریخ اسلام	شاہ معین الدین ندوی
اردوالغلیل جلد دوم	محمد ناظر الدین الالبانی
پندرہ روزہ جہاد کشمیر	
محسنِ انسانیت	مولانا نعیم صدیقی
رسول اللہ کے چالیس جاں نثار	طالب ہاشمی

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار
درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز